''اور وہی ہے جس نے بنایا تمہیں (اپنا) خلیفہ زمین میں اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں تاکہ آزمائے تمہیں اس چیز میں جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت سدی سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) نے کئی امتوں کو ہلاک کیا اور ان کے بعد زمین میں ہمیں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کے اعتبار سے درجات میں بلند کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے ''جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ'' کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ''وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ'' کے بارے مقاتل نے کہا ہے کہ فضل اور غنی میں تم میں سے بعض کے درجات بعض پر بلند کر دیے۔ اور ''لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ'' کی تفسیر میں مقاتل کہتے ہیں تاکہ وہ اس میں تمہیں آزمائے جو کچھ اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ وہ بالیقین غنی اور فقیر، شریف اور شریر، آزاد اور غلام سب کو آزماتا ہے۔

ایاتہا ۲۰۶ — سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۷ — رکوعاتہا ۲۴

امام ابن ضریس، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورۂ اعراف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ سورۂ اعراف مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ سورۂ اعراف کی یہ ایک آیت مدنی ہے ''واسالهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر ...... الآیہ'' بقیہ تمام سورت مکی ہے۔

امام سمویہ رحمہ اللہ نے فوائد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں دو طویل سورتوں میں سے یہ المّٓصٓ پڑھا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابو ایوب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی دو رکعتوں میں مکمل سورۂ اعراف پڑھی (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں سورۂ اعراف پڑھی اور مکمل سورت دو رکعتوں میں تلاوت فرمائی (3)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 143، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 314 (3519) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 392، دار الفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

الٓمّٓصٓ ۚ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ﴿۴﴾

''الف، لام، میم، صاد یہ کتاب نازل کی گئی ہے آپ کی طرف پس چاہیے کہ نہ ہو آپ کے سینہ میں کچھ تنگی اس (کی تبلیغ) سے (یہ نازل کی گئی ہے) تا کہ آپ ڈرائیں اس سے اور نصیحت ہے مومنوں کے لیے (اے لوگو!) پیروی کرو جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اور نہ پیروی کرو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی۔ بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو اور کتنی بستیاں تھیں برباد کر دیا ہم نے انہیں۔ پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت یا جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں ''الٓمّٓصٓ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے ''اَنَا اللّٰهُ اَفْصِلُ'' (میں اللہ ہوں تفصیل سے بیان کرتا ہوں) (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مفہوم بیان کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''الٓمّٓصٓ، طٰهٰ، طٰسٓمّٓ، یٰسٓ، صٓ، حٰمٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ، قٓ، نٓ'' اور انہی کے مشابہ دیگر الفاظ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قسم بیان فرمائی ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ''الٓمّٓصٓ'' کا مفہوم ہے ''ھو المصور'' (وہ تصویر کشی کرنے والا ہے) (4)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا ''الٓمّٓصٓ'' میں الف لفظ اللہ سے لیا گیا ہے، میم لفظ رحمٰن سے اور صاد لفظ الصمد سے لیا گیا ہے۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا کہ ''الٓمّٓصٓ'' انا اللہ الصادق کا مخفف ہے یعنی میں اللہ ہوں سچ بولنے والا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حرج کا معنی شک ہے۔ آپ نے ایک اعرابی کو کہا ''ما الحرج فیکم؟'' تو انہوں نے کہا کاٹ دینے والا شک۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 137، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حرج کا معنی شک ہے(1)۔
امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا حرج کا معنی تنگی ہے۔
امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ”اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ“ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا تم اس قرآن کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۝

”پس نہ تھی ان کی (چیخ و) پکار جب آیا ان پر ہمارا عذاب بجز اس کے کہ انہوں نے کہا بے شک ہم ہی ظالم تھے“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی قوم ہلاک نہیں ہوئی یہاں تک کہ افراد قوم نے اپنی جانب سے گناہوں میں حد سے تجاوز کرلیا۔ پھر آپ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔
امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسی مفہوم کی مثل مرفوع روایت ذکر کی ہے(2)۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىٕبِیْنَ۝

”سو ہم ضرور پوچھیں گے ان سے بھیجے گئے (رسول) جن کی طرف اور ہم ضرور پوچھیں گے رسولوں سے پھر ہم ضرور بیان کریں گے (ان کے حالات) ان پر اپنے علم سے اور نہ تھے ہم ان سے غائب“۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں ذکر کیا ہے کہ ”فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ“ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (کہ رب کریم بیان فرمارہا ہے) ہم لوگوں سے ان امور کے بارے سوال کریں گے جو انہوں نے رسولوں سے حاصل اور قبول کیے اور رسولوں سے ان کے بارے پوچھیں گے جن کی انہوں نے تبلیغ کی اور آپ نے ہی ”فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ“ کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ قیامت کے دن کتاب (نامۂ اعمال) کو رکھا جائے گا اور وہ ان معاملات کے بارے گفتگو کرے گا جو وہ کرتے تھے(3)۔
امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے پہلی آیت کے بارے کہا ہے کہ اس میں ایک جگہ مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور دوسری جگہ مراد ملائکہ ہیں یعنی فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ میں سوال انبیاء علیہم السلام سے ہے اور ”وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ میں ملائکہ سے سوال کا ذکر ہے) اور فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىٕبِیْنَ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔
امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ کے بارے فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں سے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے متعلق ضرور پوچھیں گے۔ اور وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ کے بارے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 138 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 143 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 144

کہ ہم ضرور جبرئیل امین علیہ السلام سے پوچھیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ ہم ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے کہ کیا تم تک رسول پہنچے اور رسولوں سے ضرور پوچھیں گے کہ انہوں نے تمہیں کیا کیا جواب دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قاسم ابوعبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا کہ بندے سے چار خصلتوں کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا: تیرا رب فرمائے گا کیا میں نے تجھے جسم عطا نہیں کیا؟ تو نے اسے کون سے کاموں میں مشغول رکھا؟ کیا میں نے تجھے علم عطا نہیں فرمایا، تو نے کہاں تک اپنے علم کے مطابق عمل کیا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا، تو نے اسے کہاں خرچ کیا میری اطاعت میں یا نافرمانی اور معصیت میں؟ کیا میں نے تجھے اتنی عمر نہیں دی تھی، تو نے اسے کون سے کاموں میں گزارا؟

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت وہیب بن ورد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور عرش ان کے کندھے پر ہے۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو عرش کی جانب سے ایک تختی (لوح) لٹکائی جاتی ہے اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی کے ساتھ جا لگتی ہے اور وہ اسے دیکھ لیتے ہیں اور پھر اسے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ وہ اسے یاد کر لیتے ہیں اور اسے آگے رسولوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ پس انہیں لایا جائے گا درآنحالیکہ وہ بہت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا جو کچھ لوح کے ذریعے تم تک پہنچایا گیا تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ عرض کریں گے: اے میرے رب! میں نے وہ جبرئیل امین علیہ السلام تک پہنچا دیا تھا۔ پھر جبرئیل امین علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ بھی آئیں گے اس حال میں کہ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ تو پھر ان سے پوچھا جائے گا: اسرافیل علیہ السلام نے جو کچھ تیرے تک پہنچایا تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ جواب دیں گے: یا رب! میں نے رسولوں کو پہنچا دیا تھا۔ پھر رسولوں کو بلایا جائے گا وہ بھی کانپتے کانپتے حاضر ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا: تم نے اس کے ساتھ کیا کیا جو جبرئیل امین علیہ السلام نے تم تک پہنچایا؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم نے وہ لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ فرمایا: یہی مفہوم اس ارشاد گرامی کا ہے "فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ"

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابوسنان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے ساری مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے قریب ترین لوح ہے اور وہ عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی شے وحی کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوح میں لکھ دیتا ہے۔ پھر وہ لوح آتی ہے حتی کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی سے آلگتی ہے اور اسرافیل علیہ السلام اپنا چہرہ اپنے پروں کے ساتھ ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اکرام کے لیے اپنی نگاہیں اوپر نہیں اٹھاتے۔ پھر لوح میں دیکھتے ہیں۔ اگر تو وہ اہل آسمان کے لیے ہو تو پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کو دے دیتے ہیں اور اگر وہ اہل زمین کے لیے ہو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حوالے کر دیتے ہیں۔ پس قیامت کے دن سب سے اول جس کا محاسبہ کیا جائے گا وہ لوح ہے۔ اسے

WWW.NAFSEISLAM.COM

بلایا جائے گا۔ وہ گھبراتے ہوئے حاضر ہوگی اور اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دے گی جی ہاں۔ تو ہمارا رب فرمائے گا: تیری شہادت کون دے گا؟ وہ کہے گی: اسرافیل علیہ السلام۔ پھر اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے۔ وہ کانپتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا: کیا لوح نے تجھ تک پیغام پہنچا دیا تھا؟ جب وہ کہیں گے جی ہاں تو لوح کہے گی ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجَّانِیْ مِنْ سُوْٓءِ الْحِسَابِ'' ''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے برے حساب (حساب کی سختی) سے نجات دلائی''۔ پھر سابقہ قول کی طرح آگے تفصیل بیان فرمائی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: اے اسرافیل! جو کچھ میں نے تیرے سپرد کیا ہے وہ لاؤ۔ تو وہ عرض کریں گے: ہاں میں حاضر ہوں، اے میرے پروردگار! صور (قرناء) میں اتنے اتنے سوراخ ہیں، انسانوں کی روحوں میں سے اتنی ہیں، اتنے جن ہیں، شیاطین کی اتنی تعداد ہے، جنگلی جانور اتنے ہیں، پرندے اتنے ہیں، چوپاؤں کی تعداد اتنی ہے، کیڑے مکوڑے اتنے ہیں اور مچھلیاں اتنی تعداد میں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسے لوح میں سے دیکھو۔ تو وہ تعداد بالکل برابر برابر ہوگی نہ زائد ہوگی نہ کم۔ پھر رب کریم فرمائے گا: اے میکائیل! لے آؤ جو میں نے تیرے سپرد کیا تھا۔ تو وہ عرض کریں گے جی ہاں میں حاضر ہوں، اے میرے رب! تو نے آسمان سے اتنے اتنے کیل، اتنا اتنا وزن مثقال، اتنا وزن قیراط، اتنا اتنا وزن رائی کے دانہ کے برابر اور اتنا اتنا وزن درۃ نازل فرمایا۔ تو نے سال میں اتنا اور اتنا نازل فرمایا، مہینے میں اتنا اتنا، ہفتے میں اتنا اتنا، ایک دن میں اتنا اتنا اور ایک ساعت میں اتنا اتنا نازل کیا۔ اس طرح تو نے کھیتوں کے لیے اتنا اتنا اتارا، شیاطین کے لیے اتنا نازل کیا، انسانوں کے لیے اتنا اتنا اور چوپاؤں کے لیے اتنا نازل کیا۔ جنگلی جانوروں کے لیے اتنا، پرندوں کے لیے اتنا، مچھلیوں اور کیڑے مکوڑوں کے لیے اتنا اتنا اتارا، لہٰذا یہ کل تعداد اتنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا لوح میں اسے دیکھو۔ تو جب وہ بالکل اس کے برابر ہوگا نہ زیادہ ہوگا نہ کم تو پھر فرمائے گا اے جبرئیل! جو کچھ تیرے سپرد کیا تھا وہ لاؤ۔ تو وہ عرض کریں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں تو نے اپنے فلاں نبی علیہ السلام پر اتنی آیتیں فلاں فلاں مہینے میں، فلاں فلاں ہفتے اور فلاں فلاں دن میں نازل فرمائیں۔ تو نے اپنے فلاں نبی علیہ السلام پر اتنی آیتیں اور اتنی سورتیں نازل فرمائیں۔ سورتوں میں اتنی اتنی آیتیں ہیں۔ تو جب اتنی آیتیں ہیں تو ان میں حرف اتنے ہیں۔ اتنے تو نے مدینہ میں ہلاک کیے ہیں اور اتنے تو نے زمین میں دھنسا دیے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے لوح اسے دیکھ لو۔ پس جب وہ تعداد بالکل برابر ہوگی، نہ اس میں اضافہ ہوگا نہ کمی، تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے عزرائیل! جو کچھ تیرے سپرد کیا ہے وہ لاؤ، تو وہ عرض کریں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ تو نے اتنے انسانوں، اتنے جنوں اور اتنے شیطانوں کی روحیں قبض کی ہیں۔ لوگوں کو پانی میں غرق کیا ہے اور اتنے لوگوں کو جلا دیا ہے۔ اتنے کافر ہیں، اتنے شہید اور اتنے پر مکان گرا دیے گئے۔ اتنے لوگوں کو سانپ اور اس جیسے دیگر کیڑوں سے ڈسوایا گیا۔ اتنے میدان میں اور اتنے پہاڑ میں تھے۔ اتنے پرندے تھے اور اتنے کیڑے مکوڑے اور اتنے جنگلی جانور تھے۔ پس اتنی اتنی تمام چیزیں تھیں حتیٰ کہ کل تعداد اتنی ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کا موازنہ لوح سے کرو۔ چنانچہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ تعداد بالکل برابر ہوگی نہ زیادہ ہوگی نہ کم۔

امام احمد نے حضرت معاویہ بن حیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا رب مجھے بلائے گا اور مجھ سے پوچھے گا کیا تو نے میرے بندوں کو پہنچایا؟ تو میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! میں نے ان تک پیغام پہنچا دیا تھا (اور یہ بھی کہا تھا) کہ تم میں سے حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک یہ پیغام پہنچائے۔ پھر تمہیں بلایا جائے گا اس حال میں کہ تمہارے منہ چھینکوں کے ساتھ بند ہوں گے اور تمہارے اعضاء میں سب سے پہلے ران اور ہتھیلی بیان دیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا امام سے لوگوں کے بارے پوچھا جائے گا، ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے پوچھا جائے گا، عورت سے اس کے خاوند کے گھر کے بارے باز پرس کی جائے گی اور غلام سے اس کے آقا کے مال کے بارے سوال کیا جائے گا۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم تمام سردار ہو اور تم تمام سے اپنی رعایا کے بارے باز پرس کی جائے گی۔ پس امام (حاکم وقت) سے لوگوں کے بارے پوچھا جائے گا، آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے سوال کیا جائے گا، عورت سے اس کے خاوند کے گھر کے متعلق باز پرس کی جائے گی اور غلام سے اس کے آقا کے مال کے بارے پوچھا جائے گا (2)۔

امام ابن حبان اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر سردار سے اس کی رعایا کے بارے سوال کرے گا کہ آیا اس نے اس کی حفاظت کی ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے۔ حتی کہ ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے پوچھ گچھ کی جائے گی (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک سردار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے پوچھا جائے گا۔ لہٰذا تم سوالات کے جوابات تیار کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: ان کا جواب کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نیکی اور خیر کے اعمال (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الکبیر میں حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: کوئی آدمی بھی کسی قوم کا سردار نہیں ہوگا مگر قیامت کے دن وہ ان کے آگے آگے آئے گا۔ اس کے سامنے ایک جھنڈا ہوگا جسے وہ اٹھائے ہوئے ہوگا اور قوم کے افراد اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ تو اس سے ان کے بارے پوچھا جائے گا اور قوم کے افراد سے اس کے بارے باز پرس کی جائے گی (5)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ امیر جسے دس آدمیوں پر حاکم مقرر کیا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے ان کے بارے باز پرس کی جائے گی (6)۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 4، دار صادر بیروت
2۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 92 (2376) دار الفکر بیروت
3۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 281، مطبعۃ السعادۃ مصر
4۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 374، دار الفکر بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 276 (652) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 411 (12166)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صاحب رعیت سے اس کی رعایا کے بارے سوال کرے گا کہ آیا اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ان میں نافذ کیا یا اسے ضائع کر دیا یہاں تک کہ ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے بھی پوچھا جائے گا (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے جس کے بارے سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اس کی نمازوں کے بارے غور و فکر کیا جائے گا اگر وہ درست اور صحیح ہوں گی تو وہ کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ فاسد ہوں گی تو وہ خائب و خاسر ہوگا (2)۔

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۝۹ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰

"اور (اعمال کا) تولنا اس دن برحق ہے۔ پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو بوجہ اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ بے انصافی کیا کرتے تھے اور یقیناً ہم نے ہی آباد کیا تمہیں زمین میں اور مہیا کر دیے تمہارے لیے اس میں زندہ رہنے کے اسباب۔ بہت ہی کم تم شکر ادا کرتے ہو"۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک دن ہم حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی حاضر خدمت ہوا، اس پر سفر کے آثار موجود نہیں تھے اور نہ ہی وہ اہل شہر میں سے تھا۔ وہ آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر اس طرح بیٹھ گیا جیسے ہم میں سے ہر کوئی نماز میں بیٹھتا ہے، پھر اس نے اپنے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں پر رکھے اور عرض کی یا محمد! ﷺ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو شہادت دے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، حج اور عمرہ کرے، غسل جنابت کرے، وضو مکمل کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ یہ سن کر اس نے عرض کی: اگر میں اس طرح کر لوں تو کیا میں مسلمان ہوں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کی اے محمد! ﷺ آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے عرض کی ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ، فرشتوں کے ساتھ، کتابوں کے ساتھ اور رسل علیہم السلام کے ساتھ اور تو ایمان لائے

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 172 (8855) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 20، دار الفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

جنت، دوزخ اور میزان کے ساتھ ایمان لائے بعث بعد الموت کے ساتھ (یعنی موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر) اور ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر کے ساتھ۔ اس نے عرض کی: اگر میں اس طرح کرلوں تو کیا میں مومن ہوں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے "وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق یعنی عدل ہے "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ" پس جن کی نیکیاں بھاری ہوگئیں۔ اور "مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ" کے بارے فرمایا: اور جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عیزار نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آگے بڑھنا ترکش میں تیر کی مثل ہے۔ سعادت مند وہ ہوگا جو اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ پالے گا۔ اور میزان کے پاس ایک فرشتہ ندا دے رہا ہوگا: خبردار! سنو فلاں بن فلاں کا ترازو بھاری ہوگیا اور وہ ہمیشہ کے لیے سعید اور خوش بخت بن گیا، اس کے بعد وہ کبھی بھی شقی اور بدبخت نہیں ہوگا اور فلاں بن فلاں کا ترازو ہلکا ہوگیا، وہ ہمیشہ کے لیے شقی ہوگیا، اب وہ کبھی بھی سعید نہیں ہوگا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اس ارشاد کے بارے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس دن اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعمال کے خواتیم کا وزن کیا جائے گا، پس وہ آدمی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا اس کے عمل کا اختتام خیر اور بھلائی پر ہوگا اور جس کے لیے شر کا ارادہ کیا تو اس کا خاتمہ عمل شر کے ساتھ ہوگا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حارث الاعور رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل حق پر حق بالیقین ثقیل اور بھاری ہوتا ہے جیسا کہ میزان میں بھاری ہوتا ہے اور اہل باطل پر حق اس طرح خفیف اور ہلکا ہوتا ہے جیسا میزان میں ہلکا ہوتا ہے۔

امام ابن منذر اور لالکائی نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن سلیمان نے کہا کہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میزان کا ذکر کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا اس کی ایک لسان (یعنی ترازو کا وہ حصہ جو تولتے وقت ہاتھ میں پکڑا جاتا ہے) اور دو پلڑے ہیں۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے کہا کہ میزان کو بیت المقدس کے پاس دو درختوں کے درمیان رکھا جائے گا۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر اور لالکائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن وزن کرنے والے حضرت جبریئل علیہ السلام ہوں گے۔ بعض کے اعمال کو بعض پر ڈال دیا جائے گا وہ اس طرح کہ ظالم کی نیکیاں لے کر مظلوم کی طرف لوٹا دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیے جائیں گے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میزان کی ایک لسان ہوگی اور دو

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 209 (35407) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 33، مطبعۃ السعادۃ مصر

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 146

پلڑے ہوں گے جن میں وزن کیا جائے گا۔ پس جن کے ترازو بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے اور کامیاب ہوں گے اور جن کے ترازو ہلکے ہوں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جنت میں اپنے مراتب کو، اپنے ان اعمال کے سبب جن سے وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ'' کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے اہل میں سے کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لوگ قیامت کے دن اپنے اہل کو یاد کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر تین مقامات پر نہیں: میزان کے پاس، اعمال ناموں کے اڑکر ہاتھوں میں پہنچنے کے وقت اور پل صراط سے گزرتے وقت (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے قیامت کے دن لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔ جس کی ایک نیکی بھی اس کی برائیوں کی نسبت زیادہ ہوگی تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہوں میں سے ایک بھی نیکیوں کی نسبت زیادہ ہوگا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے مذکورۃ الصدر ''فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ'' دونوں آیتیں پڑھیں۔ اور پھر کہا: میزان ایک حبہ (دو جو کے برابر ایک وزن) وزن کے ساتھ ہلکا اور بھاری ہوسکتا ہے اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوجائیں گی تو وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا۔ سووہ اعراف پر ہی ٹھہریں گے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الاخلاص میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کا ظاہر اس کے باطن سے ارجح ہوگا، قیامت کے دن اس کا میزان ہلکا ہوگا اور جس کا باطن ظاہر سے ارجح ہوگا قیامت کے دن اس کا ترازو بھاری ہوگا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا اور نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ پس جس کی نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں بھاری ہوجائیں گی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہ نیکیوں پر ارجح ہوں گے وہ جہنم میں داخل ہوگا (2)۔

امام بزار، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایک فرشتہ میزان پر مقرر ہے۔ پس قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے میزان کے دو پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ اگر اس کا ترازو بھاری ہوا تو فرشتہ اتنی آواز کے ساتھ ندا دے گا کہ اسے ساری مخلوق سنے گی، فلاں بن فلاں ہمیشہ کے لیے سعید ہوگیا، اس کے بعد کبھی بھی وہ شقی نہیں ہوگا۔ اور اگر اس کا ترازو ہلکا ہوا تو فرشتہ یہ ندا دے گا: فلاں ہمیشہ کے لیے بدبخت ہوگیا۔ اس کے بعد کبھی بھی سعید نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد، آجری رحمہم اللہ نے الشریعہ میں، حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ جہنم کا ذکر کیا گیا تو آپ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، سورۂ مومنون، جلد 2، صفحہ 421　　2۔ کنز العمال، جلد 14، صفحہ 383 (39025) مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

رونے لگیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جہنم کا ذکر کیا گیا تو میں رو پڑی، کیا تم قیامت کے دن اپنے اہل کو یاد کرو گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ مگر تین مقامات میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ جہاں میزان رکھا جائے گا یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ترازو ہلکا ہے یا بھاری، نامہ اعمال اڑائے جانے کے وقت جب کہ کہا جائے گا ”هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ (الحاقہ)“ ”لو پڑھو میرا نامہ عمل“۔ یہاں تک کہ وہ جان لے اس کا نامہ عمل کہاں واقع ہوتا ہے اس کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے کی جانب سے۔ اور پل صراط کے پاس جب کہ اسے جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ اس کے دونوں کناروں پر بہت سی مڑی ہوئی کانٹے دار سلاخیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے گا ان کے ساتھ روک لے گا۔ یہاں تک کہ وہ جان لے کہ آیا وہ نجات پائے گا یا نہیں (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بروایت صحیح حضرت سلیمان رحمہ اللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا۔ سو اگر اس میں آسمانوں اور زمین کا بھی وزن کیا جائے تو وہ اس کی وسعت رکھتا ہے۔ پس وہ ملائکہ کہیں گے: یا رب! یہاں کس کا وزن کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا۔ تو فرشتے عرض کریں گے: تیری ذات پاک ہے ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ پھر استرے کی مانند تیز پل صراط بچھائی جائے گی۔ تو فرشتے عرض کریں گے: تو اس پر سے کون گزرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی مخلوق میں سے جسے چاہوں گا (گزاروں گا)۔ تو فرشتے عرض کریں گے تیری ذات پاک ہے، ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا (2)۔

امام ابن مبارک نے الزہد میں، آجری نے الشریعہ میں اور لالکائی نے حضرت سلمان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میزان رکھا جائے گا، اس کے دو پلڑے ہوں گے۔ اگر دو میں سے ایک میں آسمانوں و زمین اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب اس میں رکھ دیا جائے تو وہ اس کی وسعت رکھتا ہے۔ تو فرشتے عرض کریں گے یہ وزن کون کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا مخلوق میں سے جسے میں نے چاہا۔ تو پھر فرشتے کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہم نے تیری عبادت اس طرح نہیں کی جیسے حق تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے ترازو کے دو پلڑوں کو زمین و آسمان کی مثل تخلیق فرمایا۔ تو ملائکہ نے عرض کی اے ہمارے رب! اس کے ساتھ تو وزن کس کا کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کا چاہوں گا میں اس کے ساتھ وزن کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے پل صراط کو تلوار کی دھار کی مثل تخلیق فرمایا۔ تو فرشتوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو کسے اس پر سے گزارے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسے میں چاہوں گا اس پر سے گزاروں گا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میزان کا ایک کانٹا اور دو پلڑے ہیں۔ اس میں نیکیوں اور بدیوں کا وزن کیا جائے گا۔ پس نیکیوں کو انتہائی حسین صورت میں لایا جائے گا اور انہیں میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ پس وہ برائیوں پر بھاری ہو جائیں گی۔ تو انہیں اٹھا کر بندے کے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 622 (8722)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 629 (8739)

15B

مراتب کے مطابق جنت میں رکھ دیا جائے گا۔ پھر بندۂ مومن کو کہا جائے گا اپنے عمل سے جا مل۔ پس وہ جنت کی طرف چل پڑے گا اور اپنے عمل کے سبب اپنے منازل و مراتب کو پالے گا اور بدیوں کو انتہائی قبیح اور بری صورت میں لایا جائے گا اور انہیں میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور وہ ہلکی ہوں گی۔ کیونکہ باطل ہلکا اور خفیف ہوتا ہے۔ پھر انہیں جہنم میں اس کے مراتب کے مطابق پھینک دیا جائے گا اور اس بندے کو کہا جائے گا: جہنم میں اپنے عمل سے جا مل۔ پس وہ جہنم کی طرف آئے گا اور اپنے عمل کے سبب منازل کی پہچان کرلے گا اور جو کچھ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں طرح طرح کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، قوم میں سے انہیں جنت و دوزخ میں اپنے اعمال کے سبب اپنے منازل کی پہچان زیادہ ہوتی ہے جو جمعہ کے دن اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہوئے واپس مڑتے ہیں (1)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور بیہقی نے البعث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسا کروں گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی اگر میں آپ کو پل صراط کے پاس نہ پاؤں؟ تو آپ نے فرمایا۔ پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی۔ اگر آپ سے میری ملاقات میزان کے پاس بھی نہ ہو؟ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا۔ کیونکہ میں ان تین مقامات سے غیر حاضر نہیں ہوگا (2)۔

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی نے البعث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تمام مخلوقات سے پہلے میری امت کے ایک آدمی کو پکارا جائے گا اور اس کے ننانوے رجسٹر کھولیں جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک حد نگاہ تک پھیلا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا تو اس میں سے کسی شے کا انکار کرتا ہے۔ کیا کراماً کاتبین فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ اے میرے پروردگار! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تیرا کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ تو وہ آدمی خوفزدہ ہو کر عرض کرے گا: اے میرے رب! نہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں، تیری ہمارے پاس نیکی ہے۔ آج کے دن تجھ پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کے لیے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر یہ لکھا ہوگا "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے مقابلہ میں کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ تو اسے کہا جائے گا: بلاشبہ تیرے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں ان رجسٹروں کو رکھا جائے گا اور ایک پلڑے میں کاغذ کا وہ پرزہ رکھ دیا جائے گا۔ تو رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے اور کاغذ کا وہ پرزہ بھاری ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی شے بھاری نہیں ہو سکتی (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 263 (282) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 537 (2433) دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 710 (1937)، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اور ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ اسے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں اس کے مجموعی اعمال کو رکھ دیا جائے گا۔ تو اس کی طرف سے ترازو جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ جب وہ پیٹھ پھیرے گا تو رب رحمٰن کی جانب سے چیخ لگانے والا چیخ کر کہے گا تم جلدی نہ کرو، تم جلدی نہ کرو۔ کیونکہ ابھی اس کا عمل باقی ہے۔ چنانچہ کاغذ کا پرزہ لایا جائے گا اور اس میں لا الہ الا اللہ (کلمہ شریف) لکھا ہوگا۔ تو اس آدمی کے ساتھ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہ میزان اس جانب سے جھک جائے گا (1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور نمیری رحمہما اللہ نے کتاب الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے عرش کے قریب ایک وسیع جگہ میں ٹھہرایا جائے گا۔ آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے ہوں گے اور آپ بہت دراز قامت ہوں گے۔ آپ اپنی اولاد میں سے جنت کی طرف چل کر جانے والے کو دیکھ رہے ہوں گے اور اسے بھی دیکھ رہے ہوں گے جو جہنم کی طرف جا رہا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس حال پر ہوں گے کہ آپ کی نظر حضور نبی مکرم ﷺ کی امت کے ایک آدمی پر پڑے گی جسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام آواز دیں گے یا احمد یا احمد ﷺ۔ تو آپ ﷺ جواب دیں گے لبیک یا ابا البشر "اے ابو البشر میں حاضر ہوں۔ تو پھر آدم علیہ السلام کہیں گے یہ تمہاری امت کا آدمی ہے، اسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ پس میں اپنی چادر کو مضبوط کرتے ہوئے تیزی سے ملائکہ کے پیچھے چلوں گا اور یہ کہوں گا: اے میرے رب کے قاصدو! ٹھہر جاؤ۔ تو وہ جواب دیں گے: ہم وہ غضب ناک اور طاقتور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم ارشاد فرمایا ہے ہم اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا جاتا ہے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ مایوس ہو جائیں گے تو اپنی ریش مبارک کو اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑیں گے اور عرش الٰہی کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہ عرض کریں گے "یَا رَبِّ قَدْ وَعَدْتَنِیْ اَنْ لَا تُخْزِیَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ؟" (اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مجھے میری امت کے بارے میں غمزدہ نہیں کرے گا؟) تو پھر عرش کی جانب سے یہ ندا آئے گی: محمد (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اس آدمی کو اپنے مقام کی طرف واپس لوٹا دو۔ میں اپنا ازار باندھنے کی جگہ سے پوروں کی مثل ایک سفید کاغذ کا پرزہ نکالوں گا اور اسے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈال دوں گا اور یہ کہوں گا: بسم اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام سے) تو اس کے سبب نیکیاں بدیوں کے مقابلہ میں بھاری ہو جائیں گی۔ چنانچہ یہ آواز لگائی جائے گی یہ سعادت مند ہو گیا اور اس کا دادا بھی خوش بخت ہے اور اس کا ترازو بھاری ہو گیا۔ تم اسے جنت کی طرف لے چلو۔ تو پھر وہ کہے گا: اے میرے رب کے قاصدو! ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ میں اس عبد کریم کے بارے میں اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کر لوں۔ تو پھر وہ کہے گا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے اور آپ کا اخلاق کتنے خوبصورت ہیں آپ کون ہیں؟ آپ نے میرے گناہوں کو میرے لیے کم کر دیا ہے۔ تو آپ ﷺ فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 221، دار صادر بیروت

اور یہ تیرا وہ درود پاک ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا اور میں تجھ پر آسان کر رہا ہوں جس کا تو زیادہ حاجت مند ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا سب سے پہلے جو کچھ بندے کے میزان میں رکھا جائے گا وہ اس کا اپنے اہل پر خرچہ ہوگا (یعنی وہ مال جو اس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا سب سے پہلے اسے ہی میزان میں وزن کے لیے رکھا جائے گا)(1)

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور لالکائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ" (دو کلمے ہیں جو زبان سے ادا ہونے میں بڑے خفیف ہیں، میزان میں بڑے بھاری ہیں اور رب رحمٰن کی بارگاہ میں بڑے محبوب ہیں۔ اور وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ)(2)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر سارے آسمان اور زمین، جتنی مخلوق ان میں ہے، جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ ان کے نیچے ہے سب کچھ لا کر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو بالیقین یہ ان تمام سے بھاری ہوگا(3)۔

امام ابن ابی الدنیا، بزار، ابویعلی، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا کیا میں تیری راہنمائی ایسی دو خصلتوں کی طرف نہ کروں جو پیٹھ پر وزن کے اعتبار سے انتہائی خفیف ہیں اور میزان میں دوسری چیزوں کی نسبت بہت بھاری ہیں؟ انہوں نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ (ضرور راہنمائی فرمائیے) تو آپ ﷺ نے فرمایا "عَلَیْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَطُوْلِ الصَّمْتِ"، "تجھ پر حسن خلق اور طویل خاموشی اختیار کرنا لازم ہے"۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مخلوق کے اعمال میں سے ان دو کی مثل کوئی نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ام الدرداء کو کہا: کیا تم نے حضور نبی کریم ﷺ سے کسی شے کے بارے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ سب سے پہلے جو شے میزان میں رکھی جائے گی وہ حسن خلق ہے(5)۔

امام ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن حبان اور لالکائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان میں جو چیزیں رکھی جائیں

1۔ مجمع الزوائد، جلد 4، صفحہ 595 (7706)، دار الفکر بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 287 (3806)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 65 (3916)، دار الفکر بیروت
4۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 74-173 (3285) دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماذکر فی حسن الخلق، جلد 5، صفحہ 212، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

گی حسن خلق سے بڑھ کر بھاری کوئی شے نہیں ہوگی (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک اونٹنی دی۔ پھر میں نے چاہا کہ اس کی نسل میں سے کوئی خرید لوں۔ تو میں نے اس کے بارے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو قیامت کے دن وہ اور اس کی ساری اولاد تمہارے میزان میں آئے گی (2)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کیا میں اس کے میزان کے پاس کھڑا ہوں گا۔ پس اگر اس کا میزان بھاری رہا تو فبہا ورنہ میں اس کی شفاعت کروں گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں مغیث بن سمی اور مسروق رحمہما اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ ایک راہب نے اپنے صومعہ (عبادت گاہ) میں ساٹھ سال تک عبادت کی۔ پھر ایک دن اس نے بارش کا پانی دیکھا اور یہ کہا کہ اگر میں اتروں تو میں کسی کو بھی نہیں دیکھ رہا۔ پس میں پانی پیوں گا اور وضو کر کے پھر اپنی جگہ واپس لوٹ آؤں گا۔ پس ایک عورت اس سے چھیڑ چھاڑ کرے اور وہ اس کے سامنے برہنہ ہو جائے۔ اور وہ اپنے نفس پر مالک نہیں اگر وہ اس پر واقع ہو (یعنی اگر وہ اس کی قربت اختیار کرے تو اسے اپنے اوپر کنٹرول اور ضبط نہیں) پھر وہ ایک تالاب میں داخل ہو، تا کہ اس میں غسل کرلے اور پھر اسے اسی حال میں موت آلے۔ اسی دوران ایک سائل اس کے پاس سے گزرے، تو اس کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اس کی گدڑی میں لپٹی ہوئی روٹی کو اٹھالے۔ پس وہ مسکین روٹی اٹھالے اور پھر وہ مر جائے۔ پھر ساٹھ سالہ عمل کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور اس کی خطا کو لا کر دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے۔ تو وہ خطا اس عبادت کے مقابلہ میں بھاری ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ روٹی لائی جائے گی اور اسے اس کی عبادت کے ساتھ رکھا جائے گا تو اس کے سبب وہ عمل خطا سے بھاری ہو جائے گا (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرحبا مرحبا! پانچ چیزیں ہیں جو میزان میں سب سے بھاری ہوں گی یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور عمل صالح جسے مسلمان آگے بھیجتا ہے (4)۔

امام ابویعلی اور ابن حبان رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے خادم کے کام کے لیے جو کچھ تو نے خرچ کیا تو اس کا اجر تیرے میزان میں ڈالا جائے گا۔

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 4، صفحہ 127 (2003) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 164 (1303) مکتبۃ المعارف الریاض

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ذکر الرحمۃ، جلد 7، صفحہ 61 (34210)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 101 (16843) دار الفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور پھر اسے صاف کپڑے کے ساتھ پونچھ ڈالا تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں اور جس نے ایسا نہ کیا تو وہ افضل ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن تمام اعمال کے ساتھ وضو کا بھی وزن کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے وضو کے بعد رومال کا استعمال ناپسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا وزن کیا جائے گا (1)۔

امام ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ وضو کے بعد رومال کا استعمال مکروہ قرار دیتے۔ کیونکہ اس کا ہر قطرہ کا وزن کیا جانا ہے۔

مرہبی نے فضل العلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء کی سیاہی شہداء کے خون پر فوقیت لے جائے گی۔

امام دیلمی نے بھی حضرت ابن عمرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی کی مثل حدیث بیان کی ہے (2)۔

امام عبدالبر رحمہ اللہ نے فضل العلم میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کے عمل کو لایا جائے گا اور اسے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو وہ ہلکا ہو جائے گا۔ پھر بادل کی مثل کوئی شے لائی جائے گی اور اسے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ تو وہ بھاری ہو جائے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا کیا تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ پس اسے بتایا جائے گا یہ اس علم کی فضیلت ہے جو تو لوگوں کا سکھاتا تھا۔

امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: کہ قیامت کے دن ایک آدمی آئے گا اور وہ اپنے عمل کو بالکل حقیر گمان کرے گا۔ پس وہ ابھی اسی کیفیت میں ہوگا کہ اچانک بادل کی مثل کوئی شے آئے گی یہاں تک کہ وہ اس کی میراث میں داخل ہو جائے گی۔ تو اسے بتایا جائے گا یہ وہ ہے جو تو لوگوں کو خیر اور بھلائی کی تعلیم دیتا تھا اور تیرے بعد اسے میراث بنا دیا گیا اور آج تجھے اس کا اجر دیا گیا۔

امام ابن مبارک رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جس کسی نے پیٹ اور شرم گاہ (کی خواہش پورا کرنے) کا قصد کیا۔ اس نے قیامت کے دن اپنے میزان کو ہلکا اور کم کر دیا۔

امام اصبہانی رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت لیث رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میزان میں تمام لوگوں کی نسبت بھاری اور وزنی ہوگی۔ ان کی زبانوں پر وہ کلمہ آسان ہے جو ان سے پہلی امتوں پر ثقیل اور بھاری تھا۔ اور وہ ہے لا الہ الا اللہ۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ایوب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے کئی ایک ساتھیوں سے یہ سنا ہے کہ ایک بندے کو قیامت کے دن میزان کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور وہ میزان کو دیکھے گا اور کبھی وزن کرنے والے کی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 139، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 5، صفحہ 485 (8839) دار الکتب العلمیہ بیروت

طرف دیکھے گا۔ تو وہ اسے کہے گا اے اللہ تعالیٰ کے بندے! کیا تو اپنے عمل میں سے کوئی شے مفقود پاتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں۔ تو وزن کرنے والا سوال کرے گا۔ وہ کیا ہے؟ تو وہ جواب میں کہے گا وہ ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" یہ سن کر صاحب میزان کہے گا: یہ اس سے کہیں عظیم ہے کہ اسے میزان میں رکھا جائے۔ موسیٰ بن عبیدہ نے کہا: میں نے یہ سنا ہے کہ جو آدمی دنیا میں یہ کلمہ پڑھتا رہا قیامت کے دن خصم کے جھگڑنے کی طرح یہ جھگڑا اور مجادلہ کرتے ہوئے آئے گا (1)۔

امام ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوالازہر زہیر انماری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو آپ یہ الفاظ کہتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاَخْسِئْ شَيْطَانِيْ وَ فُكَّ رِهَانِيْ وَثَقِّلْ مِيْزَانِيْ، وَاجْعَلْنِيْ فِي النَّدِيِّ الْاَعْلٰى "اے اللہ میری مغفرت فرمادے، میرے شیطان کو ذلیل ورسوا کردے، میری رہونہ چیزوں کو آزادی دلادے، میرے میزان کو ثقیل اور بھاری کردے اور مجھے اعلیٰ مجلس میں شامل فرمادے" (2)۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪

"اور بے شک ہم نے پیدا کیا تمہیں پھر (خاص) شکل وصورت بنائی تمہاری، پھر حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں"۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ" کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ انہیں مردوں کی صلبوں میں پیدا کیا گیا اور عورتوں کی رحموں میں ان کی شکلیں اور صورتیں بنائی گئیں (3)۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں پیدا کیا گیا اور پھر رحموں میں ان کی شکلیں اور صورتیں بنائی گئیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ قول باری تعالیٰ "خَلَقْنٰكُمْ" کا مفہوم ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اور "ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ" کا معنی ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کی شکل وصورت بنائی (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر ان کی پشت میں تمہاری شکل وصورت بنائی (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق فرمایا۔ پھر تخلیق کے مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری شکل و

1۔ حواشی نوادر الاصول، صفحہ 58، دار صادر بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 733 (2012)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 151 دار احیاء التراث العربی بیروت 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 150 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 151

WWW.NAFSEISLAM.COM

صورت بنائی۔ یعنی پہلے علقہ (جما ہوا خون) پھر مضغہ (لوتھڑا) پھر ہڈیاں بنائیں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا(1)۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ انسان کو رحم میں تخلیق کیا پھر اسے شکل وصورت عطا کی اور اس کی کان، آنکھ اور انگلیوں کو شق کیا(2)۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۗ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کس چیز نے روکا تجھے اس سے کہ تو سجدہ کرے جب میں نے حکم دیا تجھے۔ ابلیس نے کہا (کیونکہ) میں بہتر ہوں اس سے۔ تو نے پیدا کیا مجھے آگ سے اور تو نے پیدا کیا اسے کیچڑ سے''۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے قول خداوندی'' قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ '' کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جو عزت وکرامت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی اس پر اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے ان کے ساتھ حسد کیا اور کہا: میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور یہ مٹی سے۔ تو اس طرح گناہوں کی ابتدا تکبر سے ہوئی۔ دشمن خدا نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس تکبر وحسد کی وجہ سے اسے ہلاک کر دیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابلیس کو نار العزۃ سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کو نور العزۃ سے تخلیق کیا گیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ '' کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں ابلیس نے (مقابلۃً) قیاس کیا اور وہی سب سے پہلے قیاس کرنے والا ہے(3)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں اور دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ کے واسطہ سے ان کے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جس نے سب سے پہلے دین کے معاملہ میں اپنی رائے سے قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو اس نے کہا'' اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ '' جعفر نے کہا: جس نے اپنی رائے سے دین کے معاملہ میں قیاس کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ابلیس کے ساتھ ملا دے گا۔ کیونکہ قیاس کرنے میں اس نے ابلیس کی اتباع اور پیروی کی ہے(4)۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِىْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 150
2۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 74 (888)، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 156
4۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 197، مطبعۃ السعادۃ مصر

WWW.NAFSEISLAM.COM

الْمُنْظَرِيْنَ ⑮

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اتر جا یہاں سے مناسب نہیں ہے تیرے لیے کہ تو غرور کرے یہاں رہتے ہوئے پس نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے بولا مہلت دے مجھے اس دن تک جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تو مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے''۔

ابوالشیخ نے سدی سے فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ تجھے نہیں چاہیے کہ تو یہاں تکبر کرے۔

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑯

''کہنے لگا اس وجہ سے کہ تو نے مجھے (اپنی رحمت سے) مایوس کر دیا میں ضرور تاک میں بیٹھوں گا ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستہ پر''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنة میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ'' کا معنی بیان کیا ہے ''اَضْلَلْتَنِيْ'' اس وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بقیہ کی سند سے حضرت ارطاۃ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اہل طائف میں سے ایک آدمی سے ''فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ'' کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ابلیس پہچان گیا کہ اس پر گمراہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی ہے۔ سو وہ تقدیر پر ایمان لے آیا۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ''صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ'' سے مراد (راہ) حق ہے۔

عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ'' سے مراد مکہ کا راستہ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ'' سے مراد طریق کلمہ ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عون رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح قول نقل کیا ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے: جو ساتھیوں کی جماعت مکہ کی طرف نکلتی ہے ابلیس ان کی تعداد کے برابر ان کے ساتھ اپنے شیاطین تیار کر لیتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں: میں ان کے لیے بیٹھوں گا اور میں انہیں تیرے راستے سے روکوں گا۔

امام احمد، نسائی، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سبرۃ ابن الفاکہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ابن آدم کے لیے شیطان اس کے راستے میں بیٹھا۔ پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 158 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 159

اس کے لیے اسلام کے راستے میں بیٹھا اور کہا: کیا تو اسلام لاتا ہے اور اپنے اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑتا ہے؟ تو اس نے اس کی نافرمانی کی اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ اس کے لیے ہجرت کے راستے میں بیٹھ گیا اور اسے کہا: کیا تو ہجرت کرتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو چھوڑتا ہے۔ بے شک مہاجر اپنی قدرت اور غنا میں گھوڑے کی مثل ہے؟ پس ابن آدم نے نافرمانی کی اور اس نے ہجرت کی۔ پھر وہ ابن آدم کے لیے راہ جہاد میں بیٹھ گیا اور اسے کہا: یہ اپنی جان اور مال کو خرچ کرنا ہے اور تو قتال کرتا ہے۔ کیا تو جنگ کرے گا اور عورت سے نکاح کرے گا اور مال تقسیم کر دے گا؟ تو ابن آدم نے اس کی نافرمانی کی اور جہاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس ان میں سے جس نے ایسا کیا اور مر گیا یا کسی کیڑے نے اسے کاٹا اور وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے (1)۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

"پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (بہکانے کے لیے) ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "کہ میں انہیں آخرت کے بارے شک میں ڈالوں گا" "وَمِنْ خَلْفِهِمْ" "اور دنیا میں ان کی رغبت دلاؤں گا" "وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ" "اور ان پر ان کے دین کا معاملہ مشتبہ کر دوں گا" "وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ" "میں ان کے لیے گناہوں کو پسندیدہ اور ان پر باطل کو آسان کر دوں گا" "وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ" "اور تو ان میں سے اکثر کو موحد نہیں پائے گا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے "پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا بہکانے کے لیے ان کے آگے سے" "یعنی دنیا کی جانب سے" "اور ان کے پیچھے سے" "یعنی آخرت کی جانب سے" "اور ان کے دائیں سے" "یعنی ان کی نیکیوں کی جانب سے" "اور ان کے بائیں سے" "یعنی ان کے گناہوں اور برائیوں کی جانب سے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اس نے انہیں کہا موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، جنت اور دوزخ کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور پیچھے کی جانب سے انہیں امر دنیا کی طرف متوجہ کیا۔ اور امر دنیا کو ان کے لیے خوب مزین اور آراستہ کیا اور انہیں اس کی طرف دعوت دی۔ اور دائیں جانب سے مراد یہ ہے کہ میں نیکیوں کی جانب سے بھی ان کے پاس آؤں گا اور انہیں نیکی کے معاملہ میں غافل اور سست کر دوں گا اور بائیں جانب سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے لیے گناہوں اور برائیوں کو خوب مزین کر کے انہیں ان کی طرف بلائے گا اور معصیت کو اپنانے کا حکم دے گا۔ اے ابن آدم وہ تیرے پاس سامنے کی جانب سے تو آئے گا مگر اوپر کی جانب سے تیرے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 21 (246)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 161

WWW.NAFSEISLAM.COM

پاس نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے درمیان حائل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنۃ میں ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ وہ مِنْ فَوْقِهِمْ (اوپر کی جانب سے) کہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ ان کے اوپر اللہ ہے اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ کیونکہ ان کے اوپر کی جانب سے رحمت نازل ہوتی ہے (1)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا ہے: اے ابن آدم! (شیطان) ہر جہت سے تیرے پاس آتا ہے۔ مگر وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مابین حائل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ بلاشبہ اوپر کی جانب سے صرف رحمت تجھ پر نازل ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابلیس نے کہا: میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اوپر کی جانب سے ان پر رحمت نازل کروں گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ "میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے" یعنی حق کے راستوں سے "اور ان کے پیچھے سے" یعنی باطل کے راستوں سے "اور ان کے دائیں سے" یعنی امر آخرت کی جانب سے "اور ان کے بائیں سے" یعنی دنیا کی جانب سے۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح و شام کبھی بھی یہ دعا نہیں مانگی "اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي، وَاَعُوذُ بِكَ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي" "اے اللہ! آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے اور اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تجھ سے تیری عظمت کے سبب پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نیچے کی جانب سے بہک جاؤں" (2)۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

"فرمایا نکل جا یہاں سے ذلیل (اور) راندہ ہوا۔ جس کسی نے پیروی کی تیری ان سے تو یقیناً میں بھر دوں گا جہنم کو تم سب سے اور اے آدم! رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں اور کھاؤ جہاں سے چاہو اور مت نزدیک جانا اس (خاص) درخت کے ورنہ تم دونوں ہو جاؤ گے اپنا نقصان کرنے والوں سے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "مَذْءُوْمًا" کا معنی مَلُوْمًا یعنی ملامت کیا ہوا اور مَّدْحُوْرًا کا معنی ہے مقیتاً یعنی قابل نفرت۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 163   2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 698 (1902) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ مَذْءُوْمًا کا معنی قابل مذمت اور مَّدْحُوْرًا کا معنی مَنْفِيًّا۔ دھتکارا ہوا، دور ہٹایا ہوا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مَذْءُوْمًا کا معنی مَنْفِيًّا یعنی ذلیل ورسوا اور مَّدْحُوْرًا کا معنی ہے مَطْرُوْدًا۔ دھتکارا ہوا، راندہ ہوا۔

امام ابن منذر، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ مَذْءُوْمًا کا معنی ہے مَعِيْبًا عیب دار۔ اور مَّدْحُوْرًا کا معنی ہے مَنْفِيًّا۔ دھتکارہ ہوا۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ
قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ
تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝٢٠ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝٢١
فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا
يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ
تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝٢٢ قَالَا رَبَّنَا
ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٢٣
قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ ۝٢٤ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝٢٥

”پھر وسوسہ ڈالا ان کے (دلوں میں) شیطان نے تاکہ بے پردہ کردے ان کے لیے جو ڈھانپا گیا تھا ان کی شرم گاہوں سے اور (انہیں) کہا کہ نہیں منع کیا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لیے کہ کہیں نہ بن جاؤ تم دونوں فرشتے یا کہیں نہ ہو جاؤ ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے اور قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں پس شیطان نے نیچے گرا دیا ان کو دھوکہ سے، پھر جب دونوں نے چکھ لیا درخت سے تو ظاہر ہو گئیں ان پر ان کی شرم گاہیں اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے اور ندا دی انہیں ان کے رب نے کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تمہیں اس درخت سے اور کیا نہ فرمایا تھا تمہیں کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لیے اور نہ رحم

فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک (نیز) فرمایا اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو جنت میں ایک درخت سے کچھ کھانے سے منع فرمایا۔ شیطان آیا اور سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا۔ سو اس نے حضرت مائی حوا سے گفتگو کی اور حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا اور کہا: تمہارے رب نے اس درخت کے کھانے سے تمہیں منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ تم فرشتے ہو جاؤ گے یا تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اس نے دونوں کو قسم اٹھا کر کہا کہ میں تم دونوں کو نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں (تمہارے لیے بڑا خیر خواہ ہوں) پس حضرت مائی حوا علیہا السلام نے اس درخت کو کاٹ ڈالا اور درخت سے خون نکل آیا اور ساتھ ہی ان دونوں سے وہ فاخرانہ لباس گر گیا جو پہلے سے ان کے جسموں پر موجود تھا۔ "تو پھر یہ دونوں اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگ گئے اور ان دونوں کو ان کے رب نے ندا دی کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور کیا تمہیں نہ فرمایا تھا کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے"۔ تو نے اس درخت کو کیوں کھایا حالانکہ میں نے تجھے اس سے منع کیا تھا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! مجھے حوا نے کھلایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو فرمایا تو نے آدم کو یہ کیوں کھلایا؟ تو انہوں نے عرض کی: مجھے سانپ نے حکم دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سانپ کو فرمایا تو نے اسے یہ حکم کیوں دیا؟ اس نے عرض کی مجھے ابلیس نے حکم دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ملعون (لعنتی) اور مدحور (دھتکارا ہوا) ہے۔ اے حوا! تجھے ہر چاند میں اسی طرح خون جاری ہوگا جیسے تو نے اس درخت سے نکالا ہے۔ اے سانپ! اپنے پاؤں کاٹ دے پس تو اپنے چہرے کے بل گھسیٹ کر ہی چلے گا۔ اور جو بھی تجھے ملے گا پتھر کے ساتھ تیرا سر کچل دے گا۔ نیچے اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو غنیم سعید بن حدین حضرمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو جنت میں سکونت عطا فرمائی تو آدم علیہ السلام جنت میں گھومنے پھرنے کے لیے نکلے۔ تو ان کی عدم موجودگی کو ابلیس نے غنیمت جانا، پس وہ آیا اور اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں حضرت مائی حوا علیہا السلام تشریف فرما تھیں۔ پس اس نے کانے کی ایک نلی کے ساتھ سیٹی بجائی جسے حضرت مائی حوا نے سنا۔ آپ کے اور اس کے درمیان ستر قبے تھے، ان میں سے بعض بعض کے اندر تھے۔ پس حضرت مائی حوا اس پر جھانکیں۔ وہ مسلسل سیٹی بجاتا رہتا اور سننے والوں نے اس کی مثل لذت شہوت اور سماع کہیں نہیں سنا تھا۔ حتی کہ حضرت مائی حوا کا کوئی عضو باقی نہ رہا مگر اس میں خلجان اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ تو انہوں نے کہا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتی ہوں جو بڑی عظمت و شان والا ہے، اگر تو نے اسے مجھ سے دور نہ کیا تو تو مجھے ہلاک کر دے گا۔ تو اس نے اس کانے کو کھینچا۔ پھر اسے تبدیل کیا، تو ایک دوسری آواز میں سیٹی بجنے لگی، تو اس سے رونا، نوحہ اور حزن و

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 171

ملال برپا ہوگیا۔ سننے والوں نے اس کی مثل آواز نہیں سنی تھی۔ حتیٰ کہ آپ کا دل حزن و بکا کے ساتھ کٹنے لگا۔ تو آپ نے اسے فرمایا: میں تجھے عظمت وشان والے رب کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ تو مجھ سے باز آ جا۔ تو وہ رک گیا۔ پھر آپ نے اس سے کہا: یہ کیا ہے جو تو لایا ہے؟ کہ ایک دفعہ اس نے فرحت وسرور کے ساتھ مجھے پکڑا ہے اور دوسری دفعہ حزن وملال میں مجھے مبتلا کر دیا ہے۔ تو اس نے کہا: میں نے جنت میں تمہارے مقام ومرتبہ اور اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو جو عزت وکرامت عطا فرمائی ہے اس کا ذکر کیا ہے اور میں تم دونوں کے مقام ومرتبہ سے بہت خوش ہوا ہوں۔ پھر میں نے یہ ذکر کیا ہے کہ تم دونوں کو اس سے نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ میں تم دونوں کے لیے رویا اور تم پر حزن وغم کا اظہار کیا۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں نہیں کہا کہ جب تم اس درخت سے کھاؤ گے تو مر جاؤ گے اور جنت سے نکال دیے جاؤ گے؟ اے حوا! میری طرف دیکھ۔ میں اس درخت سے کھاتا ہوں۔ اگر اس سے میں مر گیا یا میری خلقت میں سے کوئی شے بدل گئی تو پھر تم دونوں بھی اس سے نہ کھانا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا بہت بڑا خیر خواہ ہوں۔ سو ابلیس چل پڑا حتیٰ کہ اس درخت کو پا کر اس سے کھا لیا اور ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا اے حوا! میری طرف دیکھ۔ کیا میری خلقت میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی یا کیا میری موت آئی؟ سو وہی کچھ ہوا ہے جس کی خبر میں نے تمہیں دی ہے۔ پھر وہ چلتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

آدم علیہ السلام جب اس جگہ سے واپس آئے جہاں وہ جنت میں گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے حضرت حوا کو انتہائی غمزدہ حالت میں منہ کے بل اوندھا لیٹے ہوئے پایا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میرے پاس انتہائی مشفق ناصح آیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو۔ شاید وہ وہی ابلیس ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ڈرایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: اے آدم! قسم بخدا! وہ اس درخت کی طرف گیا اور اس سے کھایا اور میں اسے دیکھتی رہی، نہ وہ مرا اور نہ اس کے جسم میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی۔ پس وہ مسلسل آپ کو اس کے دھوکے اور مکر میں ڈالتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دونوں اس درخت کی طرف چل پڑے اور آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل پکڑنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو جنت کے تمام درختوں نے آپ کو آواز دی: اے آدم! اس سے نہ کھاؤ۔ کیونکہ اگر تم اس سے کھاؤ گے تو جنت سے نکال دیئے جاؤ گے۔ آدم علیہ السلام نے معصیت کا پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے پھل کو پانے کے لیے درخت کو پکڑ لیا۔ تو درخت لمبا ہونا شروع ہو گیا۔ پھر آپ بھی اپنا ہاتھ بڑھانے لگے۔ تا کہ اسے پکڑ سکیں۔ پھر جب آپ نے اپنا ہاتھ پھل پر رکھا تو وہ سخت ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے معصیت پر ان کے عزم مصمم کو دیکھا۔ تب انہوں نے اس پھل کو پکڑ لیا اور کھا لیا۔ آپ نے وہ پھل حوا کو بھی دیا اور انہوں نے بھی کھا لیا۔ پس اس کے ساتھ ہی ان کے بدن سے جنت کا حسین وجمیل لباس اتر گیا اور ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔ تو وہ بالفور جنت کے پتوں کے ساتھ انہیں ڈھانپنے لگے اور جنت کے پتے ان پر چپٹانے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ دکھائی دے رہا ہے۔

رب کریم نے جنت میں آپ کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے آدم! تو کہاں ہے نکل؟ انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے تیری طرف نکلتے ہوئے حیا آتی ہے۔ رب کریم نے فرمایا: شاید تو نے اس درخت سے کھا لیا ہے جس سے

میں نے تجھے منع کیا تھا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! یہ جسے تو نے میرے ساتھ کر دیا ہے اس نے مجھے بہکا دیا ہے۔ فرمایا: اے آدم! تو کب تک چھپائے گا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ ہر شے میری ہے اے آدم اور مجھ پر کوئی شے مخفی نہیں ہوتی نہ تاریکی میں اور نہ روشنی میں؟ پھر ان دونوں کی طرف فرشتوں کو بھیجا۔ ان کی گردنوں میں کچھ ڈال کر انہیں لایا گیا، یہاں تک کہ انہیں جنت سے باہر نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں ننگا کھڑا کیا گیا اور ابلیس بھی ان کے ساتھ تھا۔ پس اس وقت ابلیس کو ان دونوں کے ساتھ نیچے اتار دیا گیا۔ اور آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے چند کلمات سیکھ لیے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمالی اور ان تمام کو نیچے اتار دیا گیا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْاٰتِهِمَا" کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا دونوں میں سے ہر ایک پر ایک نور غالب تھا۔ جس کے سبب دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی شرم گاہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سو جب دونوں سے لغزش سرزد ہوئی تو وہ نور واپس لے لیا گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ نقل کیا ہے (شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا) تاکہ وہ ان کے لباس کو پھاڑ دے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ ان کی شرم گاہ ہے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کی کتابوں میں پڑھا کرتا تھا اور آدم علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے۔ ان دونوں کا لباس ظفر تھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان دونوں کے پاس ابلیس آیا اور کہا: تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے نہ ہو جاؤ اور اللہ عزوجل کی مثل نہ ہو جاؤ۔ انہوں نے اس کی بات تسلیم نہ کی، حتی کہ وہ سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور پھر ان سے ہم کلام ہوا۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "مَلِكَيْنِ" کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ "مَلَكَيْنِ" کو لام کے فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ یہ ملائکہ سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ نے ملائکہ کی افضلیت کا ذکر کیا ہے کہ ملائکہ کو شکل و صورت، پروں اور عزت و کرامت کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے۔ کہ جنت میں ایک درخت ہے اس کی دو شاخیں ہیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ ملائکہ طواف کرتے ہیں اور دوسری کا ذکر اس قول میں ہے "مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ" یعنی تاکہ تم ان ملائکہ میں سے نہ ہو جاؤ جو اس شاخ کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ آیت پڑھتے "مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 166 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 167

WWW.NAFSEISLAM.COM

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ '' کہ اس نے تم دونوں کو خطا میں ڈالا تا کہ تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ، اس لیے نہیں ڈالا کہ تم ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ۔ اور تمہیں اس میں ہمیشہ موت نہیں آئے گی اور اس نے ان کے لیے قسم کھائی کہ بلاشبہ وہ ان کا بڑا خیر خواہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ '' کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ نہیں مرو گے۔ اور '' وَ قَاسَمَهُمَاۤ '' کے بارے کہا کہ اس نے دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ '' وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ '' کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی یہاں تک کہ اس نے انہیں دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ تحقیق بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ اس نے انہیں کہا: مجھے تم دونوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ پس تم میری اتباع کرو، میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔ قتادہ نے کہا: بعض اہل علم کہا کرتے تھے جس کسی نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دھوکہ دیا ہم اس کے دھوکے میں آ گئے (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک قرات اس طرح ہے '' وَقَاسَمَهُمَا بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ''

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے '' فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ '' کی تفسیر میں کہا پس شیطان نے دونوں کو دھوکے کے ساتھ کمزور کر دیا (یعنی دھوکے میں مبتلا کر دیا)

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ '' فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا '' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے قبل وہ شرم گاہ کو نہیں دیکھتے تھے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر جانور کا لباس اس کا اپنا ہے اور انسان کا لباس ظفر ہے اور آدم علیہ السلام کو ان کے ناخن کے پاس توبہ نے پا لیا۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے سنن میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی مثل تھا۔ پس جب ان دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو ان پر سوائے ناخن کی مثل کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ اور '' وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ '' کے بارے فرمایا کہ وہ انجیر کے پتے اتارتے تھے اور انہیں اپنی شرم گاہوں پر رکھتے تھے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں سکونت عطا فرمائی تو انہیں ناخن کا لباس پہنایا اور جب ان سے لغزش سرزد ہوئی تو ان سے لباس سلب کر لیا اور صرف انگلیوں کے کناروں پر انہیں باقی رکھا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 168 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 169 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 170

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت آدم علیہ السلام کا لباس ناخن کا تھا اور یہ پرندے کے پروں کی مثل تھا۔ جب ان سے لغزش ہوئی تو ان سے ان کا لباس اتر گیا اور زینت اور کئی دیگر منافع کے لیے ناخنوں کو باقی چھوڑ دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لباس یاقوت تھا۔ پس جب ان سے لغزش صادر ہوئی تو وہ سکڑ گیا اور ناخن بن گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد مبارک ساٹھ ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جلد کا باس پہنایا اور ناخن کے ساتھ آپ کی معاونت کی کہ وہ اس کے ساتھ کھجلا سکتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ایسے پیوند لگانے لگے جیسے کپڑے پر لگائے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ وہ دونوں اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپنے لگے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ان پر جنت کے پتے چپٹانے لگے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ ایسی چیزیں پکڑنے لگے جن کے ساتھ اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپ سکتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ" کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! اس نے میرے سامنے تیری قسم کھائی ہے اور میں یہ گمان نہیں کر سکتا کہ تیری مخلوق میں سے کوئی سچ کے سوا بھی تیری قسم کھا سکتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے یعنی وہ گناہ ہے جس کا ارتکاب ہم نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مغفرت فرما دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا...... الآیہ" ہی وہ کلمات ہیں جو آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سیکھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بندۂ مومن جب گناہ میں واقع ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے حیا محسوس کرتا ہے۔ پھر وہ بحمد اللہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ کیا ہے؟ تو وہ یہ جان لیتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرنا ہے اور توبہ کرنے سے کوئی آدمی بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر توبہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کوئی بھی خلاصی اور نجات نہ پا سکے۔ تمہارے جد اعلیٰ (آدم علیہ السلام) سے جب لغزش صادر ہوئی تو توبہ کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

16B

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کریب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بلایا اور فرمایا لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عبد اللہ کی جانب سے تمہارے فلاں عالم کی طرف کہ اس نے "وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ" کے بارے یہ بیان کیا ہے کہ اس کا ٹھکانہ زمین کے اوپر ہے، اس کا ٹھکانہ رحم میں ہے، اس کا ٹھکانہ زمین کے نیچے ہے اور اس کا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں وہ جنت یا جہنم میں جائے گا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

"اے اولاد آدم! بے شک اتارا ہم نے تم پر لباس جو ڈھانپتا ہے تمہاری شرم گاہوں کو اور باعث زینت ہے۔ اور پرہیز گاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں اے اولاد آدم! نہ فتنہ میں مبتلا کر دے تمہیں شیطان جیسے نکالا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے (اور) اتروادیا ان سے ان کا لباس تاکہ دکھلا دے انہیں ان کے پردہ کی جگہیں۔ بے شک دیکھتا ہے تمہیں وہ اور اس کا کنبہ جہاں سے تم نہیں دیکھتے ہو انہیں۔ بلاشبہ ہم نے بنا دیا ہے شیطانوں کو دوست ان کا جو ایمان نہیں لاتے"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد نے فرمایا کہ عرب کے لوگ ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ طواف کے دوران ان میں سے کوئی بھی کپڑا نہیں پہنتا تھا (تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی) اور فرمایا وَرِيْشًا کا معنی مال ہے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت قریش میں سے حمس کے بارے نازل ہوئی اور وہ جو اس کا ماخذ قبائل عرب کو قرار دیتے ہیں اور وہ انصار ہیں یعنی الاوس، خزرج، خزاعہ، ثقیف، بنی عامر بن صعصعہ اور بطون کنانہ بن بکر۔ یہ گوشت نہیں کھاتے تھے، گھروں میں پیچھے کی جانب سے آیا کرتے تھے، وہ بلی اور خرگوش کے بالوں اور دیگر بالوں کا کاروبار نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے، اپنے بچوں کو خوب ساز و سامان پہناتے تھے اور قریش کے علاوہ وہ ننگے بدن طواف کرتے تھے۔ سو جب وہ وہاں آتے تو اپنے وہ کپڑے اتار

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 174

پھینکتے جو پہن کر آتے اور کہتے یہ ہمارے وہ کپڑے ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے رب کی بارگاہ میں گناہوں اور خطاؤں سے پاکیزگی عطا کی ہے۔ پھر وہ قریش کو کہتے: کون ہے جو چادر ہمیں عاریۃً دے سکتا ہے؟ پس اگر وہ نہ پاتے تو پھر ننگے بدن طواف کرتے۔ اور جب اپنے طواف سے فارغ ہوتے تو اپنے وہ کپڑے اٹھالیتے جو انہوں نے رکھے ہوتے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا لباس سے مراد کپڑے ہیں، وَرِيْشًا سے مراد مال اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن علی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لباس سے مراد عام لباس ہے، وَرِيْشًا سے مراد زیب وزینت کا لباس ہے اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد اسلام ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَرِيْشًا سے مراد مال، لباس، عیش اور نعمتیں ہیں اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد ایمان اور عمل صالح ہے اور فرمایا ''ذٰلِكَ خَيْرٌ'' یعنی ایمان اور عمل صالح ریش اور لباس سے بہتر اور افضل ہے(2)۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ریاش سے مراد مال ہے(3)۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نیا کپڑا پہنتے تھے تو آپ یہ دعا مانگتے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ''(4)

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: ریاش سے مراد جمال (خوبصورتی) ہے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: کہ ارشاد خداوندی ''وَرِيْشًا'' کے بارے مجھے کچھ بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: ریاش سے مراد مال ہے: انہوں نے عرض کی۔ کیا اہل عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

فرشنی بخیر طال ماقد بریتنی وخیر الموالی من یریش ولایبری

''پس اس نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا جب کہ تو نے مجھے ذلیل ورسوا کیا۔ بہترین دوست وہ ہے جو مال عطا کرتا ہے اور ذلیل ورسوا نہیں کرتا''۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: لباس سے مراد لباس ہی ہے اور لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے لیے) لباس اتارا اور پھر فرمایا بہتر اور اچھا لباس تقویٰ ہے(5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے لِبَاسُ التَّقْوٰى کو مرفوع پڑھا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 174,76,78 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 77-176 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 175
4۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 58-157، دار صادر بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 179

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے ریشا کو بغیر الف کے اور لِبَاسُ التَّقْوٰى کو مرفوع پڑھا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''وریاشا'' پڑھتے سنا ہے اور آپ نے وَرِيْشًا نہیں کہا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ''رِیَاشًا'' پڑھا ہے(1)۔

امام ابوعبید، عبد بن حمید، حکیم ترمذی، ابن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معبد الجہنی رحمہ اللہ نے کہا لباس التقویٰ سے مراد حیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى'' پس لباس وہ ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور وہ تمہارے لباس ہیں۔ ریاش سے مراد سامان معاش ہے اور لباس التقویٰ سے مراد حیا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے ''لِبَاسُ التَّقْوٰى'' کے بارے یہ قول نقل کیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اپنی شرم گاہ کو چھپاتا ہے۔ یہی تقویٰ کا لباس ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''لِبَاسُ التَّقْوٰى'' کے بارے عکرمہ نے کہا: اس سے مراد وہ لباس ہے جو قیامت کے دن متقی لوگوں کو پہنایا جائے گا اور یہ اس لباس سے بہتر ہے جو دنیا والے پہنتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مراد چہرے میں حسین خاموشی کا ہونا ہے(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس بندے نے خیر یا شر کا کوئی عمل کیا اسے اپنے عمل کی چادر (لباس) پہنائی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ اسے پہچان لیں گے اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ہے ''وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ...... الآیہ''

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا، وہ فرما رہے تھے: اے لوگو! ان مخفی اور پوشیدہ کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ''قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے! کسی نے بھی کوئی عمل کبھی چھپ کر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی چادر اعلانیہ اسے پہنائے گا۔ اگر اس نے اچھا عمل کیا تو اسے اچھی چادر پہنائی جائے گی اور اگر برا عمل کیا تو اسے برائی کی چادر پہنائی جائے گی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آپ نے رِيْشًا کی بجائے ''رِیَاشًا'' کہا اور ''وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ'' کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد حسین خاموشی ہے(4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا، لباس سے مراد کپڑے، ریاش سے مراد مال اور لباس التقویٰ سے مراد ایمان ہے۔ اور ذٰلِكَ خَيْرٌ کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ لِبَاسُ التَّقْوٰى بہتر ہے مال سے اور اس لباس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 175　2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 174　3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 177　4۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

سے جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپ لیتا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ''یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا'' میں لباس سے مراد تقویٰ لیا ہے اور ''اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ'' کی تفسیر میں کہا کہ بے شک جن اور شیاطین تمہیں دیکھتے ہیں(2)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابن منبہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ''یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا'' میں لباس سے مراد نور ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وَ قَبِیْلُهٗ سے مراد اس کی نسل ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ ''اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ'' کا مفہوم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے: قسم بخدا! بلاشبہ دشمن تجھے ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ انتہائی سخت اذیت دینے والا ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

ابوالشیخ نے مجاہد سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اس نے یہ درخواست کی کہ وہ دیکھتا رہے لیکن اسے نہ دیکھا جائے اور وہ تحت الثریٰ سے نکل جائے اور جب اسے بڑھاپا آجائے تو وہ پھر جوانی کی طرف لوٹ جائے تو اس کی یہ درخواست قبول کرلی گئی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مطرف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر آدمی شکار کو دیکھ لے اور شکار اسے نہ دیکھے تو وہ اسے دھوکہ دے سکتا ہے اور کیا قریب نہیں کہ وہ اسے پکڑ لے؟ لوگ کہتے: کیوں نہیں۔ تو پھر وہ کہتے: بلاشبہ شیطان ہمیں دیکھتا ہے اور ہم اسے نہیں دیکھ سکتے اور وہ ہم پر حملہ آور ہوتا ہے(3)۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم میں سے کسی آدمی کے ذہن میں شیطان کے بارے خیال آیا یہاں تک کہ وہ اسے دیکھنے لگا۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے دور نہ ہٹے اور قدم آگے بڑھاتا رہے۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوف زدہ رہنے والا ہے جتنا کہ تم اس سے رہتے ہو۔ لہٰذا اگر وہ اس سے پیچھے ہٹا تو وہ اس پر سوار ہو جائے گا اور اگر قدم آگے بڑھایا تو وہ اس سے بھاگ جائے گا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ میں اس کے ساتھ آزمایا گیا یہاں تک کہ میں اسے دیکھنے لگ گیا۔ تو مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول یاد آگیا، پس میں قدم آگے بڑھاتا گیا تو وہ بھاگ گیا۔

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں کہا ہے کہ حضرت نعیم بن عمر رحمہ اللہ نے کہا: جن شیاطین کو انسانوں کی طرح نہیں دیکھ سکتے۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۲۸

''اور جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی کا کام (تو) کہتے ہیں پایا ہم نے ایسا ہی کرتے ہوئے اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے بھی ہمیں حکم دیا اس کا۔ آپ فرمادیجئے بے شک اللہ حکم نہیں دیتا بے حیائیوں کا کیا ایسی بات لگاتے ہو اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 179
2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 82-181
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 179 (35134)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

پر جو تم نہیں جانتے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن سے کرتے تھے۔ تو اس آیت میں انہیں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کی بے حیائی یہ تھی کہ وہ بیت اللہ کے اردگرد ننگے بدن طواف کرتے تھے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: عرب کا ایک قبیلہ اہل یمن میں سے تھا، وہ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ سو جب انہیں کہا گیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم نے ایسا ہی کرتے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مشرک مرد دن کے وقت بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے اور عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں اور وہ یہ کہتے تھے ہم نے اسی طریقہ پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی کا ہمیں حکم دیا ہے۔ پس جب اسلام اور اس کے اخلاق کریمانہ کا ظہور ہوا تو انہیں اس سے روک دیا گیا۔

امام عبد بن حمید نے اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی بندے کو اپنی معصیت اور نافرمانی پر عزت واکرام عطا نہیں کیا، نہ وہ اس کے سبب کسی سے راضی ہوا ہے اور نہ ہی اس نے اس کا حکم دیا ہے۔ بلکہ وہ اپنی اطاعت کے سبب تم سے راضی ہوتا ہے اور اس نے تمہیں اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

"آپ فرمایئے حکم دیا ہے میرے رب نے عدل وانصاف کا اور سیدھا کرو اپنے چہرے (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت اور عبادت کرو اس کی اس حال میں کہ تم خالص کرنے والے ہو اس کے لیے عبادت کو جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا تھا تمہیں ویسے ہی تم لوٹو گے ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت دے دی اور ایک گروہ ہے کہ مقرر ہو گئی ان پر گمراہی انہوں نے بنالیا شیطانوں کو (اپنا) دوست اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 183 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 182 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 183

اللہ نے فرمایا " بِالْقِسْطِ " " کا معنی عدل ہے (یعنی آپ فرمائیے میرے رب نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے) اور " وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ " کی تفسیر میں فرمایا: ہر نماز کے وقت تم اپنے چہرے سیدھے کعبہ معظمہ کی طرف کرو جہاں بھی تم نماز پڑھو چاہے کنیسہ (عیسائیوں کی عبادت گاہ) میں ہو یا کسی اور جگہ۔ اور " كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ " کی تفسیر میں فرمایا: جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا شقی یا سعید ویسے ہی تم لوٹو گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ " وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ " کی تفسیر میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں تم دین کو اسی طرح خالص کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں پہلے آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا فرمایا۔ اس طرح کہ اس نے انہیں اسلام پر پیدا فرمایا۔ لہٰذا تم عبادت کے لیے اسی کو پکارو۔ کسی غیر کو مت پکارو۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم ارشاد فرمایا کہ وہ دین، عبادت اور عمل کو اسی کے لیے خالص کریں اور پھر اپنے چہرے کو بیت الحرام (کعبہ معظمہ) کی طرف متوجہ کریں۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ " كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ...... " کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں بنی آدم کو مومن اور کافر پیدا فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے " هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ " (التغابن: 2) " وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں "۔ پھر وہ انہیں قیامت کے دن لوٹائے گا اس طرح جیسا کہ اس نے انہیں ابتدا میں مومن اور کافر پیدا کیا تھا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہیں اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ تھے یعنی مومن کو حالت ایمان پر اور منافق کو اپنے نفاق کی حالت پر اٹھایا جائے گا (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ " كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ " کی تفسیر میں محمد بن کعب نے کہا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہدایت اور سعادت مندی پر پیدا فرمایا ہے اسے وہ اسی کی طرف پھیر دے گا جس پر اسے پہلے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ جادوگروں سے کیا کہ پہلے ان کی تخلیق ہدایت اور سعادت مندی پر کی۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو کر فوت ہوئے۔ اور جیسا کہ ابلیس کے ساتھ کیا کہ ابتدا سے ہی اس کی تخلیق کفر اور گمراہی پر کی اور وہ ملائکہ کے ساتھ ان جیسے عمل کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے کفر کی طرف لوٹا دیا جس پر اسے پہلے پیدا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا " وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ " (البقرہ: 34) " اور (داخل) ہو گیا وہ کفار (کے ٹولہ) میں " (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ " كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ " کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے اسی طرح تم لوٹو گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا ہے حالانکہ تم کوئی شے نہیں تھے اور اس نے تمہیں وہ حیات عطا فرمائی۔ اسی طرح وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 86-184 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 185 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 186

WWW.NAFSEISLAM.COM

تمہیں موت دے گا پھر قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی ارشاد کے بارے میں حضرت ربیع بن انس سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا فرمایا اور مٹی کی طرف ہی وہ لوٹیں گے۔ انہوں نے فرمایا: اس میں حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جسے مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے اور اس نے مٹی کی طرف ہی لوٹنا ہے اس کے لیے فخر پسندیدہ نہیں۔ جو آج زندہ ہے اور کل مر جائے گا اس کے لیے تکبر زیبا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تکبر کرنے والوں کو یہ وعید سنائی ہے کہ وہ انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ضعف اور کمزوری کا اظہار کرنے والوں کو بلند فرمائے گا اور فرمایا "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" (طٰہٰ) "اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اس سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر"۔ پھر فرمایا فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم مرو گے اس حال میں کہ ہدایت یافتہ یہ گمان کر رہا ہوگا کہ وہ ہدایت پر ہے اور غنی (دولت مند) یہ گمان کر رہا ہوگا کہ وہ ہدایت پر ہے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت اس کے لیے سب ظاہر ہو جائے گا۔ اسی طرح تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اسی کا ذکر اس ارشاد میں ہے "وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ" (اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم لوٹو گے اس حالت پر جس پر تمہارے ہونے کے بارے لکھا جا چکا ہے "فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ" (2)

امام ابو الشیخ نے حضرت عمر بن ابی معروف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: قول باری تعالیٰ "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کے بارے مجھے ایک ثقہ آدمی نے بتایا ہے کہ تم اس طرح غیر مختون لوٹو گے جیسا کہ اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔

امام ابو الشیخ نے مقاتل بن وہب عبدی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کی تاویل اس امت کے آخر میں ظاہر ہوگی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الضعفاء میں حضرت عبد الغفور بن عبد العزیز بن سعید الانصاری رحمہ اللہ سے اور انہوں نے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلق کثیر کی صورتیں مسخ کر دے گا اور بے شک انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس نے میرے ساتھ تمسخر کیا۔ لہٰذا وہ اس کی شکل کو مسخ کر دے گا۔ پھر اسے قیامت کے دن انسان بنا کر اٹھائے گا جیسا کہ وہ فرما رہا ہے "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" پھر اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 187 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 186

''اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ نہیں پسند کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو''۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ عورتیں ننگے بدن طواف کرتی تھیں۔ مگر یہ کہ کوئی عورت اپنی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیتی اور یہ کہتی۔

اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْكُلُّهٗ وَمَا بَدَامِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

''آج اس کا بعض یا کل ظاہر ہو رہا ہے اور جو اس سے ظاہر ہے میں اسے حلال قرار نہیں دیتی'' (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم ان کپڑوں میں اس کا طواف نہیں کریں گے جو گناہوں سے آلودہ ہیں۔ سو ایک عورت آئی، اس نے اپنے کپڑے اتار پھینکے اور طواف کیا اور اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ لیا اور کہا:

اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْكُلُّهٗ فَمَا بَدَامِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

تو اس وقت یہ آیت ''خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' سے لے کر ''وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ'' تک نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زینت کا حکم دیا اور زینت سے مراد لباس ہے اور لباس وہ ہوتا ہے جو شرم گاہ کو ڈھانپ لیتا ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ محض کپڑے اور سامان کی نفاست ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے زِیْنَتَكُمْ کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ اس سے مراد ہر وہ شے ہے جو شرم گاہ کو ڈھانپ سکے اگرچہ وہ چوغہ ہی ہو (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا زینت سے مراد کپڑے ہیں (4)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسی چوڑی چادر جو جسم کو ڈھانپ لے وہ بھی زینت میں سے ہے (5)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف برہنہ حالت میں کرتے تھے۔ وہ گھروں میں پچھواڑے کی جانب سے آتے تھے اور پچھوڑے سے ہی ان میں داخل ہوتے تھے۔ وہ قریش کے ایک قبیلے کے لوگ تھے جنہیں حمس کہا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 189 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 190 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 189 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 192

WWW.NAFSEISLAM.COM

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب کے کچھ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ حتی کہ اگر کوئی عورت بیت اللہ شریف کا طواف کرتی تو وہ بھی برہنہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ رات کے وقت ننگے بدن طواف کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے کپڑے پہن لیں اور برہنہ نہ رہیں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب جب حج کرتے تھے تو وہ حرم کے قریب پڑاؤ کرتے، اپنے کپڑے اتار دیتے اور اپنی چادریں رکھ لیتے اور مکہ مکرمہ میں بغیر چادر کے داخل ہوتے۔ مگر ان میں سے جس آدمی کا کوئی دوست حمس میں سے ہوتا، تو وہ اسے کپڑے عاریۃً دے دیتا اور اپنی جانب سے کھانا بھی کھلاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطا رحمہ اللہ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل یمن کا ایک قبیلہ تھا، وہ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ مگر ان میں سے کئی ایک جو مکہ کے باسیوں سے چادریں عاریۃً لے لیتے اور وہ ان میں طواف کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ریشم و دیباج پہننے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ وہ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ جب وہ آتے تو کپڑے مسجد سے باہر رکھ دیتے تھے اور پھر مسجد میں داخل ہوتے۔ جب کوئی آدمی کپڑے پہن کر مسجد میں داخل ہوتا تو اسے مارا جاتا اور اس سے کپڑے کھینچ لیے جاتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ''يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''

امام ابن عدی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کا لباس پہن لیا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: نماز کا لباس کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے جوتے پہن لو اور انہی میں نماز پڑھ لو (3)۔

امام عقیلی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ '' کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے جوتوں میں نماز پڑھا کرو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 190 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 191

3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 6، صفحہ 313، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جن چیزوں کے سبب افضلیت اور کرامت عطا فرمائی ہے ان میں سے ایک ان کا حالت نماز میں اپنے جوتے پہنے رکھنا ہے۔

امام ابوداؤد اور حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو۔ کیونکہ وہ موزے اور جوتے پہن کر نماز نہیں پڑھتے (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اپنے جوتے اتار دے تو وہ ان کے ساتھ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اسے چاہیے کہ وہ انہیں اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے یا پھر انہیں پہن کر ہی نماز پڑھ لے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (2)۔

امام ابویعلی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا "نماز کا لباس جوتے ہیں" (زَیْنُ الصَّلٰوۃِ الْحِذَاءُ) (3)

امام بزار رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو اور اپنے جوتے پہن کر نماز پڑھو۔ کیونکہ وہ موزے اور جوتے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوتے پہن کر نماز پڑھنا تکمیل نماز کے ذرائع میں سے ہے (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے سفید ریش بوڑھوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے گروہ انصار! (بالوں کو) سرخ اور زرد رنگ کر لو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب پائجامہ پہنتے ہیں اور وہ چادر نہیں باندھتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پائجامہ بھی پہنو اور چادر بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم موزے پہنو اور جوتے بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالف کرو (5)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین پاک میں نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں (6)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 391 (956) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً (957)
3۔ مسند ابویعلی، جلد 1، صفحہ 247 (528) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 189 (2249) دار الفکر بیروت
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 264، دار صادر بیروت
6۔ صحیح بخاری، باب الصلوٰۃ فی النعال، جلد 1، صفحہ 151، دار ابن کثیر دمشق

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے میری توجہ ابن الکواء اور ان کے ساتھیوں کی طرف دلائی اور اس وقت میں باریک قمیص اور حلہ پہنے ہوئے تھا۔ تو انہوں نے مجھے کہا تو ابن عباس ہے اور اس قسم کے کپڑے پہنتا ہے؟ تو میں نے کہا: سب سے پہلی دلیل جس کے سبب میں تم سے مباحثہ کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ'' (الاعراف:32)'' آپ فرمائیے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے''۔ اور مزید فرمایا ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں کے مواقع پر یمنی چادر پہنا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حروریہ نکلے، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے کہا: اس قوم کے پاس آؤ۔ میں نے یمنی حلوں میں سے خوبصورت ترین حلہ پہنا اور ان لوگوں کے پاس آیا۔ تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! تیرا آنا مبارک، خوش آمدید، یہ حلہ کیسا ہے؟ میں نے کہا: کیا اس کے سبب تم مجھے عیب دے رہے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی احسن اور خوبصورت حلہ پہنے ہوئے دیکھا ہے(1)۔

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے کپڑے پہن لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے لیے لباس پہنا جائے اور اگر اس کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو اسے چاہیے کہ نماز پڑھتے وقت چادر باندھ لے۔ اور تم میں سے کوئی بھی حالت نماز میں یہودیوں کی مثل پوری طرح چادر میں نہ لپٹ جائے(2)۔

امام شافعی، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو بھی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہیں پڑھنی چاہیے کہ کپڑے کا کوئی حصہ کندھوں پر نہ ہو (یعنی حالت نماز میں کندھے ننگے نہیں ہونے چاہئیں)(3)

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی لحاف (بستر کی چادر) میں نماز پڑھے جسے وہ پہنے ہوئے نہ ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی پائجامہ میں نماز پڑھے اور اپنے اوپر چادر نہ لیے ہوئے ہو(4)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوبصورت ترین لباس جسے پہن کر تم اپنی قبور اور مساجد میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو وہ سفید لباس ہے(5)۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی رحمہم اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید لباس پہنو۔ کیونکہ یہ

1۔ سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، جلد 2، صفحہ 559، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 236، دارالفکر بیروت

3۔ سنن ابوداؤد، جلد 3، صفحہ 153 (607) مکتبۃ الرشد الریاض

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 165 (617)

5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 166 (3568) دارالکتب العلمیہ بیروت

سب سے بہتر اور افضل کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو انہی کپڑوں میں کفن دو(1)۔

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ وہ انتہائی پاکیزہ اور طیب ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے(2)۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میں گھٹیا سے کپڑے پہنے ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام سبھی قسم کا مال عطا فرمایا ہے۔ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے تو پھر تجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر دکھائی دینا چاہیے(3)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت وفضل کا اثر دکھائی دے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے(4)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے یہ پسند ہے کہ میرے کپڑے دھلے ہوئے ہوں، میرے سر کو تیل لگا ہوا ہو، میرے جوتوں کے تسمے نئے ہوں۔ اس طرح اس نے کئی چیزوں کا ذکر کیا حتی کہ اپنے کوڑے کی محبت اور تعلق کا ذکر بھی کیا۔ عرض کی یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ سب کبر میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ یہ سب جمال اور حسن ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور تکبر حق سے جاہل ہونا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے(5)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن مکیث رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی وفد کے پاس تشریف لاتے تو آپ حسین ترین لباس زیب تن فرماتے اور اس کا حکم اپنے صحابہ کرام کو بھی ارشاد فرماتے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو، اپنے پالانوں کو درست کرلو اور اپنے لباس کو صحیح کرلو، یہاں تک کہ تم لوگوں میں اس طرح ہوجاؤ گویا تم ہی سردار ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فحش اور تفحش (بدعملی)

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 165 (3566) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (3567)

3۔ سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، جلد 2، صفحہ 562، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

4۔ سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 114 (2819) دارالکتب العلمیہ بیروت 5۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 399، دار صادر بیروت

کو پسند نہیں فرمایا۔ رہا یہ ارشاد ربانی ''وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا ...... الآیہ'' (1)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کھانا پینا حلال قرار دیا ہے جب تک اس میں فضول خرچی اور کبر و نخوت نہ ہو (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کھانا پینا حلال قرار دیا ہے جب تک اس میں فضول خرچی یا کبر و خود پسندی نہ ہو (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کھانے پینے میں فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ''لَا تُسْرِفُوْا'' کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تم کپڑوں اور کھانے پینے کی اشیاء میں فضول خرچی نہ کرو۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: تم حرام نہ کھاؤ۔ یہ اسراف ہے (4)۔

امام عبد بن حمید، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے یہ حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو، بشرطیکہ اس میں کبر و نخوت اور فضول خرچی نہ ہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کا اثر ظاہر ہو (5)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا، کہ میں نے ایک دن میں دو بار کھایا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو پسند کرتی ہے کہ پیٹ کی خواہش کی تکمیل کے سوا تیرا کوئی شغل (اور مصروفیت) نہ ہو؟ ایک دن میں دو بار کھانا اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے (6)۔

امام ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ اسراف میں سے یہ ہے کہ تو اپنی چاہت کی ہر شے کھائے (7)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے۔ تب ان کے پاس گوشت پڑا تھا تو آپ نے فرمایا: یہ گوشت کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی: مجھے اس کی طلب اور چاہت ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا جب بھی تجھے کسی شے کی چاہت ہوگی تو اسے کھائے گا؟ کسی بندے کے اسراف کے لیے یہی کافی ہے کہ جب اسے کسی شے کی خواہش پیدا ہو تو وہ اسے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 180، دار صادر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 192 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 193 5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 185 (3605) دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 26 (6540) دار الکتب العلمیہ بیروت 7۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 55 (3352)

کھائے۔(كَفٰى بِالْمَرْءِ: اِسْرَافًا اَنْ يَّاْكُلَ كُلَّمَا اشْتَهٰى)

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کھا جو تو چاہے، پی جو تیری چاہت ہو اور پہن جو تیری خواہش ہو۔ مگر دو چیزیں تجھے گمراہ کر دیں گی فضول خرچی اور کبر و عجب (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا: اسراف میں سے یہ ہے کہ انسان ایسا لباس پہنے اور ایسی چیز کھائے اور پیے جس کی طاقت اس میں نہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا مال میں اسراف کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے حلال مال عطا فرمائے اور تو اسے ایسی حرام (اشیاء) میں خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کی ہیں (2)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ (زیادہ) کھانا کھانا ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دنیا میں لوگوں میں سے جو آدمی جتنا زیادہ سیر ہو کر کھائے گا قیامت کے دن وہ اتنا زیادہ بھوکا رہے گا (3)۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ڈکار لیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ڈکار ہم سے روک لو۔ کیونکہ قیامت کے دن وہ آدمی اتنا ہی زیادہ بھوکا رہے گا جتنا دنیا میں زیادہ سیر ہوگا (4)۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، ابن السنی رحمہم اللہ نے الطب میں، حاکم، ابونعیم رحمہ اللہ نے الطب میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر کوئی برا برتن نہیں بھرا۔ اس کے لیے اتنے لقمے کافی ہیں جو اس کی صلب (ریڑھ کی ہڈی) کو قائم اور سیدھا رکھیں اور اگر بہت ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی اپنے نفس کے لیے ہو۔ ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ صحیح ہے (5)۔

امام ابن سنی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے طب نبوی میں حضرت عبد الرحمٰن بن مرقع سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی برتن پیدا نہیں کیا کہ جب وہ بھر جائے تو پیٹ سے بڑھ کر برا ہو۔ پس اگر ضروری ہو تو تم اس کا ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی ہوا کے لیے بنا لو۔

امام ابن السنی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بیماری کی اصل بدہضمی ہے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 331، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 54 (3351)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً (3350)
5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 367 (7945) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن السنی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھانے پینے سے پیٹ کو بھرنے سے بچو۔ کیونکہ یہ جسم کو فاسد کر دیتا ہے بیماری کا وارث بنا دیتا ہے، نماز سے سست اور غافل کر دیتا ہے۔ لہٰذا کھانے پینے میں تم پر میانہ روی لازم ہے۔ کیونکہ یہ جسم کی اصلاح کرتی ہے، فضول خرچی سے محفوظ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ موٹے جسم والے عالم کو ناپسند کرتا ہے اور آدمی ہرگز ہلاک نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی شہوت کو اپنے دین پر غالب کر دے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ارطاۃ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس بہت ماہرین طب جمع ہوئے تو اس نے ان سے پوچھا: معدے کے علاج کی اصل کیا ہے؟ تو حاضرین میں سے ہر آدمی نے اپنی بات کہی مگر ان میں سے ایک آدمی خاموش رہا، جب وہ سب گفتگو سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے اسے کہا: تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے کہا انہوں نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے اور یہ تمام کی تمام کچھ نہ کچھ فائدہ دیتی ہیں۔ لیکن ان کا سہارا اور بنیاد تین چیزیں ہیں تو کبھی کھانا نہ کھا مگر تب جب کھانے کی طلب شدید ہو اور جو گوشت تیرے لیے پکایا جائے اسے تو نہ کھا یہاں تک کہ تو اسے اچھی طرح پکا لے اور کبھی بھی کوئی لقمہ نہ نگل یہاں تک کہ تو اسے اچھی طرح چبا لے۔ تو ان صورتوں میں معدے پر کوئی مشقت اور بوجھ نہیں پڑے گا(1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم بن علی موصلی رحمہ اللہ نے کہا ہے: تمام کلام سے چار ہزار کلمات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے چار سو کلمات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے چالیس کلمات ذکر کیے گئے ہیں اور پھر ان تمام کو چار کلمات میں محصور کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے پہلا قول یہ ہے کہ تو عورتوں پر کبھی اعتماد نہ کر، دوسرا یہ ہے کہ تو معدے میں وہ چیز نہ ڈال جسے ہضم کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ تیسرا یہ ہے کہ مال تجھے دھوکہ نہ دے اور چوتھا قول یہ ہے کہ تیرے لیے اتنا علم کافی ہے جس سے تو نفع حاصل کر سکے۔ (اَوَّلُهَا لَا تَثِقَنَّ بِالنِّسَاءِ وَالثَّانِيَةُ لَا تَحْمِلْ مَعِدَتَكَ مَالَا تُطِيقُ وَالثَّالِثَةُ لَا يَغُرَّنَّكَ الْمَالُ وَالرَّابِعَةُ يَكْفِيكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا تَنْتَفِعُ بِهِ)(2)

امام ابو محمد الخلال رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے بیماری کی شکایت کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے عائشہ! دوا کو لازم پکڑو۔ معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور بدن کو وہی چیز دو جس کا وہ عادی ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن محب رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ معدہ جسم کا حوض ہے اور رگیں اسی میں کھلتی ہیں۔ پس جو اس میں صحت کے ساتھ وارد ہوگا وہ صحت کے ساتھ واپس جائے گا اور جو بیماری کے ساتھ اس میں داخل ہوگا وہ بیماری کے ساتھ اس سے نکلے گا(3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 65 (5793) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 66 (5794)

3۔ ایضاً، (5795)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں، ابن سنی اور ابونعیم نے طب نبوی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے۔ تمام رگیں اس میں داخل ہوتی ہیں۔ سو جب معدہ صحیح ہوگا رگیں صحت کے ساتھ نکلیں گی اور جب معدہ فاسد ہوگا تو رگیں بیماری کے ساتھ نکلیں گی (1)۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳۲

"آپ فرمائیے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے اور (کس نے حرام کیے) لذیذ پاکیزہ کھانے۔ آپ فرمائیے یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں اس دنیوی زندگی میں بھی (اور) صرف انہیں کے لیے ہیں قیامت کے روز یونہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) جانتے ہیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قریش بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے، اس حال میں کہ وہ برہنہ ہوتے، سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ" اور انہیں کپڑے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا اور قول باری تعالیٰ "قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: کہ اہل ایمان ہی دنیا میں ان چیزوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کے سبب ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

امام وکیع رحمہ اللہ نے الغرر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا مقانع القز کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس سے مراد زینت کی وہ تمام چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الآیہ کے بارے حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مشرکین دنیا کی رونقوں اور خوبیوں میں مومنین کے ساتھ شریک ہیں اور قیامت کے دن یہ صرف مومنین کے لیے ہوں گی، مشرکین کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد چربی، گوشت اور گھی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ایک قوم تھی جس کے لوگ بکری کا گوشت، دودھ اور گھی حرام قرار دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 66 (5796) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

B

الرِّزْقِ ‘‘اور کہا زینت سے مراد کپڑے ہیں۔

عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ’’وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ‘‘ کی تفسیر میں حضرت قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد وہ اموال ہیں جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے کپڑے اور کئی دیگر ایسی چیزیں اپنے اوپر حرام کر رکھی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ’’قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا‘‘ (یونس: 59) ’’آپ فرمایئے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا پس بنالیا ہے تم نے اس سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال‘‘۔ اور اسی کے بارے یہ آیت نازل فرمائی ’’قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا‘‘ یعنی دنیوی زندگی میں لذیذ اور پاکیزہ کھانوں میں مسلمان کفار کے ساتھ شریک ہیں۔ پس انہوں نے پاکیزہ اور لذیذ کھانے کھائے، عمدہ کپڑے پہنے اور صالح عورتوں سے نکاح کیے۔ پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ ان طیب اور پاکیزہ چیزوں کو صرف اہل ایمان کے لیے خالص کردے گا اور مشرکین کے لیے وہاں کوئی شے نہیں ہوگی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زینت کو قیامت کے دن صرف ان کے لیے خاص کردیا جائے گا جو دنیا میں ایمان لائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حجاج بن یوسف کو خَالِصَةٌ کو مرفوع پڑھتے سنا ہے۔ عاصم نے کہا: حجاج نے اس کا اعراب نہیں دیکھا اور عاصم نے اسے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

’’آپ فرمایئے بے شک حرام کردیا ہے میرے رب نے سب بے حیائیوں کو جو ظاہر ہیں ان سے اور جو پوشیدہ ہیں اور (حرام کردیا) گناہ کو اور سرکشی کو بغیر حق کے اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ جس کے لیے نہیں اتاری اللہ نے کوئی سند اور یہ کہ تم کہو اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے ہو‘‘۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں مَا ظَهَرَ سے مراد ننگا ہونا ہے اور مَا بَطَنَ سے مراد زنا ہے۔ وہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 194 2۔ ایضاً

تفسیر اسلام WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت مند کوئی نہیں، اسی لیے اس نے تمام بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے جو ان سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں کوئی آدمی اپنی عورت کے ساتھ دیکھ لوں تو میں بالیقین اسے تلوار کے ساتھ مار ڈالوں۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو، قسم بخدا! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سب بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور کوئی آدمی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت رکھنے والا نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ غیرت رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں بالیقین غیرت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت کرتا ہے، اپنی غیرت کے سبب ہی اس نے تمام بے حیائیوں سے روک دیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد بغیر پردہ کے غسل کرنا ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں حد کو پہنچ گیا ہوں سو آپ مجھے حد لگائیے۔ (یعنی مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا ہے جس کے سبب مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے آپ حد لگا دیجئے) تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور غضب کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سب بے حیائیوں کو تم پر حرام کر دیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔ پس جو ان میں سے کسی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ستر (پردے) کے ساتھ اسے ڈھانپ لے۔ کیونکہ جو کوئی ان میں سے کوئی شے ہمارے پاس اٹھا کر لائے گا تو اس پر سزا ہو گی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں انتہائی غیور (بہت زیادہ غیرت کرنے والا) ہوں اور ابراہیم علیہ السلام بھی غیور تھے اور ہر آدمی کو غیرت پر ابھارا جاتا ہے مگر جس کا دل الٹا کر دیا جائے (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا "اَلْاِثْمَ" سے مراد معصیت اور ظلم ہے۔ فرمایا: اگر تو لوگوں پر بغیر حق کے ظلم و زیادتی کرے گا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 381، دار صادر بیروت　2۔ صحیح بخاری، جلد 4، صفحہ 371 (7261) دار الفکر بیروت

3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 7، صفحہ 379 (13515)، المجلس العلمی بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب الغیرۃ و ما فیھا، جلد 4، صفحہ 53 (17713) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

''اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے، سو جب آجائے ان کا مقررہ وقت تو نہ وہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں ایک لمحہ اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ، خطیب رحمہم اللہ نے تالی التلخیص میں اور ابن النجار رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمر کی زیادتی کا تذکرہ کیا اور کہا جو آدمی صلہ رحمی کرتا ہے اس کی موت مؤخر کردی جاتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کی عمر میں زیادتی نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے'' فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ '' لیکن وہ آدمی جس کی اولاد نیک اور صالح ہوتی ہے تو وہ اس کے بعد اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اس تک پہنچا دیتا ہے۔ پس یہی وہ شے ہے جو اس کی مدت میں تاخیر کر دیتی ہے اور ایک روایت میں لفظ یہ ہیں کہ قبر میں ان کی دعا اس سے جا ملتی ہے اور یہی عمر کے زیادہ ہونے کا مفہوم ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی عروبہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حسن کہا کرتے تھے کتنی احمق ہے وہ قوم جو یہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کی عمر طویل کر۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے'' فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ سے دعا کرتے تو ان کی موت مؤخر کر دی جاتی۔ تب آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا'' فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ '' تو حضرت کعب نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے'' وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ '' (فاطر: 11)'' اور نہ لمبی زندگی دی جاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم رکھی جاتی ہے کسی کی عمر مگر (اس کی تفصیل) کتاب میں درج ہے''۔ زہری نے کہا: ہر آدمی کی عمر لکھی ہوئی ہے۔ سو یہ معلوم ہوا کہ جب تک موت کا مقررہ وقت نہ آئے تو اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے اسے مؤخر کر دیتا ہے اور اس میں کمی کر دیتا ہے۔ اور جب ان کا مقررہ وقت آجائے تو نہ وہ ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا، جب ہم اس کا ذکر کرتے تو ہم ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو ساتھ اس کا ذکر کرتے۔ اس کے پہلو میں ایک نبی علیہ السلام تھے جن کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

1۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 51 (34) مکتبۃ المعارف الریاض 2۔ تفسیر عبدالرزاق، سورۂ فاطر، جلد 3، صفحہ 73، دارالکتب العلمیہ بیروت

علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اسے کہہ دیں کہ تو اپنا معاہدہ لکھ اور اپنی وصیت درج کر لے۔ کیونکہ تو تین دنوں میں مر جائے گا۔ پس نبی علیہ السلام نے اسے اس کی اطلاع دے دی، جب تیسرا دن ہوا تو وہ دیوار اور تخت کے درمیان گر پڑا۔ پھر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں فیصلے کرنے میں عدل کرتا رہا اور جب معاملات بکھر جاتے تو میں تجھ سے ہدایت اور راہنمائی طلب کرتا پس تو میری عمر میں زیادتی فرمادے۔ یہاں تک کہ میرا بچہ بڑا ہو جائے۔ اور میری بیٹی پرورش پا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس نے اس طرح کہا ہے اور اس نے سچ کہا ہے۔ تحقیق میں نے اس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کر دیا۔ سو اتنے میں اس کا بیٹا بڑا ہو جائے گا اور اس کی بیٹی پرورش پا جائے گی۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ التجا کرتے تو بالیقین اللہ تعالیٰ انہیں باقی رکھتا۔ اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انہوں نے دعا مانگی ''اَللّٰھُمَّ اقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ عَاجِزٍ وَّلَا مَلُوْمٍ'' ''اے اللہ! مجھے اپنی طرف بلا لے اس حال میں کہ نہ تو میں عاجز ہوں اور نہ مجھ پر ملامت کی جائے''۔

ابن سعد نے ابن ابی ملیکہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ آئے اور دروازے کے ساتھ (کھڑے ہو کر) رونے لگے اور کہنے لگے قسم بخدا! اگر امیر المومنین اللہ تعالیٰ کو قسم دے دیتے کہ وہ ان کی موت کو مؤخر کر دے تو یقیناً وہ اسے مؤخر کر دیتا۔ پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! یہ کعب اس اس طرح کہہ رہے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں اللہ تعالیٰ سے یہ التجا نہیں کروں گا۔

امام علامہ بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن لبیبہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے میرے رب! میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ان کے بالغ ہونے تک مجھ سے موت کو مؤخر کر دے۔ تو بیس برس کے لیے ان کی موت مؤخر کر دی گئی (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: جس آدمی کے لیے یہ باعث مسرت ہو کہ اس کی موت مؤخر کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے (2)۔

امام حکیم ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جسے میری امت کے معاملات میں سے کسی کا والی بنایا گیا اور اس کی نیت اچھی رہی تو لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب ڈال دیا جائے گا اور جب اس نے لوگوں کی طرف خیر اور بھلائی کا ہاتھ بڑھایا تو ان کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جائے گی۔ اور جب اس نے ان کے مالوں میں اضافہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا مال وافر فرما دے گا اور جب اس نے کمزور کو طاقتور سے انصاف دلایا تو اللہ تعالیٰ اس کی قوت اور طاقت کو اور مضبوط کر دے گا۔ اور جب اس نے عدل کیا تو اس کی عمر میں اضافہ فرما دے گا (3)۔

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 20، صفحہ 350، دار الفکر بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 279، دار صادر بیروت
3۔ نوادر الاصول، صفحہ 167، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو اپنے رب سے ڈرا اور جس نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کیا اس کی عمر میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس کا مال بڑھ جاتا ہے اور اس کے اصحاب اس سے محبت کرتے ہیں (1)۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٣٥ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٣٦

"اے اولاد آدم! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں تم پر میری آیتیں تو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی تو نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور غرور کیا ان سے وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوسیار سلمی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو اپنے دست قدرت میں پکڑا اور فرمایا" يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ " پھر رسولوں کی طرف نظر التفات فرمائی اور ارشاد فرمایا" يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝٥١ (المومنون) " اے (میرے) پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔ بے شک میں جو اعمال تم کر رہے ہو ان سے خوب واقف ہوں"۔ اور مزید فرمایا" وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝٥٢ " (المومنین) " اور یہی تمہارا دین ہے (اور) وہ ایک ہی ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں سو تم ڈرا کرو مجھ سے پھر انہیں پھیلا دیا" (1)۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝٣٧

"اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو انہیں مل جائے گا ان کا حصہ جو ان کی قسمت میں لکھا ہے۔ یہاں تک کہ جب آئیں گے ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے جو قبض کریں گے ان کی روحوں کو تو (ان سے) کہیں گے کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے اللہ کے سوا کہیں

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 238، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 199، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

گے وہ گم ہو گئے ہم سے اور گواہی دیں گے اپنے نفسوں پر کہ وہ کافر تھے''۔

امام فریابی، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خیر اور شر میں سے جو کچھ ان کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ اپنے اعمال میں سے اپنا حصہ پالیں گے۔ جس کسی نے نیک عمل کیے وہ اس کی جزا کو پالے گا اور جس نے برے عمل کیے وہ ان کی سزا کو پالے گا(2)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ'' کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ شقاوت اور سعادت میں سے ان کے لیے لکھا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(3)۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ایک قوم ایسے اعمال کرے گی جن کا کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ انہیں ان کا وہ حصہ مل جائے گا جو پہلے قسمت میں لکھا جا چکا ہے(4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا قسمت میں خیر یا شر میں سے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا کہ رزق، عمر اور عمل میں سے جو کچھ ان کے لیے لکھا جا چکا ہے وہ انہیں مل جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے کہا عذاب میں سے ان کا حصہ انہیں مل جائے گا(6)، عبد بن حمید نے حسن سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ربیع بن انس نے کہا: جو رزق ان کے لیے لکھا جا چکا ہے وہ انہیں مل جائے گا۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 202 | 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 201 | 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 202 | 6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 200

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں میں جو گزر چکی ہیں تم سے پہلے جنوں اور انسانوں سے (ان کے پاس) دوزخ میں (داخل ہو جاؤ) جب بھی داخل ہو گی کوئی امت تو وہ لعنت بھیجے گی دوسری امت پر یہاں تک کہ جب جمع ہو جائیں گی اس میں سب امتیں تو کہے گی آخری امت پہلی امتوں کے متعلق اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس دے ان کو دگنا عذاب آگ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے اور کہیں گی پہلی امتیں پچھلی امتوں سے کہ نہیں ہے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت پس چکھو عذاب بوجہ اس کے جو تم کیا کرتے تھے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے قَدْ خَلَتْ کا معنی قَدْ مَضَتْ (گزر چکی ہیں) ہے اور ''كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا'' کی تفسیر میں کہا: کہ جب بھی ایک دین والے داخل ہوں گے تو وہ اس دین پر چلنے والے اپنے اصحاب پر لعنت بھیجیں گے یعنی مشرک مشرکین پر، یہودی یہودیوں پر، عیسائی عیسائیوں پر، صابی صابیوں پر اور مجوسی مجوسیوں پر لعنت بھیجیں گے اور پیچھے آنے والے پہلے گزر جانے والوں پر لعنت بھیجیں گے۔ یہاں تک کہ جب سب امتیں (دوزخ میں) جمع ہو جائیں گی تو وہ جو آخر زمانہ میں تھے وہ ان کے متعلق کہیں گے جنہوں نے پہلے انہیں اس دین پر لگایا اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس انہیں آگ کا دگنا عذاب دے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا پہلے اور بعد میں آنے والے سب لوگوں کے لیے ہی دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور پہلی امتیں پچھلی امتوں سے کہیں گی، تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ تم بھی اسی طرح گمراہ ہوئے جس طرح ہم گمراہ تھے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ہے: عَذَابًا ضِعْفًا میں ضِعْفًا بمعنی مُضَاعَفًا ہے۔ یعنی وہ عذاب جسے دگنا کیا جائے۔ ''قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ'' میں بھی ضعف بمعنی مُضَاعَفٌ ہے۔ اور ''فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ تمہارے لیے ہمارے مقابلے میں عذاب میں کوئی تخفیف نہیں ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ'' کی تفسیر میں حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ کہتے ہیں (پہلی امتیں پچھلی امتوں کو کہیں گی) جب ہم نے نافرمانی کی تو جو عذاب ہمارے لیے تیار کیا گیا اس کے بارے تمہیں وضاحت کر دی گئی اور تمہیں اس سے ڈرایا گیا۔ لہٰذا تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا: جن مرتے نہیں ہیں تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 205,06,07 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 207 3۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

میں نے انہیں کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "فِيٓ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ" اور ماخلا وہی ہوتا ہے جو چلا جائے۔ واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الۡجَمَلُ فِيۡ سَمِّ الۡخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۴۰﴾

"بے شک جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے نہ کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک نہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں جرم کرنے والوں کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے "لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان کے اعمال میں سے کوئی شی اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوگی (1)۔

عبد بن حمید، ابن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ "لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے عمل اور دعا کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ کفار کو عار دلائی جارہی ہے کہ ان کی ارواح کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے جب کہ وہ ارواح مومنین کے لیے کھولیں جائیں گے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو "لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ" یعنی تا کی بجائے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن حبان، حاکم اور حاکم رحمہم اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرنے والے کے پاس ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اگر وہ آدمی نیک اور صالح ہو تو کہتے ہیں: اے پاکیزہ نفس تو نکل آ، تو ایک پاکیزہ جسم میں تھا۔ اے قابل تعریف وستائش نکل آ۔ تیرے لیے جنت کی راحتوں اور پھولوں کی بشارت ہے اور تیرے لیے خوش خبری ہے کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ وہ تجھ پر ناراض نہیں ہے۔ پس اسی طرح اسے مسلسل کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر آدمی برا اور گناہ گار ہو تو اسے کہتے ہیں: اے خبیث نفس! نکل آ۔ تو ایک خبیث اور ناپاک جسم میں ہے۔ اے قابل مذمت ونفرت نکل آ۔ تیرے لیے جہنم کے کھولتے ہوئے گرم پانی اور سخت بدبودار ٹھنڈے پانی اور انہی کے مثل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 208 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

دیگر عذاب کی بشارت ہو۔ اس طرح اسے مسلسل کہا جاتا ہے یہاں تک کہ روح نکل آتی ہے پھر وہ اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں تو آگے سے کہا جاتا ہے یہ کون ہے؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ تو پھر کہا جاتا ہے: اے نفس خبیثہ تیرا آنا نامبارک ہے۔ تو ایک ناپاک اور خبیث جسم میں تھا۔ اے ذلیل و رسوا! واپس لوٹ جا۔ کیونکہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ تو اسے آسمان کی بلندی سے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ قبر کی طرف آجاتی ہے (1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے مصنف میں، لالکائی رحمہ اللہ نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بندۂ مومن کی روح خارج ہوتی ہے اس حال میں کہ اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر پاکیزہ اور راحت بخش ہوتی ہے اور وہ ملائکہ اسے ساتھ لے کر آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں جو اسے قبض کرتے ہیں۔ تو آسمان کے قریب دوسرے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں یہ فلاں ہے اور ساتھ ہی اس کے نیک اور اچھے اعمال کا ذکر کرتے ہیں تو پھر وہ فرشتے انہیں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور اسے جو تمہارے ساتھ ہے۔ پھر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ پس وہ اسے ساتھ لے کر اسی دروازے سے اوپر چڑھ جاتے ہیں جس سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور اس کا چہرہ روشن ہو جاتا ہے۔ پس وہ رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اس حال میں کہ اس کا چہرہ سورج کی مثل منور اور روشن ہوتا ہے۔

اور کافر کی روح جب نکلتی ہے تو وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہوتی ہے۔ وہ ملائکہ جو اسے قبض کرتے ہیں وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور آسمان کے نزدیک دوسرے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے۔ وہ پوچھتے ہیں یہ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں یہ فلاں ہے۔ وہ ساتھ ہی اس کے برے اعمال کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں: اسے واپس لوٹا دو اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسے سب سے نیچے والی زمین تحت الثریٰ کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ''

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ہناد بن سری، عبد بن حمید، ابوداؤد رحمہم اللہ نے سنن میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس راویت کو صحیح کہا ہے۔ ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے کتاب عذاب القبر میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کے جنازہ کے لیے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ ہم قبر پر پہنچے تو ابھی اس کی لحد نہیں بنائی گئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور ہم آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ درآنحالیکہ ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے (یعنی ہم انتہائی ساکن اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے) آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ آپ زمین کو کھود رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس اوپر اٹھایا اور فرمایا ''اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ'' ''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو''۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ دو، تین

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 209

بار فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: بلاشبہ جب بندۂ مومن دنیا سے تعلق توڑتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے آتے ہیں۔ گویا ان کے چہرے مثل آفتاب ہیں۔ ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے کفن ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خاص خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس آدمی کے پاس حدنگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور وہ اس آدمی کے سر کے پاس آکر بیٹھتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں "اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اخْرُجِيْ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ" "اے پاکیزہ اور طیب روح! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل آ"۔ چنانچہ روح نکلتی ہے اور اس طرح آسانی سے نکلتی ہے کہ جس طرح مشکیزے سے آخری قطرہ بھی آسانی سے بہہ جاتا ہے۔ اگرچہ تم اس کے سوا بھی دیکھتے رہتے ہو۔ پس وہ اسے پکڑ لیتے ہیں اور جب وہ اسے پکڑتے ہیں تو پھر وہ ملائکہ آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اسے ملک الموت کے قبضے میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے لیتے ہیں اور اسے اس کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں۔ تو اس سے ایسی پاکیزہ اور راحت بخش خوشبو نکلتی ہے جو اس کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور طیب ہے جو سطح زمین پر پائی جاتی ہے۔ پھر اسے ساتھ لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اور ملائکہ کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں: یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں کی ہے۔ جن ناموں کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا ہے ان میں سے حسین ترین نام لے کر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں تو وہ ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقربین اسے الوداع کہنے کے لیے اوپر آنے والے آسمان تک ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ فرشتے اس روح کو ساتھ لے کر ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کا نامۂ اعمال علیین میں رکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے زمین سے ہی انہیں پیدا کیا ہے، زمین میں ہی انہیں لوٹاؤں گا اور اسی سے انہیں دوبارہ اٹھاؤں گا، چنانچہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے آکر بٹھا دیتے ہیں اور اسے کہتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے رَبِّيَ اللّٰهُ۔ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں: مَا دِيْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے دینی الاسلام۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں۔ مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ یہ کون شخصیت ہے جسے تم میں مبعوث کیا گیا؟ تو وہ جواب دیتا ہے ھو رسول اللہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر وہ اسے کہتے ہیں وَمَا عَمَلُكَ؟ تیرا عمل کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر آسمان کی جانب سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے صَدَقَ عَبْدِيْ فَافْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ" کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اسے جنت کی پاکیزہ اور روح پرور ہوا آنے لگتی ہے اور اس کے لیے حدنگاہ تک قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس روشن چہرے والا، حسین لباس والا اور روح پرور خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور اسے کہتا ہے: تجھے یہ راحت وسکون مبارک ہو جو تیرے لیے باعث مسرت ہے، یہی تیرا وہ دن ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ

کیا جاتا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ پس تیرا یہ چہرہ ایسا چہرہ ہے جو خیر و بھلائی کے ساتھ آیا ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے میں تیرا نیک اور صالح عمل ہوں پھر وہ کہتا ہے اے میرے رب! قیامت قائم کر، اے میرے رب! قیامت برپا کردے تا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ سکوں۔

فرمایا: اگر بندہ کافر ہو تو جب وہ آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا تعلق کٹتا ہے تو اس کی پاس سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر آتے ہیں اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں۔ وہ حد نگاہ تک وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَةُ اخْرُجِیْ اِلٰی سُخْطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ۔ ''اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل آ''۔ تو وہ اس کے جسم میں گھس جاتے ہیں اور وہ اسے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخیں کھینچی جاتی ہیں۔ وہ اسے پکڑ لیتے ہیں۔ جب ملک الموت علیہ السلام اسے پکڑتے ہیں تو وہاں موجود فرشتے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ یہاں تک کہ اسے لے کر ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس سے زمین میں پائے جانے والے مردار کی بو کی طرح بدبو نکلتی ہے۔ وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی وہ گزرتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں: یہ خبیث روح کس کی ہے؟ تو وہ بتاتے ہیں یہ فلاں بن فلاں کی ہے اور دنیا میں جن ناموں سے پکارا جاتا ہے ان میں سے قبیح ترین نام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور اسے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے لیے کھولا نہیں جاتا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ'' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے اس کا نامہ اعمال سب سے نیچے والی زمین میں سجین میں رکھ دو۔ پھر اس کی روح کو شدت کے ساتھ پھینک دیا جاتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ ﴿۳۱﴾ (الحج) ''اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گرا ہوا آسمان سے پس اچک لیا ہو اسے کسی پرندے یا پھینک دیا ہو اسے ہوا نے کسی دور جگہ میں''۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے آکر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے (میں نہیں جانتا) پھر وہ اسے کہتے ہیں مَا دِیْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ؟ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تو پھر آسمان کی جانب سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے بلاشبہ میرے بندے نے جھوٹ بولا ہے، سو اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اس کے پاس جہنم کی سخت گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ کر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس قبیح چہرے والا، گھٹیا لباس والا اور بدبودار ہوا والا ایک آدمی آتا ہے اور اسے کہتا ہے: تجھے بشارت ہو اس حالت کی جو تیرے لیے تکلیف دہ اور پریشان کن ہے، یہی وہ دن

ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے: تو کون ہے تیرا چہرہ ایسا ہے جس سے شر ظاہر ہو رہا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں۔ تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کر (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ" کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ان کا کلام اور کوئی عمل اوپر نہیں چڑھے گا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ہی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان کا کوئی عمل اور دعا بلند نہیں ہوگی (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کی ارواح اور ان کے اعمال کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کافر کی روح جب قبض کی جاتی ہے تو زمین کے فرشتے اسے مارتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ سو جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو اسے آسمان کے فرشتے مارتے ہیں اور وہ نیچے اتر آتی ہے پھر اسے زمین کے فرشتے مارتے ہیں اور وہ اوپر کی طرف بلند ہوتی ہے۔ پھر اسے آسمان دنیا کے فرشتے مارتے ہیں تو وہ سب سے نچلی زمین کی طرف گر جاتی ہے اور جب بندۂ مومن کی روح جاتی ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور وہ جس فرشتے کے پاس سے بھی گزرتی ہے تو وہ اسے مرحبا اور سلام کہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش و آرزو کے مطابق اسے عطا فرماتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے کی روح کو اس میں زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے مٹی سے ہی اسے پیدا کیا، مٹی کی طرف ہی لوٹاؤں گا اور پھر مٹی سے اسے نکالا جائے گا (5)۔

ارشاد باری تعالیٰ "حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ"

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الْجَمَلُ سے مراد ذو القوائم، ٹانگوں والا جانور (اونٹ) ہے اور سَمِّ الْخِيَاطِ کا معنی سوئی کا ناکہ ہے (6)۔

امام سعید بن منصور، فریابی، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے کبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا الْجَمَلُ سے مراد زوج الناقہ یعنی اونٹ ہے (7)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جمل سے مراد اونٹنی کا بچہ ہے جو اپنے باڑے میں چار پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے (8)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 93 (107) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 208، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 209
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 208
6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 13-212
7۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 212
8۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 211

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن الانباری نے مصاحف میں اور ابوالشیخ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ الْجَمَلُ کی بجائے الْجُمَّلُ یعنی جیم کے ضمہ اور میم کی شد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس سے مراد موٹی بٹی ہوئی رسی ہے اور یہ بحری جہازوں کی رسیوں میں سے ہوتی ہے(1)۔

امام ابوعبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن الانباری رحمہم اللہ نے مصاحف میں اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے "حَتّٰى يَلِجَ الْجُمَّلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ"(2)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مصعب رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر جمل پڑھا جائے تو پھر ہم ایک پرندے کو پہچانتے ہے جسے جمل کہا جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ الْجَمَلُ سے مراد کشتی کی رسی ہے اور سَمِّ الْخِيَاطِ سے مراد سوراخ ہے(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے کہا ہے کہ جمل سے مراد وہ رسی ہے جس کے ساتھ کھجور پر چڑھا جاتا ہے۔ جمل میں میم مرفوع اور مشدد ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ مفہوم نقل کیا ہے: یہاں تک کہ اونٹ داخل ہو سوئی کے ناکہ میں(4)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ ان سے سَمِّ الْخِيَاطِ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ اس سے مراد سوئی کے سوراخ میں جمل (اونٹ) کا داخل ہونا ہے۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٤٢﴾

"ان کے لیے دوزخ کا ہی بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا۔ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے (ہمارا قانون یہ ہے کہ) ہم تکلیف نہیں دیتے کسی کو مگر جتنی اس کی طاقت ہے، وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امام ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مِهَادٌ کا بستر اور غَوَاشٍ کا معنی لحاف ہے۔

امام ہناد، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی نقل کیے ہیں(5)۔

امام ابوالحسن القطان رحمہ اللہ نے طوالات میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 213 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 212 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 214
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 211 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 215

WWW.NAFSEISLAM.COM

حدیث بیان کی ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کو اس کی قبر میں آگ کے دو لوح (طوق یا تختے) پہنائے جاتے ہیں۔ اور انہی کا ذکر اس آیت میں ہے "لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ" اور فرمایا یہ اس کے اوپر کی جانب اور اس کے نیچے کی جانب طبقات ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ اوپر کی جانب طبقات زیادہ ہیں یا نیچے کی جانب، مگر یہ کہ نیچے والے طبقات اسے اوپر اٹھاتے ہیں اور اوپر والے طبقات اسے نیچے دباتے ہیں اور وہ ان دونوں قسم کے طبقات کے درمیان تنگ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس طرح پھنس جاتا ہے جیسے نیزے میں لوہا پھنسا ہوتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

"اور ہم نکال لیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ ہے رواں ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں۔ اور کہیں گے ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے راہ دکھائی ہمیں اس بہشت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ بے شک آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔ اور ان (خوش نصیبوں) کو آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے وارث بنائے گئے ہو تم جس کے بوجہ ان عملوں کے جو تم کیا کرتے تھے"۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! ہم میں اہل بدر ہیں، یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ" (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا غِلٍّ کا معنی عداوت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن سے یہ نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کو پل صراط عبور کر لینے کے بعد روک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض سے بعض کے ساتھ دنیا میں کی جانے والی زیادتیوں کا مؤاخذہ کیا جائے گا۔ پھر جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے دلوں میں کسی کے بارے کوئی کینہ نہیں ہوگا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل جنت کو جب جنت کی طرف بھیجا جائے گا۔ تو وہ وہاں پہنچ کر اس کے دروازے کے پاس ایک درخت پائیں گے، اس کے تنے کی جڑوں میں دو چشمے ہوں گے، تو وہ ان میں سے ایک چشمے سے سیراب ہوں گے۔ تو ان کے سینوں میں جو کچھ کینہ وغیرہ ہے وہ اسے نکال لے گا۔ اور وہی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 217

WWW.NAFSEISLAM.COM

شراب طہور ہے۔ اور وہ دوسرے چشمے سے غسل کریں گے۔ تو ان پر آسودہ حالی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی رونق اور حسن و جمال ظاہر ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ کبھی بھی نہ پراگندہ حال ہوں گے اور نہ ہی ان کے رنگ تبدیل ہوں گے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت کے قریب اہل جنت کو روک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض سے بعض کا قصاص لے لیا جائے گا اور پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جس وقت وہ جنت میں داخل ہوں گے اس وقت کوئی آدمی کسی سے ناخن توڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کرے گا کہ اس نے دنیا میں اس کے ساتھ یہ ظلم کیا تھا۔ اور اہل جہنم کو جہنم کے قریب روک لیا جائے گا یہاں تک کہ بعض سے بعض کا قصاص لے لیا جائے گا۔ پھر وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس وقت ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ناخن توڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کرے گا کہ اس نے دنیا میں اس پر ظلم کیا ہے (2)۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ "وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا"

امام نسائی، ابن ابی الدنیا، ابن جریر رحہم اللہ نے ذکر الموت میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم میں سے ہر آدمی جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا اور کہے گا "اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا" یہ کلمہ ان کی زبان پر بطور حسرت اور افسوس ہوگا اور اہل جنت میں سے ہر فرد جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا تو وہ کہے گا "اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا" یہ کلمہ ان کی زبان پر بطور شکر جاری ہوگا (3)۔

امام سعید بن منصور، ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوہاشم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف لکھا کہ ہم سے پہلے اہل بصرہ کو خیر اور بھلائی خوب پہنچی ہے یہاں تک کہ انہی پر ہلکی اور کم ہوگئی۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی طرف لکھا۔ میں تمہارا خط سمجھ گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں داخل فرمائے گا تو ان کے یہ کہنے پر وہ ان سے راضی ہوگا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا" اور تم سے پہلے جو گزرے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، دارمی، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" کے بارے فرمایا کہ انہیں آواز دی جائے گی تم صحت مند رہو گے بیمار نہیں ہو گے، تم نعمتوں سے نوازے جاؤ گے پس تم مایوس اور ناامید نہ ہو گے۔ تم جوان رہو گے پس تم بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے پس تمہیں موت نہیں آئے گی (4)۔

ہناد، ابن جریر اور عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو ندا دینے والا یہ آواز دے گا۔ اے اہل جنت! بلاشبہ تمہارے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے تم کبھی فوت نہیں ہو گے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 217 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 218 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 219

WWW.NAFSEISLAM.COM

18A

تمہارے لیے نعمتیں ہیں سو تم کبھی مایوس نہیں ہوگے۔ تمہارے لیے جوانی ہے تم کبھی بوڑھے نہیں ہوگے اور تمہارے لیے صحت ہے سو تم کبھی بیمار نہیں ہوگے۔ پس یہی مفہوم اس ارشاد کا ہے: ”وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ“ (1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اس ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی مومن اور کافر نہیں ہے مگر اس کے لیے جنت اور دوزخ میں واضح ٹھکانا ہے۔ جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو اہل جہنم کے لیے جنت کو بلند کیا جائے گا اور وہ اس میں اپنے ٹھکانوں کو دیکھ لیں گے اور انہیں کہا جائے گا اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عمل کرتے تو تمہارے لیے یہ ٹھکانے ہوتے۔ پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! تم جو عمل کرتے رہے ان کے بدلے تم ان کے وارث بنا دیے گئے۔ لہٰذا ان کے محلات اہل جنت میں تقسیم ہو جائیں گے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابومعاذ بصری رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو سفید اونٹنیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا، ان کے پر ہوں گے اور ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کے پاؤں کے نشانات سے نور چمک رہا ہوگا اور ان کا ہر قدم حد نگاہ پر پڑے گا اور وہ اس درخت کے پاس جا کر رکیں گے جس کی جڑوں سے دو چشمے جاری ہیں۔ وہ ایک چشمے سے خوب جی بھر کر پئیں گے تو ان کے پیٹوں میں جو میل کچیل ہوگی وہ ڈھل جائے گی اور دوسرے چشمے سے غسل کریں گے۔ اس کے بعد کبھی بھی ان کی آنکھیں اور ان کے بال پراگندہ نہیں ہوں گے۔ اور ان پر نعمتوں بھری تراوت اور تازگی ظاہر ہو جائے گی۔ پھر وہ جنت کے دروازے کے پاس جا کر رکیں گے۔ وہاں سونے کی سطح پر سرخ یاقوت کا حلقہ ہوگا۔ پس وہ حلقہ کے ساتھ سطح پر ضرب لگائیں گے تو اس کے بجنے کی آواز سنائی دے گی۔ تو ہر حور آ پہنچے گی کہ اس کا خاوند آ پہنچا ہے پھر وہ اس کے متولی کو بھیجے گی اور وہ دروازہ کھولے گا۔ جب اس کی نظر اس پر پڑے گی تو یہ (جنتی) سجدے میں گر جائے گا۔ تو وہ (جنت کا متولی) اسے کہے گا اپنا سر اٹھا لے، میں تو تیرا خادم ہوں، مجھے تیرے حکم کا پابند بنایا گیا ہے۔ پس یہ اس کے پیچھے چلے گا اور اس کے نشانات قدم کی پیروی کرے گا۔ تیزی کرنے والی یہ حور بڑی جلدی سے موتیوں اور یاقوت کے خیموں سے باہر نکلے گی یہاں تک کہ اس سے معانقہ جا کرے گی۔ پھر کہے گی تو میرا محبوب ہے اور میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔ میں اس طرح ہمیشہ رہنے والی ہوں کہ مجھے موت نہیں آئے گی، میں اس طرح خوشحال ہوں کہ میں کبھی مفلس نہیں ہوں گی، میں اس طرح راضی اور خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی ناراض نہیں ہوں گی اور میں اس طرح سکونت پذیر ہوں کہ کبھی رخت سفر نہیں باندھوں گی۔ پھر وہ ایسے محل میں داخل ہوگا جس کی بلندی ایک لاکھ ذراع ہوگی۔ اس کی بنیاد موتیوں کی چٹان پر ہوگی۔ اس کے ستون زرد، سرخ اور سبز رنگ کے ہوں گے۔ کوئی ستون دوسرے کا ہم شکل نہیں ہوگا۔ اس محل میں ستر پلنگ ہوں گے اور ہر پلنگ پر ستر بستر ہوں گے، ہر بستر پر ستر بیویاں ہوں گی اور ہر زوجہ پر ستر ایسے حلے ہوں گے، جن کے اندر سے ان کی پنڈلیوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 219　　2۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

18B

کی سفیدی دکھائی دے رہی ہوگی۔ اور وہ تمہاری ایک رات کی مقدار میں ان سے جماع کا فیصلہ کرے گا۔ یہ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ ایسی نہریں ہیں جن کا پانی کبھی متغیر نہیں ہوگا۔ پس اگر وہ چاہے تو کھڑے ہو کر کھائے۔ اگر چاہے تو بیٹھ کر کھائے اور اگر چاہے تو تکیہ لگا کر کھائے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: ''وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾'' (الدھر) ''اور قریب ہوں گے ان سے اس کے درختوں کے سائے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے''۔

پس کھانے کی خواہش کرے گا، تو اس کے پاس سفید پرندہ آئے گا اور اپنے پروں کو اٹھائے گا۔ تو یہ اس کے پہلوؤں سے جو کھانا چاہے گا کھالے گا۔ پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا اور چلا جائے گا۔ پھر ایک فرشتہ آئے گا اور کہے گا: تم پر سلام ہو۔ یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان عملوں کے سبب جو تم کیا کرتے تھے۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾

''اور آواز دیں گے جنتی دوزخیوں کو بے شک ہم نے پالیا جو وعدہ فرمایا تھا ہمارے ساتھ ہمارے رب نے سچا تو کیا تم نے بھی پایا جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے سچا۔ وہ کہیں گے ہاں۔ تو پھر اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان یہ کہ لعنت ہو اللہ کی ظالموں پر جو روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور چاہتے ہیں اسے کہ ٹیڑھا ہو جائے اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور ان دونوں (جنت و دوزخ) کے درمیان پردہ ہے۔ اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو پہچانتے ہوں گے سب کو ان کی علامت سے اور وہ آواز دیں گے جنتیوں کو کہ سلامتی ہو تم پر (اور ابھی) جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا الآیہ'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنتی دوزخیوں کو آواز دیں گے بے شک ہم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو انعام و اکرام کا وعدہ ہمارے ساتھ ہمارے رب نے فرمایا تھا۔ تو کیا جو ذلت و رسوائی اور عذاب کا وعدہ تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟(1)

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 221، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل جنت کے ساتھ جو ثواب کا وعدہ کیا گیا تھا انہوں نے اسے پالیا اور اہل جہنم کے ساتھ جو عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا انہوں نے اسے پالیا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے اس کنویں کے پاس کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کو ڈالا گیا تھا اور فرمایا کہ ہمارے رب نے جو وعدہ ہمارے ساتھ فرمایا تھا ہم نے اسے پہچان لیا۔ تو کیا تم نے بھی اس وعدہ کو سچا پایا ہے جو تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟ تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: کیا وہ مردے نہیں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ اسی طرح سن رہے ہیں جیسے تم سن رہے ہو۔ ''فَقَالَ لَهُ النَّاسُ: أَلَيْسُوا أَمْوَاتًا؟! فَقَالَ: إِنَّهُمْ يَسْمَعُونَ كَمَا تَسْمَعُونَ (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ''وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ حجاب سے مراد سور (دیوار) ہے اور وہی اعراف ہے۔ اور اس کا نام اعراف اس لیے ہے کیونکہ اصحاب اعراف لوگوں کو پہچانتے ہیں (3)۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ ''وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ'' تو اس کے بارے سعید بن منصور اور ابن منذر نے حذیفہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے (4)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اعراف سے مراد بلند شے ہے (5)۔

امام فریابی، ہناد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اعراف سے مراد ایسی فصیل ہے جس کے اوپر مرغ کی کلغی کی مثل کلغی بنی ہوئی ہو (6)۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے، یہ ایک فصیل ہے جس کا دروازہ بھی ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول بیان کیا ہے کہ اعراف سے مراد جنت اور دوزخ کے درمیان پہاڑ ہے اور وہ لوگ ان کی چوٹیوں پر ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں اعراف گہرائی اور گہرائی کے اعتبار سے ہے۔

حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسی گہری وادی ہے جو بلند و بالا پہاڑ کے پیچھے ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کا گمان ہے اعراف سے مراد پل صراط ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 221
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 361، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 223
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 146، دار الصمیعی الریاض
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 224
6۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک ٹیلہ ہے اس پر گناہ گار لوگ جنت اور دوزخ کے درمیان بیٹھے ہوں گے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک فصیل ہے(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اعراف سے مراد وہ رکاوٹ اور فصیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے(3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں سے حساب و کتاب لیا جائے گا پس جس کی ایک نیکی بھی اس کے گناہوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس کا ایک گناہ بھی اس کی نیکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (الاعراف: 9،8) ''پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو''۔

پھر فرمایا کہ ترازو ایک حبہ وزن کے ساتھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور بھاری ہو جاتا ہے فرمایا اور وہ آدمی جس کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے وہ اصحاب الاعراف میں سے ہوگا۔ سو انہیں پل صراط پر ٹھہرایا جائے گا۔ اور پھر اہل جنت اور اہل نار کو پیش کیا جائے گا۔ جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو آواز دیں گے ''سلام علیکم'' تم پر سلامتی ہو۔ اور جب اپنی نظریں اپنے بائیں طرف پھیریں گے تو اصحاب نار کو دیکھیں گے۔ تو کہیں گے ''رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' (اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ رکھ) پس تم ان کے ٹھکانوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ جو نیکوکار لوگ ہیں، انہیں ایک آگ عطا کی جائے گی جس کے ساتھ وہ اپنے سامنے اور اپنے دائیں طرف چل سکیں گے۔ ہر بندۂ مومن اور ہر امت کو ایک نور عطا کیا جائے گا۔ پس جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر منافق مرد اور منافقہ عورت سے وہ نور سلب کر لے گا۔ جب اہل جنت منافقین کو پیش آنے والی حالت کو دیکھیں گے، تو کہیں گے ''رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا'' (اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارے نور کو مکمل فرما) رہے اصحاب اعراف، تو جو نور ان کے ہاتھوں میں ہوگا، وہ ان سے چھینا نہیں جائے گا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ'' (ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے) یعنی خواہش اور حرص داخل ہونے کی ہوگی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بندہ جب ایک نیکی کا عمل کرتا ہے تو اس کے بدلے اس کے لیے دس لکھی جاتی ہیں۔ اور جب برائی کا عمل کرتا ہے تو اس کے لیے صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا وہ ہلاک اور برباد ہو گیا جس کا ایک ایک گناہ اس کی دس دس نیکیوں پر غالب آ گیا(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 224　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 226

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب الاعراف ایسا گروہ ہے جس کے ایسے اعمال ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کی آگ سے نجات دے گا اور یہ جنت میں داخل ہونے والوں کے آخر میں ہوں گے اور تحقیق یہ اہل جنت اور اہل دوزخ کو پہچانتے ہوں گے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اصحاب اعراف وہ ہیں جن کے اعمال برابر برابر ہوں گے۔ یعنی ان کی نیکیاں انہیں جنت کا اہل بنانے سے کم ہوں گی اور ان کے گناہ انہیں جہنم کا مستحق بنانے سے کم ہوں گے۔ چنانچہ انہیں اعراف پر رکھا جائے گا اور وہ لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے۔ سو جب بندوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو ان کے لیے شفاعت طلب کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں، اپنے رب کے پاس ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ تو وہ فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا ہو، اس میں اپنی جانب سے روح پھونکی ہو، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے سبقت لے گئی ہو اور ملائکہ نے اسے سجدہ کیا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے۔ نہیں۔ تو پھر آپ فرمائیں گے: میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ لہٰذا تم میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے یہ عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ان کے لیے شفاعت فرمائیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: کیا تم کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خلیل بنایا ہو؟ کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرنے کے سبب اس کی قوم نے اسے جلایا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو پھر آپ فرمائیں گے: میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ لہٰذا تم میرے بیٹے موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے (اور اپنا مدعیٰ پیش کریں گے) تو وہ انہیں فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوا ہو اور اسے سرگوشی کے لیے قریب بلایا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو پھر وہ کہیں گے میں اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ وہ وہاں حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اپنے رب کے پاس ہمارے لیے شفاعت کیجئے، تو وہ فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہو؟ کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو جو مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفایاب کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو آپ فرمائیں گے: میں اپنے نفس پر دلیل سے غالب ہوں کہ میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہارے لیے شفاعت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ میرے پاس آئیں گے۔ تو میں اپنا ہاتھ اپنے سینے پر مار کر کہوں گا" میں شفاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر میں چل پڑوں گا، حتیٰ کہ عرش کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226

سامنے آکر کھڑا ہوں گا اور اپنے رب کی حمد و ثناء کروں گا اور مجھے ایسی ثناء سکھلا دی جائے گی جس کی مثل سامعین نے کبھی نہیں سنی ہوگی۔ پھر میں سجدہ کروں گا تو مجھے کہا جائے گا ''یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ'' اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر نیاز اٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا فرمایا جائے گا، شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو میں اپنا سر اٹھالوں گا عرض کروں گا ''رب امتی'' اے میرے پروردگار! میری امت کی چارہ سازی کیجئے، تو رب کریم فرمائے گا ہم للہ وہ آپ ہی کے لیے ہے۔ پھر کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب باقی نہیں رہے گا مگر وہ اس دن اس مقام کے سبب مجھ پر رشک کرے گا اور یہی مقام محمود ہے۔ پھر میں انہیں لے کر جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کی درخواست کروں گا۔ تو وہ دروازہ میرے لیے اور ان کے لیے کھول دیا جائے گا۔ پھر انہیں ایک نہر کی طرف لے جایا جائے گا۔ اسے نہر حیات کہا جاتا ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر سونے کے درخت ہیں جو موتیوں کے ساتھ مزین اور آراستہ کیے گئے ہیں۔ اس کی مٹی کستوری ہے اور اس کے سنگریزے یاقوت کے ہیں۔ چنانچہ وہ اس میں غسل کریں گے۔ تو ان کی طرف اہل جنت کی رنگت اور اہل جنت کی ہوا لوٹ آئے گی۔ وہ اس طرح ہو جائیں گے گویا وہ چمکتے دمکتے ستارے ہیں۔ ان کے سینوں میں سفیدی کے نشانات باقی رہیں گے جن کے سبب وہ پہچانے جائیں گے۔ انہیں مساکین اہل الجنۃ کہا جائے گا (1)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ہناد بن السری، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ اصحاب الاعراف سے مراد وہ قوم ہے جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ ان کے گناہ انہیں جہنم میں لے جانے کے لیے کافی نہ ہوئے اور ان کی نیکیاں انہیں جنت میں لیجانے سے کم ہو گئیں۔ چنانچہ انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان فصیل پر رکھا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پس وہ اسی حالت پر ہوں گے کہ اچانک ان کا رب ان پر جلوہ افروز ہوگا۔ اور انہیں ارشاد فرمائے گا: اٹھو! اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے تمہیں بخش دیا ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں بیان کیا ہے کہ ''وعلی الاعراف'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ رکاوٹ (فصیل) ہے جو جنت اور دوزخ کے مابین ہے اور اس پر ٹھہرنے والے مرد ہوں گے جن کے گناہ بہت بڑے ہوں گے۔ وہ عظیم الجثہ ہوں گے ان کے لیے حکم اللہ تعالیٰ کا ہو گا۔ وہ اعراف پر ٹھہرے ہوں گے اور اہل جہنم کو چہروں کی سیاہی اور اہل جنت کو چہروں کی سفیدی سے پہچانیں گے۔ سو جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہ بھی اس میں داخل ہونے کی خواہش کریں گے۔ اور جب اہل جہنم کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرما دے گا۔ اسی کے بارے یہ ارشاد گرامی ہے ''اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ'' (الاعراف: 49) ''کیا یہ (جنتی) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ نہیں اللہ تعالیٰ عطا کرے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 235 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 225

ں مراد اصحاب اعراف ہیں ''اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ۔ (دیکھو! انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں نہیں کوئی خوف تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے) (1)

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اور نیکیوں اور بدیوں کا وزن کیا جائے گا پس جس کی نیکیاں بدیوں کے مقابلے میں جوں کے انڈے کے برابر بھی وزنی ہوں گی، وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس کے گناہ نیکیوں کے مقابلے میں جوں کے انڈے کے برابر وزنی ہوں گے وہ دوزخ میں داخل ہو گا، عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی؟ فرمایا وہ اصحاب اعراف ہیں۔ ''لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ'' (جو ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ آخری لوگ ہیں جن کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ جب رب العالمین بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو گا تو فرمائے گا تم ایسی قوم ہو، کیا تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم سے نکال لیا ہے اور تم جنت میں بھی داخل نہیں ہو سکے پس تم میری جانب سے آزاد ہو تم جنت میں جہاں چاہو پھرو (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو دوزخ کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر اصحاب اعراف کو کہا جائے گا تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہم تیرے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو انہیں کہا جائے گا کہ تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچا لیا ہے۔ لیکن تمہارے اور جنت کے درمیان تمہاری خطائیں حائل ہیں پس تم میری مغفرت اور میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ'' کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے۔ ہمارے سامنے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے اصحاب اعراف۔ وہ قوم ہے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ چونکہ ان کی نیکیاں بدیوں پر اور بدیاں نیکیوں پر فضیلت حاصل نہ کر سکیں۔ اس لیے انہیں یہیں روک لیا گیا (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اصحاب اعراف وہ قوم ہے جس کی نیکیاں اور بدیاں مساوی ہوں گی۔ تو انہیں وہیں فصیل پر ٹھہرا لیا جائے گا۔ سو جب وہ اصحاب جنت کو دیکھیں گے تو ان کے چہروں کی سفیدی سے وہ انہیں پہچان لیں گے اور جب ان کی نظر اصحاب دوزخ پر پڑے گی تو ان کے چہروں کی سیاہی سے وہ انہیں پہچان لیں گے۔ پھر فرمایا ''لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ'' ابھی تک وہ جنت میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 235 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 231 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 227

WWW.NAFSEISLAM.COM

داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے۔ پھر فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اصحاب اعراف کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ پھر انہیں ایک نہر کے پاس لایا جائے گا جسے نہر حیات کہا جاتا ہے۔ اس کی مٹی ورس (ایک قسم کی گھاس جو رنگائی کے کام آتی ہے) اور زعفران کی ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے کانوں سے بنائے گئے ہیں جنہیں موتیوں کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ پس وہ اس سے غسل کریں گے تو ان کے سینوں میں سفید نشان ظاہر ہو جائے گا۔ پھر وہ غسل کریں گے اور ان کی سفیدی اور بڑھ جائے گی۔ پھر انہیں کہا جائے گا جو چاہو خواہش کرو۔ وہ اپنی پسند اور چاہت کا اظہار کریں گے۔ تو انہیں کہا جائے گا جتنی تم نے خواہش کی ہے اس کی مثل ستر بار (گنا) تمہارے لیے ہے۔ پس یہ لوگ جنت کے مساکین ہوں گے(1)۔

امام ہناد بن سری، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اعراف سے مراد وہ فصیل ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے اور یہ ایک حجاب ہے۔ اور اصحاب اعراف اسی مقام پر ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمانے کا ارادہ فرمائے گا تو انہیں ایک نہر پر لیجایا جائے گا جسے نہر الحیاۃ کہا جاتا ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے کانوں سے بنے ہوئے ہیں جنہیں موتیوں کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ اس کی مٹی کستوری کی ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے رنگ صاف ہو جائیں گے۔ پھر ان کے سینوں میں سفید نشان ظاہر کیے جائیں گے جن کے ساتھ وہ پہچانیں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا مانگو۔ پس وہ سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آرزوئیں پوری ہو جائیں گی۔ پھر انہیں کہا جائے گا تمہارے لیے وہ بھی ہے جو تم نے مانگا اور ستر گنا زائد بھی ہے۔ پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے سینوں پر سفید نشان ہوگا، جس سے وہ پہچانیں جائیں گے۔ اور انہیں مساکین اہل الجنۃ کا نام دیا جائے گا(2)۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منیع اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندوں میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے کتاب الاضداد اور خرائطی مساوی الاخلاق میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں عبدالرحمٰن المزنی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ قوم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا حالانکہ وہ اپنے آباء کے نافرمان تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان کی قربانی نے انہیں جہنم میں جانے سے بچالیا۔ اور اپنے آباء کی نافرمانی نے انہیں جنت میں جانے سے روک لیا(3)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل کی ہے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 40، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 228

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے سوال کیا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ مرد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے جائیں گے اور یہ اپنے آباء کے نافرمان ہوں گے۔ پس شہادت انہیں جہنم میں جانے سے روک لے گی اور نافرمانی جنت میں داخل ہونے کے مانع ہوگی۔ لہٰذا یہ جنت اور دوزخ کے درمیان واقع ہونے والی فصیل پر ہوں گے۔ حتی کہ ان کے گوشت اور چربی پگھل جائیں گے یہاں تک کہ اللہ اپنی مخلوق کے حساب وکتاب سے فارغ ہو جائے گا، سو جب وہ مخلوق کے حساب سے فارغ ہوگا اور ان کے علاوہ کوئی باقی نہیں بچے گا۔ تو پھر انہیں اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے گا اور انہیں اپنی خصوصی رحمت کے سبب جنت میں داخل فرمادے گا (1)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیا جائے گا اور وہ اپنے آباء کے نافرمان ہوں گے۔ پس اپنے آباء کی نافرمانی کے سبب انہیں جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے کے سبب انہیں جہنم میں جانے سے بچا لیا جائے گا۔

امام حارث بن ابی اسامہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مالک الہلالی رحمہ اللہ سے اور انہوں اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ اصحاب اعراف کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لیے) نکلے اور شہید کر دیے گئے۔ پس شہادت انہیں جہنم میں داخل ہونے سے مانع ہوگی اور اپنے آباء کی نافرمانی جنت میں داخل ہونے سے روکے گی۔ پس یہی لوگ سب سے آخر جنت میں داخل ہوں گے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصحاب الاعراف ایسا گروہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے نکلے اور ان کے آباء واجداد اور ان کی مائیں ان پر ناراض تھیں۔ وہ ان کے پاس سے ان کی اجازت کے بغیر نکل آئے۔ تو ان کی شہادت کے سبب انہیں جہنم میں داخل ہونے سے روک لیا جائے گا اور اپنے آباء کی نافرمانی کے سبب جنت میں داخل ہونے سے انہیں روک لیا جائے گا۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ کی سند سے قبیلہ مزینہ کے ایک آدمی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسے لوگوں کا گروہ ہے جو اپنے آباء کی اجازت کے بغیر نافرمانی کرتے ہوئے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیے گئے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن جنوں کے لیے ثواب بھی ہے اور ان پر عقاب (سزا) بھی ہے۔ تو ہم نے آپ ﷺ سے ان کے ثواب کے بارے استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اعراف پر ہوں گے اور وہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 94 (11013)، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 228

ساتھ جنت میں نہیں ہوں گے۔ پھر ہم نے پوچھا اعراف کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنت کی دیوار ہے جس میں نہریں جاری ہیں اور اس میں درخت اور پھل اگتے ہیں۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے اضداد میں، ابوالشیخ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابومجلز سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اعراف ایک بلند مقام ہے اس پر ملائکہ میں سے رجال ہوں گے۔ وہ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور یہ سب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہوگا اور ''وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ'' کے بارے فرمایا کہ اصحاب اعراف اہل جنت کو آواز دیں گے: ''اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ'' کہ تم پر سلامتی ہو۔ ابھی تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے'' ان سے کہا گیا اے ابومجلز! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ''رجال'' کہ وہاں مرد ہوں گے۔ اور تم کہتے ہو کہ ملائکہ ہوں گے کیا معنی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ملائکہ مذکر ہی ہیں کوئی بھی مؤنث نہیں (اس لیے انہیں رجال کہا گیا) (1)

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا اصحاب اعراف صالحین، فقہا اور علماء کا گروہ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب اعراف سے مراد ایک قوم ہے جس میں عجب اور خود پسندی پائی جاتی ہے۔ حضرت قتادہ نے کہا: اور مسلم بن یسار نے کہا کہ ان سے مراد وہ قوم ہے جس پر قرض تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ''وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ کفار کو چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلی رنگت سے پہچان لیں گے۔ جب کہ اہل جنت کے چہرے سفید اور چمک دار ہوں گے (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے اصحاب اعراف کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ کا رب اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوگا اور فرمائے گا اس جگہ پر تمہیں کس نے روک رکھا ہے؟ وہ عرض کریں گے تو ہمارا رب ہے، تو نے ہمیں پیدا کیا ہے اور تو ہی ہمارے بارے بہتر اور اچھا جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم دنیا سے کون سی حالت پر جدا ہوئے؟ وہ عرض کریں گے: یہ شہادت دیتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ان کا رب انہیں فرمائے گا: میرے سوا تمہارا کوئی دوست اور قریب تر نہیں۔ بلاشبہ تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچالیا ہے اور تمہاری خطاؤں نے تمہیں جنت میں جانے سے روک دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کی نیکیاں اور بدیاں برابر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 229 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 230

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہوں گی وہ اصحاب اعراف میں سے ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں اصحاب الاعراف کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ایسا گروہ ہے جس کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ یہ جنت و دوزخ کے درمیان فصیل پر ہوں گے۔ یہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ''لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ'' کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کی خواہش اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں نہیں ڈالے گا مگر اس عزت افزائی اور کرامت کی خاطر جس کا ارادہ رب کریم ان کے بارے فرمائے گا(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ'' کے بارے ان سے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا ملائکہ ان پر سلام بھیجیں گے حالانکہ ابھی تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور جس وقت وہ انہیں سلام کریں گے اس وقت وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہو جائیں گے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اصحاب اعراف لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے، اہل جہنم کو ان کے چہروں کی سیاہی سے اور اہل جنت کو ان کے چہروں کی سفیدی سے۔ جب ان کا گزر ایسے گروہ سے ہوگا جنہیں جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ انہیں کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ اور جب وہ ایسے گروہ کے پاس سے گزریں گے جنہیں جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ کہیں گے ''رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کا ساتھی نہ بنا(3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اصحاب اعراف کے مقام میں ہوں۔

وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

''اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں دوزخیوں کی طرف (تو) کہیں گے اے ہمارے رب! نہ کر تو ہمیں ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ''وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ''

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 232 3۔ ایضاً جلد 8، صفحہ 32-231

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب ان کے چہرے صرف اہل جہنم کی طرف کر دیے جائیں گے۔ (تو پھر وہ مذکورہ دعا کریں گے) کیونکہ جب وہ اہل جنت کو دیکھیں گے تو اس وقت ان کے چہرے اہل جہنم سے پھر چکے ہوں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جب وہ اہل جہنم کے چہروں کی سیاہی اور ان کی آنکھوں کی نیلی رنگ دیکھیں گے تو اس وقت کہیں گے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے ''وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ'' کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ جب اہل جنت کی نگاہیں پھیری جائیں گی دوزخیوں کی طرف تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ نہ کر۔

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝

''اور پکاریں گے اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہوں گے ان کی علامتوں سے (انہیں) کہیں گے نہ فائدہ پہنچایا تمہیں تمہارے جتھے نے اور (نہ اس ساز و سامان نے) جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے (اے سرکشو!) کیا یہ (جنتی) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ نہیں عطا کرے گا انہیں اللہ اپنی رحمت سے۔ (دیکھو! انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں نہیں کوئی خوف تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ان لوگوں کو پکاریں گے جو جہنم میں ہوں گے اور یہ انہیں ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔ کہیں گے تمہیں تمہارے جتھے اور تمہارے تکبر نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور (نہ اس ساز و سامان نے) جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو فرمائے گا: کیا یہ (اصحاب اعراف) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے عطا نہیں کرے گا۔ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے) کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ وہ انہیں چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلی رنگت سے پہچانتے ہوں گے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے ''وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا''

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 233 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 35-234 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 230

کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب اعراف یہ آواز تب دیں گے جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی کے بارے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سے جبر اور ظلم کرنے والے لوگ ان کے پاس سے گزریں گے۔ تو یہ انہیں ان کی علامات سے پہچان لیں گے۔ پھر اصحاب اعراف انہیں پکاریں گے کہ تمہارے جتھے نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور نہ اس ساز و سامان نے جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں کچھ عطا نہیں کرے گا۔ فرمایا یہی کمزور اور ضعفاء ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب اصحاب اعراف کو کہا جائے گا "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ" (کہ جنت میں داخل ہو جاؤ) تو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ" کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ جہنم میں موجود لوگ قسمیں اٹھاتے تھے کہ اصحاب اعراف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ نہیں پائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس دعوے کی تکذیب کر دی۔ پس سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے یہی لوگ ہوں گے۔ یہی کچھ ہم نے حضور نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے سنا ہے۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

"اور آواز دیں گے دوزخی جنتیوں کو کہ انڈیلو ہم پر کچھ پانی یا جو کچھ دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے۔ جنتی کہیں گے کہ اللہ نے حرام کر دی ہیں یہ دونوں چیزیں کافروں پر"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا افضل صدقہ کون سا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل صدقہ پانی پلانا ہے۔ کیا تم نے اہل نار کا یہ قول نہیں سنا کہ جب وہ اہل جنت سے مدد طلب کریں گے تو کہیں گے کہ ہم پر کچھ پانی انڈیلو یا جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کی والدہ فوت ہو گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ان کے لیے میں کچھ صدقہ کر سکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی پلانا، خوب سیراب کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی کو آواز دے گا اور کہے گا اے میرے بھائی! میری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 234 2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 221 (3380)، دار الکتب العلمیہ بیروت

مدد کر، میں جل گیا ہوں، مجھ پر پانی انڈیل دے، تو اسے کہا جائے گا تو اسے یہ جواب دے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر یہ دونوں چیزیں حرام کر دی ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا" مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ " سے مراد طعام ہے (یعنی جو کھانے کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے کچھ دے دو) (2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو طالب بیمار ہوئے تو ساتھیوں نے انہیں کہا کہ تم اپنے بھتیجے کی طرف پیغام بھیجو تو وہ تمہاری طرف جنت سے انگوروں کا گچھا لا کر بھیج دے گا۔ شاید اس سے تمہیں شفا ہو جائے گی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا" اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ " (کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں) (3)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے اس آیت کے بارے کہا کہ اہل جہنم جنتیوں سے پانی اور کھانا طلب کریں گے تو ان کا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا اور پانی دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں (4)۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عقیل بن شہر الریاحی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈا پانی پیا۔ تو رونے لگے اور انتہائی شدید روئے۔ آپ سے کہا گیا کس چیز نے آپ کو اتنا رلایا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: مجھے کتاب اللہ کی یہ آیت یاد آئی ہے" وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ " (سبا:54) (اور رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جو وہ دل سے چاہتے ہوں گے) تو مجھے معلوم ہوا کہ اہل نار ٹھنڈے پانی کے سوا کچھ نہیں چاہیں گے۔ تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے" اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ " (5)

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ سے ملاقات کریں گے اس حال میں کہ اس کے چہرے پر گرد وغبار پڑا ہوگا۔ تو رب کریم کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے میرے رب! بلاشبہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہے کہ میرا باپ جہنم میں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے (6)۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 237 2۔ ایضاً 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 57، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 237 5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 149، دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1223 (3172) دار ابن کثیر دمشق

WWW.NAFSEISLAM.COM

نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

''جنہوں نے بنالیا تھا اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور فریب میں مبتلا کر دیا تھا انہیں دنیا کی زندگی نے سو آج ہم فراموش کر دیں گے انہیں جیسے بھلا دیا تھا انہوں نے اس دن کی ملاقات کو اور جس طرح وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور بے شک لے آئے ہم ان کے پاس ایک کتاب جسے ہم نے واضح کر دیا ہے (اپنے) علم (کامل) سے درآں حالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ ''فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم انہیں جہنم میں ڈال کر چھوڑ دیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خیر اور بھلائی سے انہیں فراموش کر دے گا اور تکلیف اور عذاب سے انہیں فراموش نہیں کرے گا (یعنی اس میں انہیں ضرور مبتلا کرے گا) (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: ہم انہیں جہنم میں بہت پیچھے دھکیل دیں گے (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے ہم انہیں رحمت سے دور ہٹا دیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کے لیے عمل کرنا چھوڑ دیے تھے (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت یزید بن ابی مالک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بلاشبہ جہنم میں کئی ایسے کنویں ہیں کہ جسے ان میں پھینکا جائے گا اسے بھلا دیا جائے گا۔ وہ اس میں جائے قرار تک پہنچنے سے قبل ستر برس تک گرتا جائے گا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 238 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 239 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 238

'' کافر کس چیز کے منتظر ہیں؟ یہ کہ قرآن کی دھمکی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ جس روز ظاہر ہوگا اس کا انجام تو کہیں گے جو بھلائے ہوئے تھے اسے اس سے پہلے کہ بے شک لائے تھے ہمارے رب کے رسول حق (پیغام) تو کیا (آج) ہمارے کوئی سفارشی ہیں تو وہ سفارش کریں ہمارے لیے یا ہمیں واپس بھیج دیا جائے تا کہ ہم عمل کریں اس کے برعکس جو ہم کیا کرتے تھے، بے شک انہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور گم ہو گیا ان سے جو وہ بہتان باندھا کرتے تھے''۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے تَاْوِيْلَهٗ کا معنی عاقبتہ (انجام) کیا ہے (یعنی کافر کس چیز کے منتظر ہیں؟ یہ کہ قرآن کی دھمکی کا انجام کیا ہوتا ہے) (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ '' يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ '' میں تاویل کا معنی حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے جزا کیا ہے (یعنی جس روز اس کی جزا ظاہر ہوگی) اور يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ '' میں نَسُوْهُ کا معنی اعرضوا منه کیا ہے (یعنی وہ کہیں گے جو اس سے پہلے اس سے اعراض کیے ہوئے تھے) (2)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یوم سے مراد قیامت کا دن ہے (کہ جب قیامت کے دن ان کا انجام ظاہر ہوگا) (3)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تاویل سے مراد عواقب (انجام) ہے مثلاً واقعہ بدر قیامت اور دیگر جو وعدے اس سے کیے گئے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس کے انجام میں سے کچھ ظاہر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کا انجام مکمل ہو جائے گا۔ جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اس دن اس کا انجام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ''یوم یاتی تاویله'' اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے دوستوں اور اپنے دشمنوں کو ان کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق بدلہ اور جزا عطا فرمائے گا۔ تو اس دن وہ کہیں گے جو اس سے پہلے اسے بھلائے ہوئے تھے کہ بے شک ہمارے رب کے رسول حق (پیغام) لائے تھے الی آخر الآیہ (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے تاویل کا معنی تحقیق نقل کیا (کہ جس دن اس کی حقیقت ظاہر ہوگی) اور انہوں نے بطور تصدیق یہ آیت پڑھی '' هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ (یوسف: 100) اور فرمایا کہ اس میں هٰذَا تَاْوِيْلُ، هذا تحقیقها کے معنی میں ہے۔ اسی طرح یہ آیت بھی ہے '' وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ '' (آل عمران: 7) فرمایا کہ اس کا معنی ہے: '' اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا'' (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 240 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 41-240 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 240
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ“ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے ان سے گم ہو گیا جو وہ دنیا میں جھوٹ بولا کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ یَفْتَرُوْنَ کا معنی یُشْرِکُوْنَ ہے کہ ان سے گم ہو گیا جسے وہ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾

”بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا عرش پر (جیسے اسے زیبا ہے) ڈھانکتا ہے رات سے دن کو درآنحالیکہ طلب کرتا ہے دن رات کو تیزی سے اور (پیدا فرمایا) سورج اور چاند اور ستاروں کو وہ سب پابند ہیں اس کے حکم کے، سن لو! اسی کے لیے خاص ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کو دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ۔ بے شک اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سمیط رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارے رب کریم نے اس آیت میں اپنی ذات کے بارے میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے ”إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ...... الایہ“

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الدعاء میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے جس نے یہ بیس آیات پڑھیں میں اس کا ضامن ہوں، اللہ تعالیٰ اسے ہر ظالم حکمران، ہر سرکش شیطان، ہر نقصان پہنچانے والے درندے اور ہر عادی چور سے محفوظ رکھے گا۔ (وہ آیات یہ ہیں) آیۃ الکرسی، سورۂ اعراف کی یہ تین آیات ”إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ...... الآیہ“ سورۂ صافات کی پہلی دس آیات، سورۂ رحمٰن کی یہ تین آیات ”يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا ۚ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ﴿٣٣﴾“ (رحمٰن) اور سورۂ حشر کی آخری آیات یعنی هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سے لے کر تا آخر۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی ”إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ“ گھڑسواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ملی، وہ عرب

9B

کے پاس نہیں دکھائی دیتے تھے۔ تو انہوں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم جنات میں سے ہیں اور ہم اس شہر سے نکلے ہیں، اس آیت نے ہمیں نکالا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن ابی مرزوق رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس نے سونے کے وقت یہ آیت پڑھی ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ...... الآیہ'' تو اس پر فرشتہ اپنا پر بچھا دیتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور وہ چوری سے محفوظ رہتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن قیس صاحب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بیمار ہو گیا اور اس کے دوستوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئی اور وہ اس کے لیے دعا اور تعویذ کرنے لگے۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ...... الآیہ'' والی تمام آیات پڑھیں۔ وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے حرکت کی اور سیدھا بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک دن اور ایک رات سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ دوسرے دن وہی ساعت آگئی جس میں پہلے دن اس نے سجدہ کیا تھا۔ تو اس کے گھر والوں نے اسے کہا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تجھے صحت عطا فرمائی ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَاكَ'' اس نے کہا میری طرف وہ فرشتہ بھیجا گیا جو روح قبض کرتا ہے تو جب تمہارے ساتھی نے وہ آیات پڑھیں تو اس فرشتے نے سجدہ کیا اور میں نے بھی اس کے سجود کے ساتھ سجدہ کیا پس اس وقت اس نے اپنا سر اٹھایا ہے پھر وہ جھکا اور فوت ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، ان میں سے ہر دن کا علیحدہ علیحدہ نام یہ ہے، ابو جاد، ہواز، حطی، کلمون، صعفص اور قرشات۔

امام سمویہ رحمہ اللہ نے فوائد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، فرمایا اس میں سے ہر دن کی مقدار ہزار برس تھی۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تخلیق کی ابتدا عرش، پانی اور ہوا سے کی گئی اور پھر زمین پانی سے پیدا کی گئی۔ تخلیق کی ابتدا اتوار سے کی گئی پھر پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعۃ المبارک کے دن تخلیق کا عمل مکمل ہو گیا اور ہفتے کے دن یہودی بنے۔ ان چھ دنوں میں سے ہر دن موجودہ دنوں کے اعتبار سے ہزار برس کے برابر تھا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب کی تخلیق کی ابتدا اتوار کے دن کی، پھر جمعہ کے دن تین ساعتوں میں اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا اور ان میں سے ایک ساعت میں عداوت اور دشمنی پیدا فرمائی تاکہ لوگ دعا اور سوال کے وقت اپنے رب کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 242، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

طرف ہی رغبت رکھیں اور ایک ساعت میں وہ بدبو پیدا کی جو مرنے کے بعد ابن آدم میں ظاہر ہوتی ہے تاکہ جب وہ مرے تو اس کے لیے قبر بنائی جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت حیان الاعرج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یزید بن ابی سلم نے جابر بن زید کی طرف لکھا کہ تخلیق کی ابتدا کس سے ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ عرش، پانی اور قلم سے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے پہلے کسے پیدا کیا گیا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت کعب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کا آغاز اتوار سے کیا پھر پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعۃ المبارک تک یہ سلسلہ جاری رہا اور ان میں سے ہر دن کو ایک ہزار برس کے برابر بنایا(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے ابو ہریرہ! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا اور ہفتے کے دن مٹی، اتوار کے دن پہاڑ، پیر کے دن درخت، منگل کے دن آدم علیہ السلام، بدھ کے دن نور، جمعرات کے دن چوپائے اور دیگر جانور اور جمعۃ المبارک کے دن، دن کی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق ساتویں دن عرش پر متمکن ہوا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس طرح عرش پر متمکن ہوا جس طرح اسے زیبا ہے۔ تو عرش نے اس کی تسبیح بیان کی۔

امام ابن مردویہ اور لالکائی رحمہما اللہ نے السنۃ میں ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے "ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس کی کیفیت عقل سے باہر ہے، استواء غیر مجہول ہے۔ اس کا اقرار کرنا ایمان ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے حضرت ربیعہ سے پوچھا گیا کہ رب کے عرش پر متمکن ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا استواء غیر مجہول ہے۔ کیف غیر معقول ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (لوگوں تک) پہنچانا لازم ہے اور ہم پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن صالح بن مسلم رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیعہ سے مذکورہ سوال کیا گیا تو آپ نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت مالک بن انس رحمہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماجاء فی الاوائل، جلد 7، صفحہ 269، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور انہیں کہا اے ابوعبداللہ! اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہوا۔ اس کے اس متمکن ہونے کی کیا کیفیت ہے؟ تو راوی نے کہا میں نے مالک کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنے کلام میں اپنی ایجاد کی طرح کی کوئی شے پائی اور ان پر پسینہ ہو۔ قوم نے سر جھکا لیے وہ آدمی اٹھا اور حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا۔ تو آپ نے فرمایا اس کی کیفیت عقل سے وراء ہے استواء غیر مجہول ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے بارے سوال کرنا بدعت ہے اور مجھے تو تیرے گمراہ ہونے کا خوف ہے۔ آپ نے اسے یہ بتایا اور وہاں سے نکال دیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضرت مالک بن انس کے پاس تھے۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے ابوعبداللہ! رحمٰن عرش پر متمکن ہوا۔ اس استواء کی کیفیت کیا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے سر جھکا لیا اور آپ کو پسینہ آنے لگا۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ (طٰہٰ) رحمٰن عرش پر متمکن ہوا جیسا کہ اس کی ذات کو زیبا ہے۔ اس کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی، اس سے کیف اٹھا لیا گیا ہے اور تو برا اور بدعتی آدمی ہے اسے یہاں سے نکال دو، راوی کہتے ہیں کہ اس آدمی کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

بیہقی نے احمد بن ابی الحواری سے یہ قول بیان کا ہے کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اپنی ذات کے بارے کوئی وصف بیان کرے۔ تو اس کی تفسیر اس کی تلاوت ہے اور اس پر سکوت اختیار کرنا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن موسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابن عیینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے جو وصف بیان کیا ہے تو اس کی تفسیر اس کی قرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے اس کی تفسیر بیان کرنا صحیح نہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوعیسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا تو ایک فرشتہ سجدے میں گر گیا اور قیامت قائم ہونے تک سجدہ میں رہے گا۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اپنا سر اٹھائے گا۔ اور کہے گا سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْتُكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ اِلَّآ اَنِّیْ لَمْ اُشْرِكْ بِكَ شَيْئًا وَّلَمْ اَتَّخِذْ مِنْ دُوْنِكَ وَلِيًّا، تیری ذات پاک ہے میں نے اس طرح تیری عبادت نہیں کی جیسے تیری عبادت کا حق تھا مگر بلاشبہ میں نے تیرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرایا اور نہ تیرے سوا کسی کو ولی بنایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے ''یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ'' کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رات سے دن کو ڈھانکتا ہے تو دن اپنی روشنی سمیت چلا جاتا ہے اور وہ اسے بڑی تیزی کے ساتھ طلب کرتا ہے یہاں تک کہ اسے پالیتا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حَثِيْثًا کا معنی سریعا (تیزی سے) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ'' کا مفہوم حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 242

ہے کہ اللہ تعالیٰ دن کو رات کا لباس پہنا دیتا ہے۔

رہا قول باری تعالیٰ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ تو اس کے بارے طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج چاند اور ستارے عرش کے نور سے پیدا کیے گئے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے '' اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ '' کے بارے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خلق سے مراد پیدا کرنا اور امر سے مراد کلام کرنا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت عبد العزیز شامی رحمہما اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے اور انہیں شرف صحابیت بھی حاصل تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اپنے عمل صالح کرنے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان نہ کی اور اپنی تعریف کی، تو اس نے کفر کیا اور اپنا کیا ہوا عمل ضائع کر دیا اور جس کسی نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے امر میں سے کچھ بندوں کے لیے بھی مقرر کیا ہے، تو اس نے اس ارشاد کا انکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا۔ اور وہ ارشاد یہ ہے '' اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ '' '' سن لو اس کے لیے خاص ہے پیدا کرنا اور حکم دینا '' (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارشاد خداوندی '' اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً '' میں خفیۃ سے مراد سرا اور مخفی دعا مانگنا ہے۔ یعنی تم اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ (سرا) بے شک اللہ تعالیٰ دعا میں اور دیگر امور میں حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (2)۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے کہا تَضَرُّعًا کا معنی اعلانیہ اور خُفْيَةً کا معنی سرا آہستہ آہستہ دعا کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے تَضَرُّعًا کا معنی ہے عاجزی کرتے ہوئے اور خُفْيَةً کا معنی ہے آواز پست کرتے ہوئے۔ یعنی تم اپنی دنیوی اور اخروی حاجات کے بارے میں اپنے رب سے دعا کرو عاجزی کرتے ہوئے دھیمی اور پست آواز کے ساتھ۔ اور '' اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ '' کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں تم کسی مومن مرد اور عورت کے بارے شر اور برائی کی دعا نہ کرو یعنی اے اللہ! فلاں کو ذلیل و رسوا کر دے اور فلاں پر لعنت بھیج اور اسی کی مثل دیگر دعائیں۔ کیونکہ یہ عداوت اور دشمنی کی علامت ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ سے '' اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ '' کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے تم انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منازل و مراتب (پر پہنچنے) کی دعا نہ کرو (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ بلند آواز سے دعا کرنا حد سے بڑھنا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی '' اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ '' سے '' تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ '' تک کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 243 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 244 3۔ ایضاً

نے تمہیں اپنی قدرت اور عظمت وجلال کی خبر دی ہے۔ پھر یہ بیان کیا ہے کہ تم اس سے کیسے دعا مانگو کہ وہ اس کے غصے اور ناراضگی کا سبب نہ بنے۔ تو فرمایا ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ''۔ حضرت قتادہ نے کہا کہ تم جان لو بعض دعاؤں میں سے حد سے تجاوز ہوتا ہے، لہٰذا تم دشمنی اور حد سے بڑھنے سے اجتناب کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس حقیقی قوۃ اور طاقت نہیں ہے۔ فرمایا ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ بنی سلیم کے بھائی مجالد بن مسعود نے ایک قوم کو چیخ چیخ کر دعا کرتے ہوئے سنا۔ تو وہ ان کی طرف چل پڑے اور فرمایا: اے قوم! تم نے اپنے سے پہلے لوگوں پر فضیلت کو پالیا ہے یا کہ تم ہلاک ہو چکے ہو۔ پس وہ لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ فرمایا ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قوم کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگ اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: یہ قوم کیا حاصل کر رہی ہے؟ قسم بخدا! اگر یہ لوگ زمین میں پہاڑ سے بھی بڑھ کر طویل اور لمبے ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ سے قرب میں اضافہ نہ کر سکتے۔ حضرت قتادہ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی مانگو اس میں چاہیے کہ سکینت و وقار ہو، اس میں خاموشی، لباس اور ہدایت کا حسن بھی ہو اور اس میں راحت وسکون کا جمال بھی ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اس طرح کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے جنت کی دائیں جانب قصر ابیض کی التجا کرتا ہوں، جب میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تو انہوں نے اسے فرمایا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جو دعا اور طہور (پاکیزگی حاصل کرنے) میں حد سے بڑھ جائیں گے (1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو سنا کہ وہ دعا کرتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے: اے اللہ! میں تجھ سے جنت، اس کی نعمتوں اور اس کی دیگر رونقوں اور خوبیوں کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے دوزخ، اس کی زنجیروں اور اس کے طوقوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: بلاشبہ تو نے اللہ تعالیٰ سے خیر و بھلائی کا سوال کیا ہے اور بہت سے شر سے اس کی پناہ مانگی ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی جو دعا میں حد سے بڑھ جائے گی اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ '' بلاشبہ تیرے لیے صرف اتنا کہنا کافی ہے اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ایسے قول و عمل کا جو اس کے قریب کا ذریعہ اور سبب ہو اور میں تجھ ہی سے جہنم سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر ایسے قول و عمل سے جو اس کے قرب کا ذریعہ اور سبب ہو (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے کہا۔ تو اپنے رب سے ایسے امر

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 321 (3864)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 172، دار صادر بیروت

کے بارے سوال کرنے سے اجتناب کر، جس سے تجھے منع کیا گیا ہے یا جو تیرے لیے مناسب نہیں۔

امام ابن مبارک، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان دعا میں انتہائی (عجز وانکساری) کی کوشش کرتے تھے اور اگر ان کی آواز ہوتی تو وہ نہیں سنائی دیتی تھی مگر صرف اتنی کہ وہ ان کے اور ان کے رب کے درمیان ایک سرگوشی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً'' اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عبد صالح کا ذکر کیا اور اس کے قول کو پسند کرتے ہوئے فرمایا ''اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝'' (مریم:) ''جب اس نے پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے'' (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج نے کہا کہ دعا میں حد سے بڑھنا یہ ہے کہ آواز کو بلند کرنا اور چیخ و پکار کر کے دعا کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے اور دعا میں عجز وانکساری اور راحت وسکون کا حکم دیا گیا ہے (2)۔

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

''اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکو کاروں سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے ''وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا'' کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے بعد کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب نے اس کی اصلاح کر دی ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کو اہل زمین کی طرف بھیجا اور اس وقت زمین کے باسی فساد برپا کیے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ان کی اصلاح فرمائی۔ پس جس کسی نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لائے ہوئے دین کے خلاف دعوت دی، وہ زمین میں فساد پھیلانے والوں میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوسنان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے رب کریم فرما رہا ہے: تحقیق میں نے اپنی حلال چیزوں کو حلال قرار دیا ہے، حرام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور اپنی حدود کو مقرر کر دیا ہے پس تم ان سے تجاوز نہ کرو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا'' کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان کیا ہے ''خَوْفًا مِّنْهُ وَ طَمَعًا لِّمَا عِنْدَهٗ'' یعنی تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور اس کی امید اور خواہش رکھتے ہوئے جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اور یہاں محسنین بمعنی مومنین ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت مومنین کے قریب ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لایا۔ وہ تو مفسدین میں سے ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 243 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 244

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مطر الوراق سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے اس کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ کیونکہ اس نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ اس کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

''اور وہی خدا ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوش خبری سناتے ہوئے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ اٹھالاتی ہیں بھاری بادل تو ہم لے جاتے ہیں اسے کسی ویران شہر کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس سے پانی پھر پیدا کرتے ہیں اس کے ذریعہ ہر قسم کے پھل۔ اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو تاکہ تم نصیحت قبول کرو''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے حضرت عاصم رحمہ اللہ نے یہ آیت اس طرح پڑھی ''وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ'' اس پر (تمام قراء کا) اجماع ہے۔ اور بُشْرًا میں باء کو خفیف پڑھا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوا بھیجتا ہے اور وہ خافقین یعنی زمین و آسمان کے کنارے جہاں مل رہے ہوتے ہیں کے درمیان سے بادل کو لاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اسے وہاں سے نکال کر پھیلا دیتا ہے۔ پس وہ اسے آسمان میں پھیلائے رکھتا ہے جیسے چاہتا ہے پھر آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے اور پانی بادل پر بہا دیتا ہے پھر اس کے بعد بادل بارش برساتا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ'' کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگ ان (ہواؤں) سے خوش ہو جاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ یمانی رحمہ اللہ اسے ''بُشْرًا'' پڑھتے تھے یعنی مبشرات سے قبل (اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں رحمت سے مراد بارش ہے اور انہوں نے ہی ''كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ'' کی تفسیر میں کہا کہ اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا۔ یعنی جس طرح پانی کے سبب کھیتی نکالی جاتی ہے اسی طرح مردوں کو بھی نکالا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ''كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردوں کو نکالنے کا ارادہ فرمائے گا تو آسمان بارش برسائے گا، یہاں تک کہ زمین ان کے ساتھ پھٹ جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ارواح کو بھیجے گا اور ہر روح اپنے جسم کی طرف آئے گی۔ پس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 247 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 48-247

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو بارش کے سبب زندہ فرمائے گا جیسے وہ زمین کو سرسبز و شاداب کرتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾

"اور جو سرزمین عمدہ زرخیز ہے (کثرت سے) نکلتی ہے اس کی پیداوار اپنے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے نہیں نکلتی اس سے (پیداوار) مگر قلیل گھٹیا۔ اسی طرح ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں (اپنی) نشانیاں اس قوم کے لیے جو شکر گزار ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورۃ الصدر آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندۂ مومن کے لیے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ مومن پاک ہے اور اس کا عمل بھی پاک ہے۔ اس طرح جیسا کہ زرخیز اور عمدہ سرزمین کا پھل عمدہ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اور "وَ الَّذِي خَبُثَ الآیہ" میں اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال بیان کی ہے کہ جس طرح دلدلی اور شوریلی زمین سے اچھی پیداوار نہیں نکلتی اسی طرح کافر خود بھی ناپاک ہے اور اس کا عمل بھی ناپاک ہے(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمین کے تمام اوصاف دلدل، شور اور دیگر اوصاف حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی مثل ہیں کہ ان میں پاکیزہ اور اچھے لوگ بھی ہیں اور ناپاک اور برے لوگ بھی(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے "وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ" کے بارے کہا کہ یہ ایسے بندۂ مومن کی مثال ہے جس نے کتاب اللہ سنی، اسے یاد کیا اور مضبوطی سے تھام لیا پھر اس کے مطابق عمل کیا اور اس سے خوب نفع اٹھایا۔ تو یہ اس زمین کی مثل ہے جس پر بارش برسی پھر اس نے پیداوار اگائی اور خوب سرسبز و شاداب ہوگئی۔ اور "وَالَّذِي خَبُثَ" یہ کافر کی مثال ہے جس نے نہ قرآن کو سمجھا اور نہ اس کے مطابق عمل کیا۔ نہ اسے مضبوطی سے تھاما اور نہ اس سے نفع حاصل کیا۔ پس وہ اس فاسد اور خراب زمین کی طرح ہے جس پر بارش تو برسی۔ مگر اس نے کوئی شے نہیں اگائی اور نہ وہ سرسبز و شاداب ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے دلوں کے لیے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ بارش نازل کرتا ہے تو عمدہ اور زرخیز زمین اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی پیداوار نکالتی ہے اور "وَالَّذِي خَبُثَ" اس سے مراد وہ خراب اور دلدلی زمین ہے جس کی پیداوار نہیں نکلتی مگر قلیل اور گھٹیا۔ اسی طرح دل ہیں کہ جب قرآن بندۂ مومن کے دل پر نازل ہوا۔ تو وہ اس کے ساتھ ایمان لایا اور ایمان اس کے دل میں راسخ اور ثابت ہو گیا اور کافر کے دل میں جب قرآن داخل ہوا۔ تو اس کا تعلق کسی ایسی شے سے نہ ہوا۔ جو اسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 249 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 250

WWW.NAFSEISLAM.COM

نفع دیتی۔ اور اس کے دل میں ایمان میں سے کوئی شے ثابت نہیں ہوئی مگر وہی جو اسے نفع نہیں دے سکتی۔ جیسا کہ خراب زمین سے ایسی پیداوار ہی نکلتی ہے جو نفع بخش نہیں ہوتی۔ اور ''نَكِدًا'' سے مراد ایسی قلیل شے ہے جو نفع نہ دے سکتی ہو(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے ''وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ'' میں یاء کو فتحہ اور راء کو ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زرخیز اور عمدہ زمین کو بارش نفع دیتی ہے اور اس سے پیداوار اگتی ہے اور وہ زمین جو دلدلی اور شوریلی ہو اسے بارش کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اور اس سے بالکل قلیل گھٹیا سی پیداوار نکلتی ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کے لیے بیان فرمائی ہے۔ بلاشبہ ساری اولاد آدم ایک ہی نفس سے پیدا کی گئی ہے۔ سو ان میں سے کچھ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے ساتھ ایمان لائے ہیں، تو وہ اچھے اور عمدہ ہو گئے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے ساتھ کفر کیا ہے تو وہ ناپاک اور فاسد ہو گئے (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے لیے بیان فرمائی ہے (3)۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس ہدایت اور علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال کثیر موسلا دھار بارش کی طرح ہے، جو زمین پر برستی ہے۔ پس زمین کا کوئی حصہ پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور گھاس اور کثیر سبزہ وغیرہ اگاتا ہے۔ اور زمین کا کوئی حصہ سخت ہوتا ہے۔ وہ پانی کو اپنے اوپر روک لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے پس لوگ اس سے پیتے ہیں، زمین کو سیراب کرتے ہیں اور فصلیں اگاتے ہیں۔ اور زمین کا کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو انتہائی پست اور نرم ہوتا ہے۔ نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ ہی گھاس اور سبزہ وغیرہ اگاتا ہے۔ پس اسی طرح مثال ہے اس آدمی کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اسے اس دین نے نفع دیا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا پس اس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور (دوسری) اس کی مثال ہے جس نے دین کے لیے سر نہیں اٹھایا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا (4)۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵۹

''بے شک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو انہوں نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اللہ کے سوا۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آ جائے''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 250
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً
4۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 42، دار ابن کثیر دمشق

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یزید الرقاشی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا نام نوح اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ نے طویل وقت تک اپنی ذات پر نوحہ کیا(2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کو نوح اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ اپنی ذات پر نوحہ کرتے تھے۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مقاتل اور جویبر رحمہما اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بوڑھے ہو گئے اور ان کی ہڈیاں نرم پڑ گئیں تو انہوں نے کہا اے میرے پروردگار! کب تک میں مشقت اٹھاتا رہوں گا اور محنت کرتا رہوں گا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے آدم! اس وقت تک یہاں تک تیرا مختون بچہ پیدا ہو جائے۔ تو پھر دس قبیلوں کے بعد حضرت نوح علیہ السلام (آپ کے خاندان میں) پیدا ہوئے۔ ان دن آپ کی عمر ساٹھ سال کم ہزار برس تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے نوح بن لامک بن متوشلخ بن ادریس وھواخنوخ بن یرد بن مہلا ییل ابن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ آپ کا اسم گرامی السکن تھا۔ آپ کو نوح السکن کہا جاتا ہے اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کو آپ کے پاس ہی سکون حاصل ہوا اور آدم علیہ السلام تمام کے باپ ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کو نوح اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم پر پچاس برس کم ہزار سال تک نوحہ کیا۔ وہ اس طرح کہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور جب وہ انکار کرتے تو آپ روتے اور ان پر نوحہ کرتے تھے(3)۔

امام ابن عساکر نے وہب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دس آباء کا واسطہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان بھی دس آباء کا واسطہ موجود ہے(4)۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین دس آباء ہیں اور وہ تمام کے تمام دین حق پر قائم تھے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے انبیاء علیہم السلام میں سے پانچ عربی ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام(6)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دوسرے ہزار میں مبعوث ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا وصال نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ پہلے ہزار برس کے آخر میں حضرت نوح علیہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 243، دارالفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 241
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 242
4۔ ایضاً
5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 596 (4009) دارالکتب العلمیہ بیروت
6۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 242

WWW.NAFSEISLAM.COM

السلام کی ولادت ہوئی۔ لوگوں میں گناہ عام ہو چکے تھے، ظلم و زیادتی کرنے والے جابر حکمران کثیر تعداد میں تھے اور ان میں تکبر اور رعونت انتہائی بڑھ چکی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام انتہائی صبر اور بردباری کے ساتھ دن، رات، سراً اور اعلانیۃً انہیں دعوت حق دیتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی اتنے شدید اور سخت حالات پیش نہیں آئے، جن کا سامنا حضرت نوح علیہ السلام کو کرنا پڑا۔ وہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاس آتے اور پکڑ کر گلا دبا دیتے اور مجالس میں مارتے اور پھر بھاگ جاتے۔ آپ ان کے ایسے سلوک کے باوجود ان کے لیے بددعا نہ کرتے۔ بلکہ ان کے لیے دعا کرتے اور کہتے "یَا رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ (حقیقت حال) جانتے نہیں ہیں۔ مگر آپ کے اس حسن سلوک نے ان میں آپ سے فرار اختیار کرنے کے سوا اور کچھ اضافہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ ان میں سے کسی آدمی سے کلام کرتے، تو وہ اپنے سر کو کپڑے کے ساتھ خوب لپیٹ لیتا اور اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا، تا کہ آپ کے کلام میں سے کوئی شے اسے سنائی نہ دے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ (نوح: 7)" تو (ہر بار) انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر لپیٹ لیے اپنے کپڑے"۔ پھر وہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے اور تیزی سے چلے جاتے اور کہتے اسے رہنے دو کیونکہ یہ کذاب ہے۔ آپ پر انتہائی شدید اور سخت آزمائش آتی رہی اور آپ ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ کے لوگوں اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل کا انتظار کرتے رہے۔ مگر جو نسل بھی آئی وہ پہلی سے زیادہ خبیث اور پہلی سے بڑھ کر متکبر اور سرکش نکلی اور ان میں آدمی یہ کہتے: یہ ہمارے آباء و اجداد کے ساتھ بھی تھا اور یہ مسلسل جنون میں مبتلا ہے اور ان میں سے کوئی آدمی مرتے وقت اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتا۔ اس مجنون سے بچ کر رہو کیونکہ اس کے بارے مجھے میرے آباء نے بتایا ہے کہ لوگوں کی ہلاکت اور بربادی اس کے ہاتھوں پر ہے۔ پس وہ اس قسم کی وصیت اپنے درمیان کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی اپنے بچے کو اپنے کندھے پر اٹھاتا، پھر اس کے ساتھ ٹھہرا رہتا اور اس پر واقف ہو جاتا تو کہتا: اے میرے بیٹے! میں زندہ رہوں یا مر جاؤں، تو اس شیخ سے بچنا۔ پھر جب آپ کا ان کے ساتھ ایک طویل زمانہ گزر گیا تو انہوں نے کہا "قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ (ہود)" وہ (برافروختہ ہو کر) بولے اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا۔ (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو" (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جزیرہ، حضرت ہود علیہ السلام سرزمین شجر جو کہ سرزمین مہرہ میں ہے، حضرت صالح علیہ السلام حجر، حضرت لوط علیہ السلام سدوم اور حضرت شعیب علیہ السلام مدین میں مبعوث کیے گئے اور حضرت ابراہیم، حضرت آدم، حضرت اسحٰق اور حضرت یوسف علیہم السلام کا وصال سرزمین فلسطین میں ہوا اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام دمشق میں قتل کیے گئے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو مارتے تھے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 44-243، دار الفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی، جب افاقہ ہوتا تو آپ یہ دعا مانگتے: اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ ناواقف ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے عبید بن عمیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو آپ کی قوم اتنا مارتی یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔ پھر جب افاقہ پاتے تو اس طرح دعا کرتے: اِهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ شقیق نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے چہرۂ اقدس سے خون صاف کر رہے ہیں اور بطور حکایت انبیاء علیہم السلام سے کسی نبی علیہ السلام کا یہ قول بیان کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں: اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (2)

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے ایک دوسری سند سے بھی حضرت عبید بن عمیر لیثی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ آپ کا گلا دبا لیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں اوپر چڑھ آتیں۔ اور جب وہ آپ کو چھوڑتے تو آپ یہ دعا کرتے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ جَهَلَةٌ" اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جاہل ہیں۔

امام عبد بن حمید، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ انبیاء میں سے ایک نبی علیہ السلام کا قول بطور حکایت بیان کر رہے ہیں اس حال میں کہ آپ کی قوم نے آپ پر تشدد کیا اور آپ ﷺ اپنی جبین اقدس سے خون صاف کر رہے ہیں اور زبان اقدس سے یہ کہہ رہے ہیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (3)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابومہاجر الرقی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک بالوں کے بنے ہوئے ایک خیمے میں سکونت پذیر رہے۔ آپ کو کہا جاتا تھا۔ اے اللہ تعالیٰ کے نبی! گھر بنا لیجئے۔ تو آپ فرماتے میں آج فوت ہو جاؤں گا یا کل فوت ہو جاؤں گا۔ "اَمُوْتُ الْیَوْمَ اَمُوْتُ غَدًا"

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن ورد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کانوں سے گھر بنایا۔ تو آپ کو کہا گیا: آپ نے اس کے علاوہ کسی اور شے سے کیوں نہیں بنایا؟ تو آپ نے فرمایا جس نے فوت ہو جانا ہے اس کے لیے یہی کافی ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا، عقیلی، ابن عساکر اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام انبیاء علیہم السلام میں سے بہت بڑے نبی تھے۔ جب بھی وہ بیت الخلاء سے باہر

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 247، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً

3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 412، دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 400 (10751) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

آتے تو یہ دعا مانگتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ طَعْمَهٗ وَاَبْقٰی فِیَّ مَنْفَعَتِهٖ، وَاَخْرَجَ مِنِّیْ اَذَاهُ" "سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس کھانے سے مجھے لطف اندوز کیا، پھر اس کی منفعت اور فوائد کو باقی رکھا اور اس کی اذیت اور تکلیف کو مجھ سے خارج کر دیا" (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور زنادقہ کے سوا آپ کی امت کو ہلاک نہیں کیا پھر یکے بعد دیگرے نبی تشریف لاتے رہے اور اللہ تعالیٰ زنادقہ کے سوا اس امت کو ہلاک نہیں کرے گا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعد بن حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم مہینے میں دو بار فصل کاشت کرتے تھے اور وہ عورت جو دن کے پہلے حصے میں بچے کو جنم دیتی تو دن کے آخری حصہ میں اس کے پیچھے دوسرا بچہ پیدا ہوتا۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول ذکر کیا ہے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو عذاب نہیں دیا گیا یہاں تک کہ زمین میں کوئی میدان اور پہاڑ ایسا نہیں تھا جسے کوئی آباد کرنے والا آباد نہ کر رہا ہو اور اپنی ذات کے ساتھ مختص کرے والا مختص نہ کرتا (یعنی اس قوم پر عذاب تب آیا جب کہ وہ زمین کے نشیب و فراز ہر جگہ پر پھیلے ہوئے تھے اور اسے اپنی ملکیت قرار دے چکے تھے)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں میدان اور پہاڑ اپنے اپنے باسیوں کے سبب تنگ ہو چکے تھے، یہاں تک کہ میدانوں میں رہنے والے لوگ پہاڑوں پر چڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی میدانوں میں اتنی گنجائش تھی کہ پہاڑوں پر رہنے والے ان کی طرف اتر آئیں۔ فرمایا: تم اس پر یقین کر لو۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کہا: حضرت نوح علیہ السلام اپنے زمانے والوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے اور آپ برقعہ پہنے رکھتے تھے۔ کشتی میں سوار ہونے والوں کو بھوک نے آلیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا چہرۂ مبارک ان کے لیے ظاہر فرمایا تو وہ سب سیر ہو گئے (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر وادی عسفان کے پاس سے ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وادی کے پاس حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا بھی سرخ اونٹوں پر گزر ہوا ہے، اونٹوں کی نکیل کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی۔ اس کا لباس عباء (چوغے) پر تھا اور وہ دھاری دار چادریں لیے ہوئے تھے۔ وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے کے لیے گئے (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ

1۔ الفردوس للدیلمی، جلد 4، صفحہ 290 (6854) دار الباز 2۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 272، دار الفکر بیروت

3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 440، دار الکتب العلمیہ بیروت

فرماتے سنا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں کے علاوہ صوم دہر (ہمیشہ روزہ) رکھا، حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف الدہر روزہ رکھا (یعنی ایک دن آپ روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا۔ یعنی آپ نے بہت سا عرصہ روزے رکھے اور بہت سا زمانہ افطار کیے (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں، بزار، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب قریب الموت ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: میں تیرے لیے ایک وصیت پر اکتفا کر رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں تجھے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کر رہا ہوں۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس نظریہ پر ثابت قدم رہو لا الہ الا اللہ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو بالیقین یہ ان پر بھاری ہوگا۔ اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کا ایک مبہم حلقہ (دائرہ) زرہ بن جائے، تو لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہٖ انہیں توڑ دے گا۔ کیونکہ یہ ہر شے کی نماز (عبادت) ہے۔ اور اسی کے سبب ہر شے کو رزق دیا جاتا ہے۔ اور میں تجھے شرک اور کبر (تکبر) سے منع کرتا ہوں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ نہ بتاؤں جس کی تعلیم حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دی؟ صحابہ کرام نے عرض کی: کیوں نہیں (ضرور ارشاد فرمایئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو یہ کہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" کیونکہ اگر اس کے مقابلے میں دوسری جانب آسمان بھی رکھ دیے جائیں تو بالیقین یہ ان سے بھاری ہوگا۔ اور اگر وہ حلقہ ہو جائیں تو یہ اسے توڑ دے گا۔ اور میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو یہ کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ کیونکہ یہ ساری مخلوق کا ذکر ہے، ساری مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی کے سبب مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے (3)۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا

1۔ تہذیب تاریخ مدینہ دمشق، جلد 2، صفحہ 155، دار المسیرہ 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 113 (154) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی ثواب التسبیح، جلد 6، صفحہ 55 (29425)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ۠ ﴿۶۴﴾

''ان کی قوم کے سرداروں نے کہا (اے نوح!) ہم دیکھتے ہیں تمہیں کھلی گمراہی میں آپ نے کہا اے میری قوم! نہیں ہے مجھ میں ذرا گمراہی بلکہ میں تو رسول ہوں سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تمہیں اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے کیا تم تعجب کرتے ہو اس پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعہ جو تم میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں (غضب الٰہی سے) اور تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے پھر بھی انہوں نے جھٹلایا نوح کو تو ہم نے نجات دی ان کو اور جو آپ کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے غرق کر دیا ان (بدبختوں) کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ دل کے اندھے تھے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابومالک سے نقل کیا ہے کہ ''الْمَلَاُ'' سے مراد آپ کی قوم کے سردار اور وڈیرے لوگ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ کا مفہوم بیان مِّنْ رَّبِّكُمْ ہے (یعنی کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بیان آیا)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''قوما عمین'' سے مراد قوم کفار ہے (یعنی وہ لوگ کافر تھے)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ ''اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ'' عَنِ الْحَقِّ۔ (بے شک وہ لوگ حق کو دیکھنے سے اندھے تھے۔

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا
لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ
سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ
اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى
رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ
نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾
قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا

WWW.NAFSEISLAM.COM

20A

بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

''اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا کیا تم نہیں ڈرتے کہنے لگے وہ سردار جو کافر تھے آپ کی قوم سے کہ (اے ہود!) ہم تو خیال کرتے ہیں کہ تم نرے نادان ہو اور ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو ہود نے کہا اے میری قوم! نہیں مجھ میں ذرا نادانی بلکہ میں تو رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں تو تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جو دیانت دار ہوں کیا تم تعجب کرتے ہو کہ آئی تمہاری پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعے جو تم میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں (عذاب الٰہی سے) اور یاد کرو جب اس نے بنا دیا تمہیں جانشین قوم نوح کے بعد اور بڑھا دیا تمہیں جسمانی لحاظ سے قد و قامت میں تو یاد کرو اللہ (تعالیٰ) کی نعمتوں کو شاید تم کامیاب ہو جاؤ وہ کہنے لگے (اے ہود!) کیا تم اس لیے آئے ہو ہمارے پاس کہ ہم عبادت کریں ایک اللہ کی اور چھوڑ دیں ان (معبودوں) کو جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔ سو لے آؤ ہم پر وہ (عذاب) جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو ہود (علیہ السلام) نے کہا واجب ہو گیا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب۔ کیا تم جھگڑا کرتے ہو مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (حالانکہ) نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی سند۔ سو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے کلبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ''وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ ان کے دینی بھائی نہیں تھے بلکہ ان کے نسبی بھائی تھے۔ چونکہ آپ یعنی حضرت ہود علیہ السلام ان میں سے تھے اس لیے آپ کو ان کا بھائی کہا گیا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت شرقی بن قطامی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کا اسم گرامی عابر بن شالخ بن ارفشخد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ہود علیہ السلام کا تعلق حضر موت کے ایک قبیلہ بنی عبد الضخم سے تھا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ہود علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ کے ہاں

WWW.NAFSEISLAM.COM

چار صاحبزادے پیدا ہوئے: قحطان، مقحط، قاحط اور فالغ اور یہی ابو مضر (یعنی قبیلہ مضر کے جد اعلیٰ) ہیں اور قحطان ابو الیمن ہیں اور باقیوں کی کوئی نسل نہیں چلی۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے مقاتل کی سند سے حضرت ضحاک سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن اسحاق کی سند سے مخصوص افراد سے اور کلبی کی سند سے نقل کیا ہے کہ ان تمام نے کہا: عاد بت پرست تھے۔ وہ انہی کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے کئی بت بنا رکھے تھے مثلاً ود، سواع، یغوث اور نسر۔ انہوں نے ایک بت بنایا، اسے صمود کہا جاتا تھا اور ایک بت کو ہتار کہا جاتا تھا۔ ایسے ہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام جس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اسے خلود کہا جاتا تھا۔ آپ نسب کے اعتبار سے شریف اور شکل وصورت کے اعتبار سے انتہائی حسین اور وجیہ تھے۔ آپ جسمانی اعتبار سے اپنے زمانے کے لوگوں کی نسبت سفید جسم رکھتے تھے۔ باریش تھے اور آپ کی داڑھی مبارک خاصی طویل تھی۔ تو آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں اور لوگوں پر ظلم وستم ڈھانے سے باز آجائیں۔ آپ نے اس کے علاوہ انہیں کوئی حکم نہیں دیا اور نہ ہی انہیں کسی شریعت اور نماز کی طرف دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور آپ کو جھٹلا دیا۔ قوم نے کہا قوت کے اعتبار سے کون ہم سے زیادہ طاقت ور اور بہادر ہے؟ سو اسی بنا پر جو ہود علیہ السلام کو ان کا بھائی قرار دیا گیا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ آپ ان کی قوم میں سے تھے ورنہ دین کے اعتبار سے آپ ان کے بھائی نہ تھے۔ آپ نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانو اور تم اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم نہیں ڈرتے یعنی تم کیسے ہو کہ ڈرتے نہیں ہو اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد تمہیں زمین کا رہائشی بنایا۔ پس تم کیسے ہو کہ عبرت حاصل نہیں کرتے کہ تم ایمان لے آؤ۔ حالانکہ تم اس عذاب کو جانتے ہو جو نوح علیہ السلام کی قوم پر نازل ہوا جب کہ انہوں نے نافرمانی کی؟ اور تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ان کے گھر ریت کے بنے ہوئے تھے اور وہ یمن میں عمان اور حضرموت کے درمیان آباد تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے ساری زمین میں فساد برپا کیا اور زمین کے باسیوں پر اپنی وافر قوت کے سبب غلبہ پالیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ربیع بن خثیم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم عاد یمن اور شام کے درمیان چیونٹیوں کی مثل تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ قوم عاد کے لوگ یمن میں ریت کے گھروں میں آباد تھے۔ اور "وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ" کی تفسیر میں سدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو ختم کیا اور ان کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا اور جسمانی لحاظ سے قد وقامت میں (یعنی لمبا ہونے میں) تمہیں بڑھا دیا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قوم عاد کا ایک آدمی ان کے ہاتھوں کے مطابق ساٹھ ہاتھ لمبا تھا اور اس آدمی کی کھوپڑی (سر) بہت بڑے قبے (گنبد) کی مثل تھی اور آنکھیں اتنی بڑی تھیں کہ درندے ان میں بچے جن سکتے تھے اور نتھنے بھی اسی طرح تھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً'' کے ضمن میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ بارہ بارہ ہاتھ لمبے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایسا آدمی بھی تھا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جسمانی اعتبار سے ایک آدمی کا قد اسی باع تھا۔ (باع سے مراد دو بازوؤں کو پھیلانے کی مقدار ہے یہ تقریباً چھ فٹ ہوتی ہے) ان میں گندم کا ایک دانہ گائے کے گردے کی مثل تھا اور ایک انار کے چھلکے میں دس افراد بیٹھ سکتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بَصْطَةً مراد شدۃ یعنی قوت وطاقت ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر قوم عاد کا ایک آدمی ہوتا کہ وہ پتھر سے دروازے کا ایک پٹ بنا دیا۔ تو پھر اگر اس امت کے پانچ سو آدمی بھی اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ یہ طاقت نہیں رکھتے اور اگر ان میں سے کوئی آدمی اپنا پاؤں زمین میں داخل کردے تو تو اس کے اندر ہی گھس جائے۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ موفقیات میں حضرت ثور بن زید دیلمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایک کتاب پڑھی (اس میں لکھا تھا) میں شداد بن عاد ہوں، میں وہ ہوں جس نے بلند و بالا عمارتیں بنائیں۔ میں وہ ہوں جس نے وادی کے بطن سے بدر (ماہ تمام) کو روک دیا اور میں وہ ہوں جس نے سمندر میں نو ہاتھ فاصلے پر خزانہ دفن کیا جسے امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی نہیں نکال سکے گا۔

امام ابن بکار رحمہ اللہ نے حضرت ثور بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں یمن آیا تو اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی جس سے بڑھ کر طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو اس پر مجھے تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا: تو تعجب کر رہا ہے کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا: قسم بخدا! اس سے طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہم نے ایک پنڈلی یا ایک بازو پایا ہے۔ ہم نے اس ذراع کے ساتھ اس کی پیمائش کی ہے تو ہم نے اسے سولہ ذراع پایا ہے۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا: پہلے زمانے میں چار سو سال گزر جاتے تھے اور کسی ایک جنازے کے بارے بھی نہیں سنائی دیتا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الاء اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور رجس کا معنی ناراضگی ہے(1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 62-255

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ '' قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ '' کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر عذاب آ گیا۔ رجس کا لفظ قرآن کریم میں جہاں بھی واقع ہے اس کا معنی عذاب ہے۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا مجھے رجس اور غضب کے بارے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: رجس کا معنی لعنت اور غضب کا معنی عذاب ہے۔ تو انہوں نے استفسار کیا، کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو اس طرح کہتے نہیں سنا:

إِذَا سَنَةٌ كَانَتْ بِنَجْدٍ مُحِيطَةً	وَكَانَ عَلَيْهِمْ رِجْسُهَا وَعَذَابُهَا

'' جب خشک سالی نجد کو گھیرے ہوئے تھی اور ان پر اس کا غضب اور اس کا عذاب تھا ''۔

فَأَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

'' پھر ہم نے نجات دے دی ہود کو اور جو ان کے ہمراہ تھے اپنی خاص رحمت سے اور ہم نے کاٹ کر رکھ دی جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلا دیا ہماری آیتوں کو اور نہ تھے وہ ایمان لانے والے ''۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقیم (تباہ و برباد کر دینے والی ہوا) کی طرف وحی فرمائی کہ وہ قوم عاد پر چلے اور ان سے اس کا انتقام لے وہ بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی، یہاں تک کہ مشرق و مغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی۔ تو خزان (خازن الامیر) نے کہا: اے ہمارے رب! ہم اسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر یہ اسی حالت پر نکلتی رہی تو زمین کے مشارق و مغارب کے مابین ہر شے کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ واپس لوٹ آ، تو وہ واپس لوٹ گئی۔ پھر انگوٹھی کے حلقے کے سوراخ کی مقدار نکلی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ وہ اپنے مومنین کو لے کر ایک باڑے میں علیحدگی اختیار کر لیں۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت قوم سے علیحدہ ہو گئے اور آپ نے ان کے اردگرد خط کھینچ دیا۔ پھر ہوا آئی مگر وہ حضرت ہود علیہ السلام کے باڑے میں داخل نہ ہوئی اور نہ ہی اس نے خط سے تجاوز کیا۔ ان پر صرف اتنی مقدار میں ہوا چلی جس سے ان کے نفوس لطف اندوز ہوں اور ان کی جسمانی جلدیں نرم رہیں۔ لیکن قوم عاد سے زمین و آسمان کے درمیان پوری شدت کے ساتھ چلتے ہوئے گزری اور انہیں پتھروں کے ساتھ زخمی کرتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے سانپوں اور بچھوؤں کو حکم دیا کہ وہ ان کے راستوں پر بیٹھ جائیں اور قوم عاد کے کسی فرد کو وہاں سے گزرنے نہ دیں۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف ہوا کو بھیجا تو حضرت ہود علیہ السلام اپنے ساتھ اہل ایمان کو لے کر ایک باڑہ میں علیحدہ ہو گئے اور ان پر ہوا صرف اتنی مقدار میں ہی پہنچی جس سے ان کی جلدیں نرم رہیں اور ان کے نفوس لذت اندوز ہو سکیں۔ لیکن قوم عاد پر وہ اتنی شدت سے چلتی رہی کہ وہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

انہیں زمین وآسمان کے درمیان اٹھالیتی اور پتھروں کے ساتھ ان کے سرپٹخ دیتی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا " وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا " کا معنی ہے ہم نے انہیں نیست ونابود کر دیا جنہوں نے جھٹلایا (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ہزین بن حمزہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے یہ عرض کی کہ وہ انہیں قوم عاد کا کوئی آدمی دکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے ایک آدمی کو پردے سے ظاہر کیا۔ تو اس کا سر مدینہ میں تھا اور پاؤں ذی الحلیفہ میں یعنی اس کی لمبائی چار میل تھی۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا۔ تو جب حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا " ذاک خلیل اللہ " وہ تو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

امام احمد، ابویعلی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حج پر تشریف لے گئے تو آپ کا گزر وادی عسفان کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس مقام سے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام سرخ اونٹوں پر گزرے ہیں ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں۔ وہ چوغے پہنے ہوئے تھے اور ان پر دھاری دار چادریں تھیں۔ وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے گئے تھے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن سابط رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم، رکن اور چشمہ زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کے مزارت ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبور بھی اسی ٹکڑے میں ہیں (3)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی نبی علیہ السلام کی قبر کا علم نہیں ہوسکا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر رکن اور بیت اللہ کے درمیان میزاب رحمت کے نیچے ہے۔ حضرت ہود علیہ اسلام کی قبر یمن کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے نیچے ریت میں ہے، اس پر درخت ہے۔ اور وہ جگہ انتہائی سخت گرم ہے اور تیسری حضور نبی رحمت ﷺ کی قبر انور ہے۔ پس ان تین انبیاء علیہم السلام کی قبور حق ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر اور ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضرموت کے ایک سرخ ٹیلہ میں ہے۔ آپ کے سر کی جانب بیری کا درخت ہے (4)۔

امام ابن عساکر نے عثمان بن ابی العاتکہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد دمشق کا قبلہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔

ابوالشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی عمر چار سو بہتر برس تھی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 263
2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 432، دار صادر بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 288، دار الفکر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 255

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے موفقیات میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے عجائبات چار ہیں۔ ایک شیشہ جو کہ اسکندریہ کے منارہ سے معلق ہے۔ پس بیٹھنے والا اس کے نیچے بیٹھتا ہے تو وہ وہاں سے قسطنطنیہ اور دونوں شہروں کے درمیان سمندر کے عرض کو دیکھ لیتا ہے اور ایک گھوڑا ہے جو کہ سرزمین اندلس میں تانبے کا بنا ہوا تھا، وہ اپنی ہتھیلی کو جھکا کر اپنے ہاتھ کو پھیلائے ہوئے تھا۔ یعنی اس کے پیچھے والے پاؤں نہیں تھے۔ کوئی بھی ان شہروں تک نہیں پہنچا مگر چیونٹیوں نے اسے کھالیا ہے اور ایک تانبے کا مینار ہے جو عاد کی زمین میں ہے اور اس پر تانبے کا ایک سوار ہے۔ سو جب اشہر حرام ہوتے تو اس سے پانی گرتا اور لوگ پیتے۔ خوب سیراب ہوتے اور اپنے حوض بھر لیتے اور جب اشہر حرام اختتام کو پہنچتے تو وہ پانی گرنا بھی ختم ہو جاتا اور روم کی زمین میں تانبے کا ایک درخت ہے جس پر تانبے کی ایک چڑیا ہے۔ جب زیتون کا موسم آتا ہے تو تانبے کی چڑیا زرد پڑ جاتی۔ پھر اڑنے والی ہر چڑیا تین زیتون لے کر آتی۔ دو دو اپنے پاؤں میں اور ایک زیتون اپنی چونچ میں۔ یہاں تک کہ وہ اس تانبے کی چڑیا پر آ کر پھینکتیں اور اہل روم انہیں نچوڑ لیتے جو تیل انہیں آنے والے موسم سرما تک اپنے کھانے کے لیے اور چراغوں میں جلانے کے لیے کافی ہو جاتا۔

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً
فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۝٧٣ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي
الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ
فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٧٤ قَالَ الْمَلَاُ
الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ
مُؤْمِنُوْنَ ۝٧٥ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝٧٦
فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ
اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٧٧ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ۝٧٨ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ

WWW.NAFSEISLAM.COM

نَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ بے شک آ چکی ہے تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے پس چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑے گا تمہیں عذاب دردناک اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تمہیں جانشین عاد کے بعد اور ٹھکانا دیا تمہیں زمین میں تم بناتے ہو اس کے میدانی علاقوں میں عالی شان محل اور تراشتے ہو پہاڑوں میں مکانات۔ سو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے کہا ان سرداروں نے جو تکبر کیا کرتے تھے ان کی قوم سے ان لوگوں کو جنہیں وہ کمزور و ذلیل سمجھتے تھے جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا تم یقین رکھتے ہو کہ صالح رسول ہے اپنے رب کی طرف سے۔ انہوں نے کہا بے شک ہم اس پر جسے دیکر انہیں بھیجا گیا ہے ایمان لانے والے ہیں کہنے لگے وہ لوگ جو تکبر کیا کرتے تھے کہ ہم تو اس چیز کے جس پر تم ایمان لائے ہو منکر ہیں پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں اس اونٹنی کی اور انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور کہا اے صالح! لے آؤ ہم پر اس (عذاب) کو جس کا تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اگر تم اللہ کے رسولوں سے ہو پھر آلیا انہیں زلزلہ کے جھٹکوں نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے تو (صالح نے) منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور (بصد حسرت) کہا اے میری قوم! بے شک پہنچا دیا میں نے تم کو پیغام اپنے رب کا اور میں نے خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم تو پسند ہی نہیں کرتے (اپنے) خیر خواہوں کو''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مطلب بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی لیلی سے یہودی اور عیسائی کے بارے یہ سوال کیا کہ کیا اسے بھائی کہا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں وہ ایک دار میں رہنے کے سبب بھائی ہے۔ لہٰذا اسے بھائی کہا جا سکتا ہے۔ اور فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا'' اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا''

امام سنید، ابن جریر اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت حجاج کی سند سے حضرت ابوبکر بن عبداللہ رحمہ اللہ سے انہوں نے شہر بن حوشب سے اور انہوں نے حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں آباد کیا اور انہیں بہت لمبی عمریں عطا فرمائیں حتی کہ ان میں سے کوئی مٹی سے اپنا گھر تعمیر کرتا، تو وہ منہدم ہو جاتا اور وہ آدمی ابھی تک زندہ ہوتا۔ سو جب انہوں نے ایسا ہوتے دیکھا تو انہوں نے پہاڑوں میں اپنے گھر بنانے شروع کر دیے۔ وہ پہاڑوں کو کھودتے اور انہیں کاٹ کر ان میں غاریں سی بنا لیتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشی اعتبار سے خوشحال تھے۔ تو انہوں نے کہا: اے صالح! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمائے جس کے سبب ہم یہ جان لیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک اونٹنی پیدا فرمائی۔ پانی پینے کے لیے ایک دن اس کے لیے اور ایک دن ان کے لیے مقرر تھا، پس جب اس کے پانی پینے کا دن ہوتا تو وہ اسے کھلی فضا میں علیحدہ لے جاتے اور اس کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔ اور جب ان کے پانی پینے کا دن ہوتا تو اسے پانی سے دور بھگا دیتے اور وہ کوئی پانی نہ پی سکتی۔ جب کہ وہ خود اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ تیری قوم عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔ چنانچہ آپ نے انہیں فرمایا تو انہوں نے کہا ہم اس طرح کرنے والے نہیں۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تم اس کی کونچیں نہیں کاٹو گے۔ عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس کی کونچیں کاٹ ڈالے گا۔ تو انہوں نے کہا: اس پیدا ہونے والے بچے کی علامت کیا ہے؟ قسم بخدا! جونہی ہم اسے پائیں گے تو اسے قتل کر ڈالیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ بچہ اشقر (زرد سرخ رنگ والا) ازرق (نیلا) اصہب (سرخی ملا سفید رنگ) اور احمر (سرخ رنگ والا) ہوگا۔ شہر میں تو انتہائی طاقت ور اور غلبہ رکھنے والے شیخ تھے۔ ان میں سے ایک کا بیٹا تھا جو نکاح کی رغبت رکھتا تھا اور دوسرے کی بیٹی تھی جس کے لیے وہ کوئی ہم کفو مرد نہیں پا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے۔ تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تیرے لیے کون سی شے مانع ہے کہ تو اپنے بیٹے کی شادی نہیں کر رہا؟ تو اس نے جواب دیا: میں اس کے لیے کوئی ہم کفو لڑکی نہیں پا رہا۔ تو اس نے کہا: میری بیٹی اس کی ہم کفو ہے۔ میں تجھے شادی کر دیتا ہوں۔ سو اس نے اس سے شادی کر دی۔ تو ان دونوں کے ملنے سے وہ بچہ پیدا ہوا۔ اس وقت شہر میں آٹھ گروہ تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اس کی کونچیں کاٹنے والا تمہیں میں پیدا ہوگا۔ تو انہوں نے گاؤں سے آٹھ دایاں عورتیں چنیں اور ان کے ساتھ پولیس مقرر کی کہ وہ سارے شہر میں چکر لگائیں اور جب وہ کسی عورت کو درد میں مبتلا دیکھیں تو پھر نظر رکھیں کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ اگر پیدا ہونے والا بچہ ہو تو پھر اسے خوب الٹ پلٹ کر کے دیکھیں کہ وہ کیسا ہے؟ اور اگر وہ بچی ہو تو اس اعراض برت لیں۔

چنانچہ انہوں نے جب اس بچے کو پالیا تو ان عورتوں نے خوب شور مچایا کہ یہی وہ بچہ ہے جس کی نشاندہی اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے کی ہے۔ تو پولیس نے اسے اٹھانے کا ارادہ کیا، مگر اس کا دادا ان کے درمیان حائل ہو گیا اور کہا: اگر صالح علیہ السلام نے اسی کا ارادہ کیا ہے تو ہم خود اسے قتل کریں گے۔ یہ ایک شریر بچہ تھا۔ وہ ایک دن میں اتنا بڑھتا تھا جتنا دوسرے بچے ایک ہفتے میں بڑھتے ہیں۔ وہ ایک ہفتہ میں اتنی نشوونما پالیتا تھا جتنی دوسرے بچے ایک مہینہ میں نشوونما پاتے ہیں اور وہ ایک مہینہ میں اتنا بڑھتا تھا جتنا دوسرے عام بچے ایک سال میں بڑھتے تھے۔ پس وہ آٹھ گروہ جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے وہ جمع ہوئے اور وہ دونوں شیخ بھی ان میں شامل ہوئے۔ تو انہوں نے کہا: اس بچے کے مقام و مرتبہ اور اس کے دادا کی عظمت و شرف کی وجہ سے اس بچے کو ہم پر عامل بنا دیجئے۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں ان کے ساتھ نہیں سوتے تھے۔ بلکہ وہ رات اپنی مسجد میں گزارتے تھے اور جب صبح ہوتی تو ان کے پاس آتے اور انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ جب شام ہوتی تو اپنی عبادت گاہ کی طرف نکل جاتے اور وہیں رات گزارتے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت حجاج اور ابن جریج رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں یہ فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔ تو انہوں نے کہا: پھر آپ ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا: اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لیے اسی کی مثل (نوجوان لڑکا) ہوتا۔ یہ صالح کا عمل ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ کو قتل کرنے کے لیے مشاورت کی اور کہا: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے۔ پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ کی تاک میں بیٹھنے کے لیے ایک چٹان کے نیچے داخل ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرا دیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا۔ پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی۔ جیسے جیسے ان کے بارے لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف چلے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب کچلے پڑے ہیں۔ لوگ چیختے چلاتے گاؤں کی طرف واپس لوٹے۔ اے اللہ کے بندو! کیا صالح اس پر راضی نہیں ہوا کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے انہیں قتل کر دیا؟ چنانچہ اونٹنی کو مارنے کے لیے گاؤں کے تمام کے تمام لوگ جمع ہوئے۔ پھر ڈر کے مارے اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ مگر اس دس سالہ بچے نے (اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں)

پھر بات رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف کی طرف لوٹتی ہے، فرمایا: انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے یہاں تک کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آپہنچے۔ اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے اور کہنے لگے: جب آپ ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے۔ پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ رات گزاریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا، تو وہ ان پر ہموار ہوگئی۔ (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر وہ اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے۔ وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی۔ تو ایک بدبخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے۔ چنانچہ وہ ناقہ کے پاس آیا۔ مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا۔ الختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہاں تک کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی۔ جس کے نتیجہ میں ناقہ گر گئی اور پاؤں مارنے لگی۔ تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی تو آپ کو بلا کر کہا: اپنی ناقہ کو دیکھ لو، اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں۔ پس آپ آئے تو وہ نکل کر آپ سے ملاقات کرنے لگے اور آپ سے معذرت کرنے لگے، اے اللہ کے نبی! فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں، اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

آپ نے فرمایا: تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پالو گے؟ سو اگر تم نے اسے پا لیا تو قریب ہے اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھا

لے۔ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا۔ وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اسے پکڑ لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا، تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے۔ جب ناقہ کے بچے نے آپ کو دیکھا تو رو پڑا یہاں تک کہ اس کے آنسو بہہ پڑے۔ پھر وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا اور خوب شدت سے بلبلایا، پھر دوسری بار اور پھر تیسری بار بھی اسی طرح بلبلایا۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ہر بار بلبلانے کے بدلے ایک موت ہے۔ پس تم تین دن تک اپنے گھروں میں لطف اندوز ہو لو۔ اور یہ ایسا وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ خبردار! عذاب کی نشانی یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے صبح کی تو ان کے چھوٹے، بڑے اور مردوں اور عورتوں کے چہرے اس طرح زرد ہو چکے تھے گویا ان پر زعفران کا طلا کر دیا گیا ہے۔ جب شام ہوئی تو وہ سارے کے سارے چیخنے چلانے لگے: موت کا ایک دن گزر گیا اور عذاب تم پر آ چکا ہے۔ پھر جب انہوں نے دوسرے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سرخ ہو چکے تھے گویا انہیں خون سے رنگ دیا گیا ہے۔ وہ چیخ و پکار کرنے لگے، شور و غوغا مچانے لگے اور رونے لگے اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ عذاب ہے۔ پھر جب شام ہوئی تو مل کر چیخ و پکار کرنے لگے کہ ہمارے مقررہ وقت میں سے دو دن گزر گئے اور عذاب آ چکا ہے اور جب انہوں نے تیسرے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سیاہ ہو چکے تھے گویا ان پر تارکول کا طلا کر دیا گیا ہو، وہ سارے کے سارے چلائے خبردار! تم پر عذاب آ چکا ہے پس انہوں نے کفن پہن لیے اور حنوط لگا لیا۔

ان کا حنوط صبر (ایلوا) اور مغر (گوند) تھا اور ان کے کفن چمڑے کے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور وہ اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرانے لگے۔ کبھی وہ آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی زمین کی طرف۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان پر عذاب کہاں سے آئے گا۔ کیا آسمان سے ان کے اوپر عذاب آئے گا یا پاؤں کے نیچے سے زمین کی طرف سے۔ یعنی کیا انہیں زمین میں دھنسایا جائے گا یا ان کے اوپر پتھر برسائے جائیں گے؟ پھر جب انہوں نے چوتھے دن کی صبح کی، تو ان کے اوپر آسمان کی جانب سے ایک سخت آواز آئی، اس میں ہر قسم کی گرج کی آواز بھی تھی اور زمین میں بولنے والی ہر شے کی آواز بھی تھی۔ اس کے ساتھ ان کے سینوں میں دل کٹ گئے اور وہ اپنے گھروں میں ہی زمین پر پڑے رہ گئے (1)۔

امام عبد الرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو الطفیل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں اگر آپ سچے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: چلو۔ پس وہ آپ کے ساتھ زمین کے ایک بلند حصے (چھوٹا سا پہاڑ) کی طرف نکل کر گئے۔ تو اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو حاملہ عورت پر دردِ زہ کے وقت طاری ہوتی ہے۔ پھر وہ زمین پھٹ گئی تو اس کے اندر سے ایک اونٹنی باہر آئی۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا "هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 617 (4069) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' اور جب انہوں نے اکتا کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو پھر آپ نے فرمایا'' فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (ہود)'' تو صالح نے فرمایا لطف اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن تک۔ یہ (اللہ کا) وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا'' (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس وقت انہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تین دن تک لطف اٹھا لو۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہارے عذاب کی نشانی یہ ہے کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہوں گے، پھر دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے اور پھر تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ تو ان کے چہرے اسی طرح ہو گئے۔ پس جب تیسرا دن آیا تو انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ تو انہوں نے کفن پہن لیے اور حنوط لگا لیا۔ پھر ایک کرخت چیخ نے انہیں آلیا اور انہیں ساکت کر دیا اور ناقہ کی کونچیں کاٹنے والے نے کہا: میں اسے قتل نہیں کروں گا یہاں تک کہ تمام کے تمام راضی ہو جائیں۔ پس وہ پردہ دار عورتوں کے پاس بھی گئے اور انہیں جا کر کہا کیا تم اس پر راضی ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں اور بچوں کے پاس بھی گئے۔ حتی کہ تمام نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ تو انہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں (2)۔

امام احمد، بزار، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مقام حجر پر اترے تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے نبی سے علامات اور معجزات کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف کوئی نشانی بھیج دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اونٹنی کو بھیج دیا۔ وہ اس درے سے آتی تھی اور اپنی باری کے دن ان کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جس دن اس کی باری نہیں ہوتی تھی وہ اس کا دودھ اس طرح دوہتے تھے جیسا کہ وہ اس سے پانی لے رہے ہیں اور اسی درے سے واپس جاتی تھی۔ پھر انہوں نے اپنے رب کے امر سے سرکشی اختیار کر لی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین دن کے بعد ان پر عذاب لانے کا وعدہ کیا اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ پھر ان کے اوپر ایک کرخت قسم کی چیخ آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے جو زمین کے مشارق و مغارب میں تھے سب کو ہلاک کر دیا۔ مگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا اور حرم الٰہی نے اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیا۔ تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ابو رغال۔ تو جب وہ بھی حرم سے باہر نکلا تو پھر اس تک بھی وہ عذاب پہنچا جو اس کی قوم پر آیا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسی کی مثل حضرت ابن طفیل سے مرفوع حدیث نقل کی ہے (4)۔

امام احمد اور ابن منذر نے حضرت ابو کبشہ انماری سے یہ قول بیان کیا ہے۔ جب غزوۂ تبوک کے وقت قوم اہل حجر کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 264 دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 83 (913) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 371 (3304) دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 80-279

WWW.NAFSEISLAM.COM

طرف تیزی سے چلتے ہوئے ان کے پاس پہنچے، تو لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز تیار ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت آپ فرما رہے تھے کیونکر وہ ایسی قوم پر داخل ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان پر تعجب کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز امر کی خبر نہ دوں؟ تم میں سے ایک آدمی ہے جو تمہیں ان واقعات کی خبر دیتا ہوں جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں اور ان کی بھی جو تمہارے بعد ہونے والے ہیں۔ سیدھی راہ پر استقامت اختیار کرو اور مضبوط رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ تم پر کسی شے کا عذاب آجائے اور عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا جو اپنے آپ سے کسی شے کا دفاع نہیں کر سکیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ ثمودیوں نے جب ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے اور کہنے لگے: تم پر لازم ہے کہ اس کے بچے کو پکڑ لو۔ لیکن اونٹنی کا بچہ تو قارہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ جب دن ہوا، تو اس نے منہ قبلہ شریف کی طرف کیا اور کہا: یارب میری ماں، یارب میری ماں، یارب میری ماں۔ تو اس وقت ان پر سخت اور کرخت چیخ بھیج دی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی الہذیل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب ناقہ کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو اس کا بچہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا اور وہاں بلبلایا۔ پس جس شے نے بھی اسے سنا وہ ہلاک اور برباد ہوگئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطاء سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ناقہ کو قتل کر دیا تو آپ نے انہیں فرمایا: بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا: اس کی علامت کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے، دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ سو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے اور جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ تو اب انہیں عذاب کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے حنوط لگا لیا اور کفن پہن لیے اور اپنے گھروں میں مقیم ہو گئے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان پر ایک سخت چیخ لگائی جس کے سبب ان تمام کی روحیں بدنوں سے نکل گئیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں دعوت حق دی اور انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا اور یہ درخواست کر دی کہ آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں۔ پس آپ اونٹنی لے کر ان کے پاس آئے۔ پانی پینے کے لیے ایک دن اس کے لیے مقرر تھا اور ایک دن ان کے لیے۔ تو ان تمام نے اس کا اقرار کر لیا۔ ناقہ کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا جس میں وہ پانی پیا کرتی تھی۔ دو پہاڑوں کے درمیان ایک نہر تھی اور اس مقام سے دونوں پہاڑ بہت تنگ تھے۔ اس نہر پر ناقہ کا نشان قیامت تک باقی رہے گا۔ پانی پینے کے بعد وہ ناقہ واپس آئی اور ان کے لیے ٹھہری رہتی یہاں تک کہ وہ دودھ دوھ لیتے۔ اور وہ انہیں خوب سیراب کرتی۔ اور جس دن وہ پانی پینے کے لیے آتے تو وہ نہ آتی، ناقہ کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اس مہینے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 231، دار صادر بیروت

میں تمہارے ہاں ایک بچہ ہوگا اور اس کے ہاتھ پر (یعنی اس کے سبب) تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تو اس مہینے میں ان میں سے نو افراد کے گھر بچے پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو ذبح کر دیا پھر دسویں آدمی کے گھر بیٹا پیدا ہوا، تو اس نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ اس کے پاس اس سے قبل کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس دسویں بچے کا باپ سرخ نیلا تھا۔ یہ بچہ بہت تیزی سے نشوونما پاتا رہا۔ جب کبھی یہ ان نو افراد کے پاس سے گزرتا اور وہ اسے دیکھتے تو کہتے۔ اگر ہمارے بیٹے بھی زندہ ہوتے تو اس کی مثل ہوتے۔ چنانچہ یہ تمام افراد حضرت صالح علیہ السلام پر غضب ناک اور ناراض ہوئے۔

امام ابن منذر نے بیان کیا کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ''وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ'' کا معنی ہے تم اس کی کونچیں نہ کاٹو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ''وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا'' کا معنی ہے کہ وہ پہاڑوں میں سوراخ کر کے گھر بنایا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ''وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ'' کا معنی ہے کہ انہوں نے باطل میں غلو اختیار کیا اور رجفة کا معنی چیخ ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ''فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ'' کا مفہوم یہ ہے کہ سارے کا سارا لشکر اپنے اپنے گھروں میں (مردہ ہوگیا)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن زید سے بیان کیا ہے کہ جٰثِمِيْنَ کا معنی میتین (مردہ) ہے (2)۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے کہا جٰثِمِيْنَ کا معنی میتین ہے یعنی وہ اپنے گھروں میں مردہ ہوگئے۔

امام عبدالرزاق اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ثمودیوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو اس کا بچہ چلا گیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس نے کہا: اے میرے رب! میری ماں کہاں ہے؟ وہ سخت بلبلایا۔ تو اس وقت ایک شدید اور کرخت آواز نازل ہوئی اور اس نے ان تمام کو ہلاک کر دیا (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عمار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ناقہ کا سوال کیا پھر اس کے پاس آئے اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ اور بنی اسرائیل نے مائدہ (دسترخواں) کا سوال کیا، وہ ان پر نازل ہوا۔ تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر اختیار کیا۔ بلاشبہ تمہاری آزمائش اور فتنہ درہم و دینار میں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے نجات حاصل کر لی تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اس کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب ہوا ہے۔ لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حرم اور ان کے امن کے ساتھ جا ملو (یعنی سرزمین حرم میں جا کر رہو)۔ پس انہی ساعتوں میں انہوں نے حج کا چاند دیکھا اور وہ چل پڑے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے اور پھر یہیں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اس مقدس شہر میں فوت ہوئے اور ان کی قبور کعبہ معظمہ کے مغرب میں واقع ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 73-272　　2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 274

3۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 82، (912) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ٘ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۸۴﴾

''اور (بھیجا ہم نے) لوط کو جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے کہ کیا تم کیا کرتے ہو ایسی بے حیائی (کا فعل) جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا ساری دنیا میں بے شک تم جاتے ہو مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ تو حد سے گزرنے والے ہو اور نہ تھا کوئی جواب ان کی قوم کے پاس سوائے اس کے کہ وہ بولے باہر نکال دو انہیں اپنی بستی سے یہ لوگ تو بڑے پاکباز بنتے ہیں پس ہم نے نجات دے دی لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بجز ان کی بیوی کے، وہ ہوگئی پیچھے رہ جانے والوں سے اور برسایا ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ تو دیکھو کیسا (عبرت ناک) انجام ہوا مجرموں کا''۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن صرد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستیوں کی طرف بھیجا گیا اور لوط علیہ السلام کی بستیاں چار شہروں پر مشتمل تھیں یعنی سدوم، امورا، عامورا اور صبوریہ۔ ہر بستی میں ایک لاکھ جنگجو تھے اور ان میں سے سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام اسی میں سکونت پذیر تھے۔ یہ شہر ملک شام کے شہروں میں سے ہے اور فلسطین سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لوط بن ہاران بن تارح کے چچا تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو وعظ و نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قوم لوط کو مہلت دیتا رہا اور انہوں نے اسلام کا پردہ چاک کر دیا اور محارم کی آبروریزی کرنے لگے اور فاحشہ کبریٰ (لواطت) کا ارتکاب کرنے لگے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گدھوں پر سوار ہو کر قوم لوط کے شہروں میں تشریف لائے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ اپنے گدھے پر آتے تھے اور سدوم کی طرف دیکھ کر فرماتے: اے سدوم! اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیرے لیے کون سا دن مقرر ہے۔ بلاشبہ اس

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 308، دار الفکر بیروت

نے تمہیں منع فرمایا ہے کہ تم الله تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو۔ یہاں تک کہ مقررہ وقت آپہنچا۔ تو الله تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔ وہ مردوں کی صورت میں اترے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر رکے۔ اس وقت آپ اپنے کھیت میں زمین کی پیمائش کر رہے تھے۔ جب پانی آپ کی زمین کے کھال میں پہنچا تو آپ نے اپنا پیمانہ زمین میں گاڑ دیا اور اس کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھا تو کہا: اگر الله تعالیٰ کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو وہ بالیقین اس بندے کو خلیل بناتا۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ الله تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنالیا ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی رحمہم الله نے ذم الملاہی والشعب میں اور ابن عساکر رحمہ الله نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا '' اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ '' کا مفہوم یہ ہے کہ کیا تم مردوں کی دبروں میں بے حیائی کا فعل کیا کرتے ہو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم الله نے بیان کیا ہے کہ '' مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ '' کی تفسیر میں حضرت عمرو بن دینار نے کہا کہ کسی مرد نے مرد کے ساتھ اس طرح کی بے حیائی کا فعل نہیں کیا تھا یہاں تک قوم لوط آئی (اور اس نے اس کا ارتکاب کیا) (3)

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابوصخرہ جامع بن شداد رحمہ الله سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ قوم لوط میں لواطت کا عمل مردوں میں شروع ہونے سے قبل، عورتوں میں چالیس برس تک جاری رہا (4)۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما الله نے حضرت طاؤس رحمہ الله سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے آدمی کے بارے پوچھا گیا جو عورت کے ساتھ دبر کے راستے سے ملاپ کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا اس کا آغاز قوم لوط نے کیا تھا۔ پہلے مردوں نے یہ فعل عورتوں کے ساتھ کیا اور پھر یہی فعل مردوں نے مردوں کے ساتھ کیا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم الله نے سنن میں حضرت علی رضی الله عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا: مجھ سے سوال کرو۔ تو ابن الکواء نے کہا: کیا عورتوں کے ساتھ ان کی دبروں میں اختلاط کیا جاسکتا ہے؟ تو حضرت علی رضی الله عنہ نے فرمایا یہ گھٹیا ہے، الله تعالیٰ تجھے ذلیل کرے، کیا تو نے الله تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا '' اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ '' (6)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما الله نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ شے جس نے انہیں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ بے حیائی کا فعل کرنے پر ابھارا وہ یہ تھی کہ ان کے گھروں اور ان کے باغات میں ان کے پھل لگے ہوئے تھے اور وہ پھل راستے کی جانب باہر لٹکے ہوئے تھے۔ ایک بار ان پر قحط پڑا اور پھل کی قلت آگئی۔ تو

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 309، دارالفکر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 359 (5399) دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 359 (5400)
4۔ ایضاً، باب تحریم الفروج، جلد 4، صفحہ 375 (5459)
5۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 320، دارالفکر بیروت
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 530 (16812) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا: کہ اگر تم اس ظاہر سامنے والے پھل کو مسافروں سے محفوظ رکھو گے تو اس میں تمہارے لیے عیش وخوشحالی ہوگی۔ انہوں نے کہا: ہم کون سی چیز کے سبب اس پھل کو بچا سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: تم یہ اصول بنالو کہ اپنے شہر میں جس اجنبی شخص کو پکڑلو، تو اس کے بارے میں یہ طریقہ کرو کہ تم اس کے ساتھ وطی کرو اور اس پر چار درہم جرمانہ لگا دو۔ کیونکہ جب تم اس طرح کرو گے تو لوگ تمہارے شہر کی طرف نہیں آئیں گے۔ پس یہی وہ شے ہے جس نے انہیں اتنی بڑی بے حیائی کے ارتکاب پر ابھارا جس کا ارتکاب اس سے قبل پوری دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے رحمہما اللہ حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کسی راوی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم لوط کے عمل کا آغاز اس طرح ہوا کہ ابلیس ایک انتہائی خوبصورت بچے کی شکل میں ان کی مخصوص مجلس ذکر میں ان کے پاس آیا۔ جب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے انہیں اپنی طرف بلایا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ لواطت کی۔ پھر انہوں نے اس عمل کو جاری رکھا(2)۔

امام ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم لوط کے بارے میں پختہ قول یہ ہے کہ اس وقت عورتیں عورتوں کے سبب اور مرد مردوں کے سبب ایک دوسرے سے مستغنی اور بے نیاز تھے (یعنی عورتیں عورتوں سے، مرد مردوں سے لطف اندوز ہوتے تھے)(3)

امام ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوحمزہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی عورتوں کو ان کے مردوں کے سبب عذاب دیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں انتہائی عدل وانصاف فرمایا ہے کہ اس وقت مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے لطف اندوز ہوتی تھیں (4)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ '' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ مردوں اور عورتوں کی دبروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں(5)۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ '' کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ انہیں استہزاء کرتے ہوئے کہتے کہ یہ لوگ مردوں اور عورتوں کی دبروں سے بچنے کے سبب بڑے پاک باز بنتے ہیں(6)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے انہی الفاظ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ان لوگوں پر بغیر کسی عیب کے عیب لگایا اور بغیر کسی برائی کے ان کی مذمت کی(7)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ '' اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ '' کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: '' مگر ان کی بیوی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے ہوگی۔'' اور

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 313، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 50، صفحہ 320 4۔ ایضاً
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 276، داراحیاء التراث العربی بیروت 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

''وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا'' کے بارے کہا کہ بقیہ قوم لوط پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی اور اس نے انہیں ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تو حضرت لوط علیہ اسلام حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے پاس چلے گئے اور پھر انہی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا'' کی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے ان کے بادیہ نشینوں چرواہوں اور مسافروں پر پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مطر سے مراد گندھک اور آگ کی بارش ہے۔ یعنی ہم نے ان پر گندھک اور آگ کی بارش برسائی۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ نے کہا ہے قوم لوط کی تعداد چالیس لاکھ تھی۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں، حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جو دوسروں کے غلاموں کا ولی اور مالک بنا، اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے زمین کی حدود کو بدل دیا، اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس پر جس نے کسی اندھے کو راستے سے بھٹکا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے اپنے والدین پر لعنت و ملامت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا (یعنی غیر اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا) اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس پر جس نے جانوروں کے ساتھ بد فعلی کی اور اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کی ہے جس نے قوم لوط جیسا عمل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آخری جملہ تین بار فرمایا (3)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف قوم لوط کے عمل سے ہے (4)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگ اپنی صبح بھی اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کی حالت میں کرتے ہیں اور اپنی شام بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی حالت میں کرتے ہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلا وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، دوسرا وہ عورتیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں تیسرا وہ آدمی جو چوپاؤں کے ساتھ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 85، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 326، دار الفکر بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 396 (8052) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 38-237 (256) بیروت

21B

بدفعلی کرتا ہے اور چوتھا وہ آدمی جو کسی مرد کے ساتھ لواطت کا عمل کرتا ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جسے تم پاؤ کہ وہ قوم لوط کی مثل عمل کر رہا ہے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ لوطی کی حد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے گاؤں کی سب سے اونچی عمارت پر کھڑا کر کے (لوگوں کو) دکھایا جائے پھر اسے اوندھا کر کے وہاں سے نیچے پھینک دیا جائے۔ پھر اس پر پتھر برسائے جائیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت یزید بن قیس رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوطی کو رجم کیا ہے (4)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوطی کو رجم کیا جائے گا چاہے وہ محصن ہو یا محصن نہ ہو، سنت ماضیہ یہی ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر کسی کے لیے مناسب ہوتا کہ اسے دوبار رجم کیا جائے تو بالیقین لوطی کو (دوبار) رجم کیا جاتا (6)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رجم کی علت قوم لوط کا قتل کیا جانا ہے (7)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور ابراہیم رحمہما اللہ دونوں نے کہا کہ لوطی کی حد زانی کی حد کی مثل ہے۔ اگر وہ محصن ہو تو اسے رجم کیا جائے گا ورنہ حد لگائی جائے گی (8)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی قوم لوط کے قبیح عمل کے ساتھ متہم ہوا۔ تو آپ نے قریش کے بعض نوجوانوں کو حکم فرمایا کہ وہ اس کی مجالست اختیار نہ کریں (9)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت وضین بن عطا رحمہما اللہ سے اور انہوں نے بعض تابعین سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کسی آدمی کو خوبصورت بچے کے چہرے کی طرف دیکھنے کے سبب حد لگائی جائے (10)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 356 (5385) دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 395 (8047) بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 357 (5388)　4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 358 (5390)
5۔ ایضاً　6۔ ایضاً (5391)
7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 497 (27348) مدینہ منورہ　8۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 358 (5392)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 358 (5394)　10۔ ایضاً (5394)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے بقیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض تابعین نے کہا میں عبادت گزار نوجوان پر ضرر رساں درندے کی نسبت اس بے ریش بچے سے زیادہ خوف محسوس کرتا ہوں جو اس کے پاس بیٹھتا ہے(1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت حسن بن ذکوان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم اغنیاء کے بچوں کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرو کیونکہ ان کی صورتیں عورتوں کی صورتوں کی طرح ہوتی ہیں اور ان کا فتنہ باکرہ کنواری کے فتنہ سے زیادہ شدید ہے(2)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت نجیب بن سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا تھا کسی آدمی کو تنہا مکان میں بے ریش (امرد) بچے کے ساتھ رات نہیں گزارنی چاہیے(3)۔

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ حمام میں داخل ہوئے تو آپ کے پیچھے ایک خوبصورت بچہ بھی اس میں داخل ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: اسے نکال دو۔ کیونکہ میں ہر عورت کے ساتھ شیطان دیکھتا ہوں اور دس سال سے زائد عمر کے بچے کے ساتھ دس سے زائد شیطان دیکھتا ہوں(4)۔

امام ابن ابی الدنیا، حکیم ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ چوپاؤں میں خنزیر اور گدھے کے سوا کوئی بھی قوم لوط کا عمل نہیں کرتا(5)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن سہل رحمہ اللہ نے کہا عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جنہیں لوطیون (لواطت کرنے والے) کہا جائے گا۔ ان کی تین قسمیں ہوں گی: ایک صنف کے لوگ نظر بازی کریں گے، ایک صنف کے لوگ مصافحہ کریں گے اور ایک صنف کے لوگ قوم لوط جیسا عمل کریں گے(6)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ آدمی جو قوم لوط جیسا عمل کرتا ہے اگر وہ آسمان سے گرنے والے ہر قطرے اور زمین میں نکلنے والے پانی کے ہر قطرے کے ساتھ بھی غسل کرے تو وہ پھر بھی ناپاک ہی رہے گا(7)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دبر کی حرمت فرج کی حرمت سے زیادہ شدید ہے(8)۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور حضرت بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر (سے) اپنی مخلوق میں سے سات افراد پر لعنت کی ہے اور ان میں سے ہر ایک پر اپنی لعنت کو تین بار لوٹایا ہے اور ہر ایک کے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 358 (5396) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، (5397)

3۔ ایضاً، (باب تحریم الفروج)، جلد 4، صفحہ 359 4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 360 (5404)

5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 359 (5401) 6۔ ایضاً (5402)

7۔ ایضاً، (5403)

8۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب حد الوطی، جلد 5، صفحہ 497 (27349) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

بعد بار بار لعنت کی ہے۔ فرمایا وہ ملعون ہے، وہ ملعون ہے، وہ ملعون ہے جس نے قوم لوط کے عمل کی مثل عمل کیا، وہ ملعون ہے جس نے چوپاؤں میں سے کسی کے ساتھ بدفعلی کی وہ ملعون ہے جس نے بیوی اور اس کی اخیافی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کر لیا، وہ ملعون ہے جس نے اپنے والدین کی نافرمانی کی، وہ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کیا، وہ ملعون ہے جس نے زمین کی حدود کو تبدیل کر دیا اور وہ ملعون ہے جو کسی غیر کے غلاموں کا مالک بن گیا (1)۔

امام ابن ماجہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جو قوم لوط کے عمل جیسا عمل کرے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو رجم کر دو (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابو داؤد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے کنوارے آدمی کے بارے پوچھا گیا جو لواطت کرتے ہوئے پایا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے رجم کیا جائے گا (3)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غمزدہ حالت میں دیکھا۔ تو عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے ہے جو آپ کو غمگین کر رہی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بارے میں یہ خوف کھا رہا ہوں کہ وہ میرے بعد قوم لوط کے عمل جیسے عمل میں مبتلا ہو جائے گی (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو حصین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے گھر کے محاصرے کے دن اوپر سے لوگوں پر جھانک کر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ چار کے سوا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ایک وہ آدمی جس نے قتل کیا تو اسے قتل کیا جائے گا۔ دوسرا وہ آدمی جو محصن ہونے کے بعد زنا کرے تیسرا وہ آدمی جو اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائے اور چوتھا وہ آدمی جو قوم لوط کے عمل کی مثل عمل کرے (5)۔

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 396 (8053) دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 394 (8048)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب حد الواطی، جلد 5، صفحہ 497 (27339)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 7، صفحہ 365 (1349) المجلس العلمی بیروت　5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 98-497 (27350)

الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اِنْ كَانَ طَآىٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ
طَآىٕفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ
الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ
یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ
قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ
مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ
یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا
افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا
شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ
الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ
نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾

”اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر، بے شک آ گئی تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے، تو پورا کرو ناپ اور تول کو اور نہ گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ فساد برپا کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان لانے والے ہو اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈرا رہے ہو تم (راہ گیروں کو) اور روک رہے ہو تم اللہ کی راہ سے جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اور تلاش کرتے ہو اس میں عیب اور یاد کرو (وہ وقت) جب تم تھوڑے تھے پھر اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو! کیا ہوا انجام فساد برپا کرنے والوں کا اور اگر ایک گروہ تم میں سے ایمان لا چکا ہے اس کے ساتھ جو دے کر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لایا تو (ذرا) صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کر دے اللہ ہمارے درمیان اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے کہنے لگے

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ سردار جو غرور و تکبر کیا کرتے تھے ان (شعیب) کی قوم سے یا تو ہم نکال کر رہیں گے تمہیں اے شعیب! اور جو ایمان لائے تمہارے ساتھ اپنی بستی سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہماری ملت میں۔ شعیب نے کہا: اگرچہ ہم اس (ارتداد) کو ناپسند بھی کرتے ہو پھر تو ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم لوٹ آئیں تمہارے دین میں اس کے بعد کہ جب نجات دے دی ہمیں اللہ نے اس سے اور نہیں کوئی وجہ ہمارے لیے کہ ہم لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ جو پروردگار ہے ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم سے، صرف اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، اے ہمارے رب! فیصلہ فرما دے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور کہا ان رئیسوں نے جو کافر تھے ان کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کرنے لگو شعیب کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ پھر پکڑ لیا انہیں زلزلہ نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے۔ جن (بدبختوں) نے جھٹلایا شعیب کو (وہ یوں نابود کر دیے گئے) گویا کبھی بستے ہی نہ تھے ان مکانوں میں، جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو ہو گئے وہی نقصان اٹھانے والے۔ تو منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے پہنچا دیے تھے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں نے نصیحت کی تھی تمہیں، تو (اب) کیونکر غم کروں میں کافر قوم (کے ہولناک انجام) پر''۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن بشر رحمہ اللہ کی سند سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن زیاد بن سمعان رحمہ اللہ نے کسی کتاب پڑھنے والے سے یہ خبر دی ہے کہ تورات کو ماننے والے یہ گمان رکھتے ہیں کہ تورات میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام میکائیل ہے، سریانی زبان میں آپ کا اسم گرامی جزی بن یشخر ہے اور عبرانی زبان میں آپ کا اسم گرامی شعیب بن یشخر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن بشر رحمہ اللہ کی سند سے شرقی بن القطامی سے یہ بیان کیا ہے اور یہ علم الانساب کے ماہر جید عالم تھے۔ انہوں نے کہا کہ عبرانی زبان میں آپ کا اسم گرامی ثیروب ہے اور عربی زبان میں شعیب ابن عیفا بن یوبب بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، یوبب جعفر کے وزن پر ہے، اس کا پہلا حرف یاء اور واؤ کے بعد دو باء ہیں۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد رسول اور نبی تھے۔ آپ کا اور آپ کی قوم کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ (اعراف: 85) (اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، اس کے بغیر تمہارا کوئی خدا نہیں ہے)۔ ان لوگوں میں شرک بھی تھا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے اور اپنے نبی کو جھٹلانے کے ساتھ ساتھ، ان میں ناپ تول میں کمی کرنے والے بھی تھے، وہ انتہائی سرکش اور باغی قوم تھی، وہ راستے پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو ان کے مالوں میں نقصان پہنچاتے، یہاں تک کہ وہ مال خرید لیتے۔ اس طریقے کا آغاز سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا۔ جب ان کے پاس کوئی اجنبی

WWW.NAFSEISLAM.COM

آدمی آتا تو اس سے دراہم لے لیتے اور پھر کہہ دیتے تیرے یہ دراہم کھوٹے ہیں اور انہیں توڑ دیتے پھر وہ انہی دراہم کو اس سے کم قیمت پر خرید لیتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (اعراف:86) (اور نہ فساد برپا کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) ان کے شہر بلاد میرۃ تھے۔ لوگ ان شہروں سے کھنچے چلے آتے تھے لیکن یہ ان کے راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ وہ انہیں کہا کرتے: اس کی کوئی بات نہ سنو، کیونکہ یہ بہت بڑا کذاب ہے، تمہیں فتنہ میں مبتلا کردے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (اعراف:86) (اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈراتے ہو تم لوگوں کو) کہ اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کردے گا۔ پھر وہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ڈراتے دھمکاتے اور کہتے اے شعیب! بالیقین ہم تجھے اپنے گاؤں سے نکال دیں گے یا پھر تو ہماری ملت یعنی ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی طرف لوٹ آئے گا۔ تو اس وقت آپ نے فرمایا "وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾" (ہود) (اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ خود تمہارے خلاف کرنے لگوں اس امر میں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں۔ (نیز) میں نہیں چاہتا ہوں مگر (تمہاری) اصلاح (اور درستی) جہاں تک میرا بس ہے۔ اور نہیں میرا راہ پانا مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں) یعنی وہی مجھے بچانے والا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ (اعراف:88) اگرچہ تمہارے دین کی طرف لوٹنا ہم ناپسند بھی کرتے ہوں اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں پھر تو ہم نے اللہ تعالیٰ پر ضرور جھوٹا بہتان باندھا۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ ہم اس دین میں لوٹیں، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات عطا فرمائی ہے اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا (اعراف:89) (مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا پروردگار ہے) تو اس میں آپ نے انجام سے خوف محسوس کیا اور مشیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔ "وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا" ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے یعنی ہم نہیں جانتے جو کچھ ہمارے لیے پہلے لکھ دیا گیا ہے "عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ" صرف اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب! فیصلہ فرمادے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت شعیب علیہ السلام بڑے حلیم، صادق اور انتہائی باوقار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی آپ کا ذکر فرماتے تو فرماتے آپ خطیب الانبیاء تھے اس لیے کہ جب آپ اپنی قوم کو دعوت حق دیتے تو قوم کی طرف رجوع کا انداز انتہائی حسین اور دلکش ہوتا۔ اور جب وہ آپ کی دعوت کا انکار کرتے ہوئے آپ کو جھٹلا دیتے اور آپ کو رجم اور شہر سے باہر نکال دینے کی دھمکی دیتے تو ایسی حالت میں بھی آپ کا انداز انتہائی شستہ اور پروقار ہوتا۔

آپ کی قوم کے طاقت ور لوگ کمزوروں کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہتے "لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ" اگر تم شعیب کی پیروی کرنے لگو تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، اس کے باوجود حضرت شعیب علیہ السلام انہیں دعوت دینے سے نہیں رکے، پھر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اختیار کی تو انہیں ایک زلزلے نے پکڑ لیا۔ وہ اس طرح کہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کے پاس آ کر ٹھہرے۔ پھر ایک سخت چیخ لگائی جس سے پہاڑ اور زمین کانپ اٹھی۔ اور اس کے ساتھ ان کی ارواح ان کے جسموں سے نکل گئیں۔ اس کا ذکر اس آیت میں فرمایا ''فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ'' وہ اس طرح کہ جب انہوں نے چیخ سنی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے سبب سخت گھبرا گئے اور خوف زدہ ہو گئے۔ اور اسی دوران زمین لرز اٹھی اور اس زلزلے نے انہیں مردہ حالت میں زمین پر پھینک دیا(1)۔

اسحاق اور ابن عساکر نے حضرت عکرمہ اور سدی دونوں سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو بار نہیں بھیجا۔ ایک بار مدین کی طرف بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے سخت چیخ اور زلزلے کے ساتھ وہاں کے رہنے والوں کو گرفت میں لے لیا اور دوسری بار اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یوم الظلہ کے عذاب کے ساتھ پکڑ لیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (اعراف:85) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم لوگوں پر ان کی چیزوں کے بارے میں ظلم و زیادتی نہ کرو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ کا معنی لَا تَظْلِمُوْهُمْ ہے۔ یعنی تم لوگوں پر ظلم نہ کرو۔ اور وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا وہ لوگ ان لوگوں کو ڈراتے تھے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور اسلام لانے کا ارادہ کرتے (تو اللہ تعالیٰ نے انہیں راستے میں بیٹھ کر راہ گیروں کو ڈرانے دھمکانے سے منع فرمایا)(2)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ وَلَا تَقْعُدُوْا الآیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا'' وہ راستے میں بیٹھتے تھے اور جو بھی ان کے پاس آتا اسے یہ بتاتے کہ شعیب (علیہ السلام) کذاب ہے پس وہ تمہیں تمہارے دین کے بارے میں فتنہ میں نہ ڈال دے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صراط کا معنی طریق (راستہ) ہے اور'' توعدون'' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آنے سے ڈراتے تھے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ توعدون کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ تم حق کے ہر راستے سے ڈرا رہے ہو اور تم یہاں کے باسیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک رہے ہو اور تم اس میں عیب تلاش کرتے ہو(5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ تم راستے میں چنگی لینے کی خاطر نہ بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراتے ہو اور انہیں اسلام سے روکتے ہو اور تم ہلاکت کے (ذرائع) تلاش کرتے ہو(6)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی اتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ'' وتبغونھا'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 280 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 79-278 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 279
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 80-279 6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 280

WWW.NAFSEISLAM.COM

رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا، تم ایسا راستہ تلاش کرتے ہو جو حق سے پھرا ہوا ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ تم راستوں پر مت بیٹھا کرو۔ اس حال میں کہ تم چنگی وصول کرتے ہو اور راہ گیروں کو خوفزدہ کرتے ہو۔ یعنی مراد محصول لینے والے لوگ ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا کسی اور سے (یہ شک حضرت ابوالعالیہ کو ہے) یہ روایت بیان کی ہے کہ شب معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر راستے میں پڑی ہوئی ایک ایسی لکڑی کے پاس سے ہوا کہ وہ اپنے پاس سے گزرنے والے کے کپڑے کو چاک کردے اور گزرنے والی ہر شے کو پھاڑ دے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کی ان قوموں کی مثال ہے جو راستے پر بیٹھیں گے اور ڈاکے ڈالیں گے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ" (1)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ "وَ مَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ" کی تفسیر میں سدی نے کہا: ہمیں نہیں چاہیے کہ ہم تمہارے شرک میں لوٹ آئیں "بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا" اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات عطا فرمادی ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو شرک کو نہیں چاہے گا۔ لیکن وہ کہتا ہے "مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے (2)۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے موفقیات میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قدریہ کے بارے کہا: قسم بخدا! وہ اس طرح نہیں کہتے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ ہی اس طرح جیسا کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نے فرمایا اور نہ ہی اس طرح جیسے اصحاب جنت نے کہا اور نہ ہی اس طرح جیسے اصحاب دوزخ نے کہا اور نہ ہی اس طرح کہتے ہیں جیسے ان کے بھائی ابلیس نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الدہر: 30)" اور (اے لوگو!) تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ خود چاہے"۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا "وَ مَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور ہمارے لیے کوئی وجہ نہیں کہ ہم لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے) اور اصحاب جنت نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ" (الاعراف: 43)" ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے راہ دکھائی ہمیں اس بہشت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ"۔ اور اصحاب دوزخ نے کہا "وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (الزمر)" لیکن ثبت ہو چکا تھا (لوح محفوظ میں) عذاب کا حکم کفار پر"۔ اور ابلیس نے کہا "رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ" (الحجر: 39)" وہ بولا اے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 280　　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 6

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِالْحَقِّ'' یہاں تک کہ میں نے ذی یزی کی بیٹی کو یہ کہتے سنا تَعَالَ اُفَاتِحْكَ یَعْنِیْ اُقَاضِیْكَ (آؤ میں تمہارا فیصلہ کروں گی) (تب مجھے افتح کا مفہوم ذہن نشین ہوا)(1)

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اِفْتَحْ کا معنی اقض (تو فیصلہ فرما) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اِفْتَحْ کا معنی القضاء (فیصلہ ہے) یہ لغت یمانیہ ہے جب ان میں سے کسی نے کہنا ہو'' تَعَالَ اُقَاضِیْكَ اَلْقَضَا'' (آؤ میں تمہارا فیصلہ کروں) تو وہ کہتا ہے تَعَالَ اُفَاتِحْكَ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (جھٹلانے والوں کو اس طرح نابود کر دیا گیا) گویا کہ وہ کبھی اس میں آباد ہوئے ہی نہیں تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان فرمایا: گویا کہ وہ کبھی اس میں زندہ رہے ہی نہیں (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں گویا کہ انہوں نے کبھی اس میں زندگی گزاری ہی نہیں (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہت زیادہ تبلیغ کرتے تھے۔ اور قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو پیغام حق اسی طرح سناتے تھے جیسے تمہارے نبی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو سنایا کرتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''فَكَیْفَ اٰسٰی'' کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ (اب) میں کیونکر غم کروں۔

امام ابن عساکر نے حضرت مبلۃ بن عبد اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو نصف رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں ان کے مال و اسباب سمیت الٹا کر دیں۔ تو آپ کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی جو کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا تھا۔ تو آپ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ آپ اسے بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک کر دیں۔ پھر آپ بلندیوں کی جانب لوٹ کر گئے اور عرض کی: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ'' اے اللہ! تیری ذات سراپا حمد و ستائش ہے اور تیری ذات پاک ہے، تو نے مجھے مدین کی طرف بھیجا ہے تاکہ ان کی بستیوں کو الٹا کر دوں۔ تو میں نے ایک آدمی کو پایا وہ کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: وہ فلاں بن فلاں ہے، اس نے مجھے نہیں پہچانا۔ لہٰذا اسی سے (عذاب کا) آغاز کر کیونکہ اس نے میرے محارم کا دفاع نہیں کیا مگر صلح اور حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 7 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 10 3۔ ایضاً

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام وہ کتاب پڑھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد حرام میں دو قبریں ہیں، ان دو کے سوا ان میں کوئی قبر نہیں۔ ایک قبر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہے اور دوسری حضرت شعیب علیہ السلام کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر مبارک مقام حجر میں ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر مبارک حجر اسود کے بالمقابل ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا اور آپ کے ساتھ مومنین کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان تمام کے مزارات کعبہ معظمہ کی مغربی جانب ہیں اور وہ دارالندوہ اور باب بنی سہم کے درمیان واقع ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے یعقوب بن ابی سلمہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو آپ فرماتے وہ تو خطیب الانبیاء تھے۔ کیونکہ آپ کا قوم کی طرف رجوع انہیں دعوت حق دینے کی صورت میں اور پھر ان کی جانب سے انکار کی صورت میں انتہائی حسین اور دلکش تھا۔ پس جب انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو رجم کرنے اور شہر سے نکال دینے کی دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اور تکبر اختیار کیا تو یوم الظلہ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا اور مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل مدین میں سے ایک آدمی جسے عمرو بن حلہا کہا جاتا تھا، جب اس نے عذاب دیکھا تو اس نے کہا:

یَا قَوْمِ اِنَّ شُعَيْبًا مُرْسَلٌ فَذَرُوْا عَنْكُمْ سَمِيْرًا وَّ عِمْرَانَ بْنَ شَدَّادِ

"اے قوم بلاشبہ حضرت شعیب علیہ السلام رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس تم سمیر اور عمران بن شداد کو چھوڑ دو"۔

اِنِّىْ اَرٰى عَيْنَةً يَا قَوْمِ قَدْ طَلَعَتْ تَدْعُوْ بِصَوْتٍ عَلٰى صَمَانَةِ الْوَادِ

"اے قوم! بلاشبہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عذاب ظاہر ہو چکا ہے جو وادی کی بقا کے خلاف آواز دے رہا ہے"۔

وَاِنَّهٗ لَا يُرْوٰى فِيْهِ ضُحٰى غَدٍ اِلَّا الرَّقِيْمُ يَمْشِيْ بَيْنَ اَنْجَادِ

"کل دن کے وقت اس میں کوئی سیراب نہیں ہوگا سوائے کتے کے جو ساز و سامان کے درمیان گھوم پھر رہا ہوگا"۔

سمیر اور عمران بن شداد دونوں ان کے کاہن تھے اور رقیم ان کا کتا تھا (4)۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 23، صفحہ 78، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 23، صفحہ 79 3۔ ایضاً، جلد 23، صفحہ 80

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 620 (4071) دارالکتب العلمیہ بیروت

لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾

''اور نہ بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر یہ کہ (جب نبی جھٹلایا گیا) تو ہم نے مبتلا کر دیا وہاں کے باشندوں کو سختی اور تکلیف میں تا کہ وہ گڑگڑانے لگیں پھر ہم نے بدل دی تکلیف کی جگہ راحت حتی کہ وہ پھلے پھولے اور کہنے لگے: بے شک (یونہی) پہنچا کرتی تھی ہمارے باپ دادا کو (کبھی) تکلیف اور (کبھی) راحت تو ہم نے پکڑ لیا انہیں اچانک اور اس کا انہیں خواب وخیال بھی نہ تھا''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پھر ہم نے شدت اور تنگی کو راحت اور خوش حالی میں بدل دیا ''حَتّٰى عَفَوْا'' یہاں تک کہ وہ تعداد میں بڑھ گئے اور ان کے مال ومتاع وافر ہو گئے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ السَّيِّئَةِ سے مراد شر اور برائی ہے اور الْحَسَنَةَ سے مراد راحت وخوشحالی، عدل وانصاف اور اولاد ہے۔ اور آپ ''حَتّٰى عَفَوْا'' کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں ''یہاں تک کہ ان کے مال ومتاع اور ان کی اولاد کثیر ہوگئی'' (1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ کہنے لگے کہ اسی کی مثل حالات ہمارے آباؤ اجداد پر بھی آتے تھے اور یہ کچھ نہیں۔ اور ''فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' کی تفسیر میں آپ نے کہا کہ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو کبھی نہیں پکڑا مگر اس کے سکوت، غفلت اور خوشحالی کی حالت میں۔ پس تم اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھو۔ بلاشبہ فاسق قوم کے سوا کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو بے خبر خیال نہیں کرتا (2)۔

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾

''اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان کی اور زمین کی، لیکن انہوں نے جھٹلایا (ہمارے رسولوں کو) تو پکڑ لیا ہم نے انہیں بوجہ ان کرتوتوں کے جو وہ کیا کرتے تھے''۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 13-12، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 13

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اگر بستیوں والے اس کے ساتھ ایمان لاتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اس سے بچتے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تو بالیقین آسمان انہیں اپنی برکتیں عطا کرتا اور زمین اپنی نباتات اور سبزے کے ساتھ انہیں نوازتی۔

امام ابن ابی حاتم نے معاذ بن رفاعہ کی سند سے موسیٰ الطائفی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روٹی کی عزت وتکریم کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی برکات سے اسے نازل فرمایا اور زمین کی برکتوں سے اسے نکالا (1)۔

بزار اور طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن ام حرام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو قبلوں کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے روٹی کی عزت وتکریم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان کی برکات سے نازل کیا ہے اور زمین کی برکتیں اس کے لیے مسخر کر دی ہیں اور جو کوئی اس کھانے کو اٹھا لیتا ہے جو دستر خوان سے گر جاتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بستی والوں کو اتنی وسعت اور خوشحالی عطا فرمائی کہ وہ استنجا روٹی سے کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوک اور قحط بھیج دیا یہاں تک کہ وہ ایسی چیزیں خود کھانے لگے جو پہلے دوسروں کو کھلاتے تھے۔

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٩٧﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩٨﴾

"تو کیا بے خوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آجائے ان پر ہمارا عذاب راتوں رات اس حال میں کہ وہ سو رہے ہوں یا کیا بے خوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آجائے ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت جب کہ وہ کھیل کود رہے ہوں"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو نضرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جب کوئی آدمی یہ آیت پڑھے "أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ" تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی آواز بلند کرے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم مرغ اور کتے نہ رکھو۔ پس تم بستیوں والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا۔

أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩٩﴾

"تو کیا یہ بے خوف ہو گئے ہیں اللہ کی خفیہ تدبیر سے، پس نہیں بے خوف ہوتے اللہ کی خفیہ تدبیر سے سوائے اس قوم کے جو نقصان اٹھانے والی ہوتی ہے"۔

1۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 235 (40776)　2۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 335، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے دوست کی طرف لکھا: جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تو کوئی ایسی شے حاصل کرے جو تیرے لیے باعث مسرت وخوشی ہو تو اس سے بے خوف نہ ہو جا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خفیہ تدبیر ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے سوائے اس قوم کے جو نقصان اٹھانے والی ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا: یہ خوف کیسا ہے جو تمہیں لاحق ہے حالانکہ میں نے تمہیں اس مقام ومرتبہ پر فائز کیا ہے جس پر تمہارے سوا کسی کو نہیں کیا؟ تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے۔ کیونکہ نقصان اٹھانے والی قوم کے سوا کوئی بھی تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتا۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ زوائد الزہد میں حضرت علی بن ابی حلیمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ذر بن عبداللہ خولانی جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد میں ہی پڑے رہتے۔ اور جب واپسی کا ارادہ کرتے تو بلند آواز میں یہ آیت پڑھتے ''فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ''

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اسماعیل بن رافع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا بندے کے گناہ پر قائم رہنے کے مترادف ہے۔ درآنحالیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی تمنا اور آرزو رکھتا ہو۔

اَوَ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰

''کیا یہ (حقیقت) واضح نہ ہوئی ان لوگوں پر جو وارث بنے زمین کے اس کے اصلی مالکوں (کی تباہی) کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو سزا دیں انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اور مہر لگا دیں ان کے دلوں پر تاکہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں''۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''اَوَلَمْ يَهْدِ'' کا معنی اَوَلَمْ يُبَيِّنْ ہے (یعنی کیا یہ (حقیقت) واضح نہ ہوئی) (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ'' کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ ان سے مراد مشرکین ہیں (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 15 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 16

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

''یہ بستیاں ہیں، ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی کچھ خبریں اور بے شک آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ اور نہ ہوا یہ کہ ایمان لاتے اس پر جس کو جھٹلا چکے تھے اس سے پہلے۔ اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ'' فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ '' کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ جس دن کا انہوں نے میثاق کے ساتھ اقرار کیا ہے بعض اس کی تکذیب کریں گے اور بعض اس کی تصدیق کریں گے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ '' کا مفہوم اس ارشاد کی مثل ہے'' وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ''(الانعام: 28)''اور اگر انہیں واپس بھیجا جائے (جیسے ان کی خواہش ہے) تو پھر بھی وہی کریں جس سے روکے گئے تھے''(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن اس سے وعدہ لیا گیا اور وہ مجبوراً ایمان لائے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ'' وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ '' کی تفسیر میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ کون مطیع وفرمانبردار ہوگا اور کون نافرمان۔ اور یہ اس وقت سے ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تصدیق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا'' قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ (ہود)''اے نوح (کشتی سے) اتر یے امن وسلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں۔ اور (آئندہ) کچھ قومیں ہوں گی ہم لطف اندوز کریں گے انہیں، پھر پہنچے گا انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب''۔ اور اسی کے بارے میں یہ فرمایا'' وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ ''(الانعام) اور اسی کے بارے میں یہ ارشاد بھی ہے'' وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ ''(الاسراء:)''اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو''۔

امام ابوالشیخ نے مقاتل بن حیان سے ارشاد باری تعالیٰ'' وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ''

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 17 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 16

marfat.com

(الاعراف:172) کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کی مثل اولاد آدم علیہ السلام کو نکالا اور ان میں شعور اور عقل پیدا فرمائی۔ پھر انہیں بولنے کی قوت وطاقت عطا فرمائی۔ پھر ان سے فرمایا'' اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ '' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو تمام نے جواباً کہا کیوں نہیں۔ (یعنی تو ہمارا رب ہے) پس انہوں نے میثاق کے دن زبانوں کے ساتھ اقرار کیا اور بعض نے اپنے دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا۔ پس اسی کے مطابق یہ ارشاد ہے'' وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ ''۔ پس تبلیغ کا فریضہ سونپے جانے کے بعد ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ ان کے پاس آئے۔ لیکن ایسا نہ ہوا کہ پیغام پہنچنے کے بعد وہ اس کے ساتھ ایمان لاتے جسے وہ اس سے قبل میثاق کے دن جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

''اور نہ پایا ہم نے ان کی اکثریت کو وعدہ کا پابند اور ضرور پایا ان میں سے بہتوں کو حکم عدولی کرنے والا''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ آیت کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا'' کہ ہم نے ان کی اکثریت کو وعدہ وفا کرنے والا نہ پایا''۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' ہم نے ان کی اکثریت کو وعدہ کا پابند نہیں پایا اور اس کے سبب انہیں اللہ تعالیٰ نے کسی آزمائش وابتلا میں نہیں ڈالا۔ پھر انہیں معاف کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو العالیہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اس سے مراد اس دن کا عہد ہے جو یوم میثاق کو لیا گیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تنگ دستی، مشقت اور دیگر مصائب کے ساتھ آزمایا۔ پھر انہیں خوشحالی اور راحت وعافیت عطا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان میں سے اکثر کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا'' وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ میثاق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت لیا تھا جب یہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کون وعدہ وفا کرے گا اور کون وفا نہیں کرے گا۔ سو فرمایا'' وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آیت سے مراد وہ وعدہ ہے جو اولاد آدم سے اس وقت لیا گیا جب کہ یہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھی اور انہوں نے اس وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ اور'' وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ '' کی تفسیر میں فرمایا: اور ہم نے قرون ماضیہ میں اکثریت کو حکم عدولی کرنے والا پایا (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 18 2۔ ایضاً

Marfat.com

marfat.com

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بستیوں کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے اس وعدہ کی پاسداری نہیں کی جس کی نصیحت اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمائی تھی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىِٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

''پھر ہم نے بھیجا ان کے بعد موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے انکار کر دیا ان کا۔ سو دیکھو کیسا انجام ہوا فساد برپا کرنے والوں کا''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی موسیٰ اس لیے ہے کیونکہ آپ کو پانی اور درخت کے درمیان القاء کیا گیا۔ اور قبطی زبان میں پانی کو مو اور درخت کو سیٰ کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون فارس کا رہنے والا اصطخر کا باشندہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ فرعون مصر کے باشندوں میں سے ایک تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ نے کہا: فرعون تین سو برس تک زندہ رہا۔ ان میں سے دو سو بیس سال میں اس نے وہ کچھ نہیں دیکھا جو اس کی آنکھوں میں کھٹکتا ہو اور اسی برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دعوت حق دی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طلحہ سے یہ نقل کیا ہے کہ فرعون قبطی ولد الزنا تھا۔ اس کا قد سات بالشت تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون ہمدان کا رہنے والا سخت کوش مضبوط آدمی تھا۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! تو نے فرعون کو چار سو سال تک مہلت دی اور وہ کہتا ہے ''اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى'' (میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) تیری نعمتوں کو جھٹلاتا ہے اور تیرے رسولوں کا انکار کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ بلاشبہ وہ اچھا اخلاق اور نرم مزاج رکھتا تھا۔ سو میں نے پسند کیا کہ میں اس کی مدد کروں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے فرعون نے (بالوں کو) سیاہ خضاب لگایا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم بن مقسم ہذلی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون چار سو سال تک زندہ رہا اور اس دوران اس کے سر کو درد تک نہیں ہوا۔

انہوں نے ہی ابوالاشرس سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون چار سو سال تک زندہ رہا اور اس میں جوانی صبح و شام آتی رہی۔

امام خطیب نے حضرت حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے بالوں کو سیاہ خضاب فرعون نے

1۔ شعب الایمان، باب حسن الخلق، جلد 6، صفحہ 250 (8042) دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

لگایا۔ تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لے آتا تو اس کی بارگاہ میں التجا کرتا کہ وہ تجھ پر تیرا شباب لوٹا دے۔ تو اس نے اس کا ذکر ہامان سے کیا۔ تو اس نے اسے سیاہ رنگ کے ساتھ رنگ دیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا تیری میعاد تین دن ہے۔ سو جب تین دن گزر گئے تو اس کا خضاب اتر گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون پر اسی دروازے بند کیے جاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جس دروازے کے پاس بھی آتے وہ خود بخود کھل جاتا تھا اور آپ کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔

وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

"اور کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اے فرعون! بلاشبہ میں رسول ہوں پروردگار عالم کا واجب ہے مجھ پر کہ میں نہ کہوں اللہ پر سوائے سچی بات کے، میں آیا ہوں تمہارے پاس روشن دلیل لے کر تمہارے رب کی طرف سے، پس بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو فرعون نے کہا اگر تم لائے ہو کوئی نشانی تو پیش کرو اسے اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو ڈال دیا موسیٰ نے اپنا عصا تو فوراً وہ صاف اژدہا بن گیا اور نکالا اپنا ہاتھ (گریبان سے) تو فوراً وہ سفید (روشن) ہو گیا دیکھنے والوں کے لیے کہنے لگے قوم فرعون کے رئیس واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہارے ملک سے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو بولے مہلت دو اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیجو شہروں میں ہرکارے تاکہ وہ لے آئیں تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس طرح پڑھتے تھے "حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ" یعنی علی کی جگہ عَلٰی پڑھتے تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''فَاَلْقٰى عَصَاهُ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ عصا مبارک حضرت آدم علیہ السلام کا عصا تھا۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف آئے تو ایک فرشتے نے وہ عصا آپ کو دیا۔ وہ رات کے وقت آپ کو روشنی مہیا کرتا تھا اور دن کے وقت آپ اسے ساتھ لے کر زمین میں گھومتے پھرتے اور اپنے لیے رزق تلاش کرتے اور اس کے ساتھ اپنے ریوڑ کو ہانکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ'' (تو فوراً وہ صاف اژدہا بن گیا) یعنی ایسا سانپ بن گیا قریب تھا کہ وہ آپ پر حملہ آور ہو جائے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت منہال رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ سانپ آسمان کی جانب ایک میل تک بلند ہو گیا اور وہ فرعون کی طرف آیا۔ وہ کہنے لگا: اے موسیٰ! جو چاہو مجھے حکم دو۔ اور فرعون کہنے لگا: اے موسیٰ! میں اس کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے بھیجا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ اس نے آپ کے پیٹ کو پکڑ لیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے۔ تو وہ اون کا ایسا لباس پہنے ہوئے تھے جو اس کی گردن سے اوپر تک تھا۔ فرعون سے آپ کے اندر آنے کی اجازت لی گئی۔ تو اس نے کہا: آپ کو لے آؤ۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور فرمایا: بلاشبہ میرے اللہ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے۔ تو اس نے اپنے گرد بیٹھنے والوں کو کہا: میں اپنے سوا تمہارے لیے اور کوئی الٰہ نہیں جانتا، اسے پکڑ لو۔ آپ نے فرمایا: میں تیرے پاس نشانی اور معجزہ لے کر آیا ہوں۔ تو اس نے کہا: اسے پیش کرو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا۔ تو وہ اژدہا بن گیا۔ ایسا کہ اس کے دو جبڑوں کے درمیان محل کی چھت اور زمین کے درمیان کی ہر شے سما سکتی تھی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے گریبان میں داخل کیا اور جب اسے نکالا تو بجلی کی مثل اس طرح چمکنے لگا کہ آنکھیں چمک اٹھیں۔ پس وہ اپنے چہروں کے بل گر پڑے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پکڑ لیا۔ پھر تشریف لے گئے اور وہاں سے سب لوگ بھاگ گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا اور فرعون سے خوف اور ڈر جاتا رہا تو اس نے اپنے پاس بیٹھنے والے رئیسوں کو کہا: تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: مہلت دے دو اسے اور اس کے بھائی کو۔ نہ تم اسے ادھر لاؤ اور نہ ہی وہ ہمارے قریب آئے۔ اور شہروں میں ہرکارے بھیج دو اور جادوگر فرعون سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ اس نے ان کی طرف بڑی تیزی سے ہرکاروں کو بھیجا اور انہوں نے انہیں جا کر کہا: تحقیق تمہارے الٰہ کو تمہاری ضرورت ہے اور ساتھ یہ بتاتے کہ اس اس طرح کا کام ہے۔ جادوگروں نے کہا: بالیقین یہ کوئی جادوگر جادو کر رہا ہے کیا ہمارے لیے کوئی اجر ہوگا اگر ہم غالب آ گئے؟ کہنے لگا: کیا ایک جادوگر لوگوں پر جادو کر سکتا ہے اور ایک جادوگر جادوگر پر جادو نہیں کر سکتا؟ اس نے کہا ہاں بے شک (اگر تم غالب آ گئے) تو بلاشبہ تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حکم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا عوسج (کانٹے دار درخت) کا تھا اور اس کے بعد عوسج کسی کے لیے مسخر نہیں ہوا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا نام ماشا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مسلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہی دابۃ الارض تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ کہ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ سے مراد مذکر سانپ ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت معمر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ فَاِذَا هِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ کا معنی ہے وہ بہت بڑا سانپ بن گیا۔ معمر کا قول ہے کہ کسی اور نے کہا کہ وہ شہر کی مثل بڑا سانپ بن گیا (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا کہ وہ زرد رنگ کا مذکر سانپ بن گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اژدہا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک سے بنا تھا اس کے دو جبڑوں کے درمیان بارہ ذراع کا فاصلہ تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت فرقد سنجی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کو جب حاجت پیش آئی تو پچاس فرسخ کی مسافت پر جادوگر اسے لے گئے اور جب حاجت ختم ہوگئی تو وہ اسے لے آئے کیونکہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اپنا منہ کھولا تو اس کے دو جبڑوں کے درمیان چالیس ذراع کا فاصلہ تھا اور اس دن چالیس بار اس نے ایسا کیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ''فَاِذَا هِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ'' کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ سانپوں میں سے نر سانپ تھا، اپنا منہ کھولے ہوئے تھا۔ اپنا نیچے والا جبڑا زمین پر اور اوپر والا جبڑا محل کی فصیل پر رکھے ہوئے تھا۔ پھر وہ فرعون کی طرف متوجہ ہوا، تاکہ اسے پکڑ لے۔ جب فرعون نے اسے دیکھا تو وہ اس سے انتہائی خوفزدہ ہوا اور اچھل پڑا اور اس نے ایسی بات کہی جو اس سے قبل کبھی نہیں کی تھی۔ وہ زور زور سے پکارنے لگا: اے موسیٰ! اسے پکڑ لو میں تیرے ساتھ ایمان لے آؤں گا اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دوں گا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو وہ عصا بن گیا (3)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ وَّنَزَعَ یَدَهٗ میں ید سے مراد ہتھیلی ہے یعنی اپنی ہتھیلی نکالی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ''یُّرِیۡدُ اَنۡ یُّخۡرِجَكُمۡ'' کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ ''اَرۡجِهۡ'' کا معنی اخرہ ہے۔ یعنی تو اسے مہلت دے دے (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ'' کا معنی حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ قوم فرعون کے رئیسوں نے کہا: تو اسے اور اس کے بھائی کو روک لے (5)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 21 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 20 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 24 5۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ'' کہ تو شہروں میں شرط (پولیس والے (ہرکارے) بھیج دے(1)۔

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ
الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ
اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا
سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَ اَوْحَيْنَاۤ
اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ
وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ
اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ
هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ
مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾
قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا
لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

''اور آ گئے جادوگر فرعون کے پاس۔ جادوگروں نے کہا یقیناً (آج تو) ہمیں بڑا انعام ملنا چاہیے اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آ جائیں فرعون نے کہا بے شک اور (اس کے علاوہ) تم خاصان بارگاہ سے ہو جاؤ گے جادوگروں نے کہا اے موسیٰ! یا تو تم (پہلے) ڈالو ورنہ ہم ہی (پہلے) ڈالنے والے ہیں آپ نے فرمایا تم ہی ڈالو پس جب انہوں نے ڈالا تو جادو کر دیا انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر اور خوفزدہ کر دیا انہیں اور مظاہرہ کیا انہوں نے بڑے جادو کا اور ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ ڈال دیجئے اپنا عصا۔ تو فوراً وہ نگلنے لگا جو فریب انہوں نے بنا رکھا تھا تو ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گیا جو (جادو) وہ کیا کرتے تھے یوں فرعونی مغلوب ہو گئے وہاں (بھرے مجمع میں) اور پلٹے ذلیل وخوار ہو کر اور گر پڑے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے (اور) کہنے لگے ہم تو ایمان لے آئے سارے جہانوں

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 24

کے پروردگار پر جورب ہے موسیٰ اور ہارون کا فرعون نے کہا تم تو ایمان لائے ہوئے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں (اس کے مقابلہ کی) تمہیں اجازت دیتا۔ بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے (مل کر) کیا ہے شہر میں تا کہ تم نکال دو یہاں سے اس کے اصلی باشندوں کو۔ ابھی (اس کا انجام) تمہیں معلوم ہو جائے گا میں (پہلے) کٹوا دوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مختلف طرفوں سے پھر تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا سب کے سب کو وہ بولے (پرواہ نہیں) ہم تو اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں اور تو کیا ناپسند کرتا ہے ہم سے بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی آیتوں پر جب وہ آئیں ہمارے پاس۔ اے ہمارے رب! انڈیل دے ہم پر صبر اور وفات دے ہمیں اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں"۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ جادوگر ستر آدمی تھے۔ وہ صبح کے وقت جادوگر تھے اور شام کے وقت شہداء تھے۔ ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور دن کے آخری حصہ میں شہید تھے کیونکہ اس وقت وہ قتل کر دیے گئے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے جادوگر بارہ ہزار تھے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن اسحٰق سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون نے پندرہ ہزار جادوگر جمع کیے (3)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ثمامہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے جادوگر ستر ہزار تھے اور ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد انیس ہزار تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جادوگروں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد تھی۔ ان میں سے ہر آدمی کے پاس رسی یا چھڑی تھی پس جب انہوں نے انہیں پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوفزدہ کر دیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کے ستر ہزار جادوگر تھے سو انہوں نے ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار چھڑیاں زمین پر پھینکیں۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کے جادو کے سبب یہ خیال آنے لگا کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اپنا عصا ڈالو۔ پس آپ نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ صاف اژدہا بن گیا۔ اس نے اپنا منہ کھولا اور ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگل گیا۔ تو اس وقت جادوگر سجدے میں گر گئے۔ انہوں نے اپنے سر نہیں اٹھائے یہاں تک کہ جنت، دوزخ اور ان کے اہل کا انجام دیکھ لیا (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ جادوگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے حالت اسلام پر موت دی ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 86 (926) دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 26
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 27
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 28-27

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ تین سو جادوگر قرم کے رہنے والے تھے، تین سو عریش سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں اس بات میں شک ہے کہ ان میں سے تین سو اسکندریہ کے باسی تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ " قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا " کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا ہمارے لیے عطا اور فضیلت و برتری ہوگی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: انہوں نے موٹی رسیاں اور لمبی چھڑیاں زمین پر پھینکیں۔ تو ان کے جادو کے سبب یہ وہم ہونے لگا کہ یہ دوڑ رہی ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ کی تفسیر میں حضرت سدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو۔ تو آپ نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈال دیا۔ تو وہ تمام کے تمام سانپوں کو کھا گیا۔ پس جب جادوگروں نے یہ منظر دیکھا تو سجدے میں گر گئے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے " وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ " کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر پھینکا۔ تو وہ سانپ کی صورت میں بدل گیا اور وہ ان کے سارے جادو، چھڑیاں اور ان کی رسیوں کو کھا گیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مَا یَاْفِكُوْنَ کا معنی یَكْذِبُوْنَ نقل کیا ہے۔ یعنی وہ فوراً نگلنے لگا جو فریب اور جھوٹ انہوں نے بنا رکھا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ " تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ " کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگلنے لگا (4)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جادوگر جب جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے ہیں اگر وہ جادو ہے تو وہ ہرگز غالب نہیں آئیں گے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو ابھی تم دیکھ لوگے۔ سو جب آپ نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو اس نے اسے کھا لیا جو فریب انہوں نے اپنے جادو کے سبب دے رکھا تھا اور اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آیا۔ تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس وقت وہ سجدہ کرتے ہوئے گر گئے اور کہنے لگے ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے ساتھ ایمان لائے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام میں سے کئی لوگوں سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے امیر کی ملاقات ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: تیری کیا رائے ہے اگر میں تجھ پر غالب آ گیا تو کیا تو میرے ساتھ ایمان لے آئے گا اور تو یہ شہادت دے گا کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں وہ حق ہے؟ جادوگر نے کہا میں بالیقین کل ایسا جادو لاؤں گا جس پر کوئی جادو غالب نہیں آسکے گا۔ قسم بخدا! اگر تم مجھ پر غالب آ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 27 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 28 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

گئے تو میں بالیقین تمہارے ساتھ ایمان لاؤں گا اور میں یہ شہادت دوں گا کہ آپ حق پر ہیں۔ فرعون ان کی اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ اور یہ فرعون کا قول ہے" اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ "بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے شہر میں کیا تھا۔ جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لیے ملے تھے۔ کیا تم دونوں شہر سے اس کے باسیوں کو نکال دو گے؟(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا" فَوَقَعَ الْحَقُّ "کا معنی ہے حق ظاہر ہو گیا اور" وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ "کا معنی ہے اور وہ فریب جو وہ کرتے تھے وہ ختم ہو گیا (مٹ گیا)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ" وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ "کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی حالت سجدہ میں اپنے وہ محلات اور منازل دیکھ لیے جو ان کے لیے بنائے جائیں گے (یعنی جو انہیں عطا کیے جائیں گے)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جادوگر سجدے میں گرے تو ان کے لیے جنت (کے حجابات) اٹھا دیے گئے اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ" اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ "کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے شہر میں کیا تھا، جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لیے ملے تھے۔ کیا تم دونوں شہر سے اس کے باسیوں کو نکال دو گے؟ تو فرعون نے کہا میں بالیقین تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا۔ چنانچہ اس نے انہیں قتل کر دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں اپنے کہنے کے مطابق کاٹ دیے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ جادوگر جو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جمع کیے تھے، ان کے چار سردار یہ تھے سابور، عاذور، حط حط اور مصفی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اس وقت ایمان لائے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو دیکھا، اور پھر ان کے ساتھ تمام کے تمام جادوگر ایمان لے آئے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون نے سب سے پہلے سولی دی اور اسی نے ہاتھ، پاؤں مخالف سمت سے سب سے پہلے کاٹے تھے(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی منذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جادوگروں نے وہ کچھ پھینک دیا جو ان کے ہاتھوں میں تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا۔ تو وہ صاف اژدھا بن گیا۔ اس نے اپنا منہ کھولا جو چکی کی مثل تھا۔ اس نے اس کا نیچے والا کنارہ زمین پر رکھا اور دوسرے کو اوپر اٹھایا اور جو رسیاں اور چھڑیاں انہوں نے پھینکی تھیں، ان میں سے ہر شے کو نگل لیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف آئے اور اسے پکڑ لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ اور بنی اسرائیل سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے" اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ "ہم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب کے ساتھ ایمان لائے۔ تو فرعون نے کہا" اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ "الآیہ (تم تو ایمان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 30 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 31

WWW.NAFSEISLAM.COM

لائے ہوئے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں (اس کے مقابلہ کی) تمہیں اجازت دیتا) پس سب سے پہلے زمین میں فرعون نے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اسی نے سب سے پہلے سولی دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ”لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ“ کا معنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میں ضرور کاٹ دوں گا ایک سمت سے تمہارا ہاتھ اور دوسری سمت سے تمہارا پاؤں۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور آخری حصہ میں شہید تھے (1)۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾

”اور کہا قوم فرعون کے سرداروں نے (اے فرعون!) کیا تو (یونہی) چھوڑے رکھے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو تاکہ فساد برپا کرتے رہیں اس ملک میں اور چھوڑے رہے موسیٰ تجھے اور تیرے خداؤں کو۔ اس نے (برافروختہ ہو کر) کہا (ہرگز نہیں بلکہ) ہم تہ تیغ کردیں گے ان کے لڑکوں کو اور زندہ چھوڑ دیں گے ان کی عورتوں کو اور ہم بے شک ان پر غالب ہیں فرمایا موسیٰ نے اپنی قوم کو (اس آزمائش میں) مدد طلب کرو اللہ سے اور صبر و استقامت سے کام لو۔ بلاشبہ زمین اللہ ہی کی ہے وارث بناتا ہے اس کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے (مخصوص) ہے“۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابوحمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ ”وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ“ پڑھتے تھے اور فرماتے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے اور فرمایا کہ فرعون کی عبادت کی جاتی تھی وہ خود عبادت نہیں کرتا تھا (2) ابن الانباری نے حضرت ضحاک سے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کو چھوڑے رہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا کہ اٰلِهَتَكَ کا معنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 31 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 34 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 33

عبادتك ہے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے(1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: تم یہ آیت ''وَ يَذَرَكَ'' کیسے پڑھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ''وَيَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ'' تو حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں ''اٰلِهَتَكَ'' بمعنی عبادتك ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ فرعون کہا کرتا تھا ''اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى'' میں تمہارا رب ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی ارشاد کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ اس سے بت مراد نہیں لے رہے بلکہ ''اٰلِهَتَكَ'' سے ان کی مراد تعظیم تھی، یعنی موسیٰ (علیہ السلام) تجھے اور تیری تعظیم کو چھوڑے رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ آلہة سے مراد بت نہیں لے رہے تھے بلکہ فرعون کی تعظیم وتکریم مراد لے رہے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سلیمان التیمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے بکر بن عبد اللہ کے پاس یہ آیت پڑھی ''وَيَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ'' تو بکر نے پوچھا: کیا تو اس طرح کی ترکیب عربی میں جانتا ہے؟ تو میں نے کہا: ہاں بے شک۔ پھر حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ آ گئے۔ تو بکر نے مجھے پڑھنے کو کہا۔ چنانچہ میں نے اسی طرح آیت پڑھی۔ تو حضرت حسن نے بھی کہا ''وَيَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ'' تو میں نے حسن کو کہا: کیا وہ (فرعون) کسی شے کی عبادت کرتا تھا؟ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! وہ عبادت کرتا تھا۔ سلیمان تیمی نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ اپنی گردن میں کوئی چیز رکھتا تھا اور اسی کی عبادت کرتا تھا۔ اور مزید کہا: کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ گائے کی پوجا کرتا تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کے کئی الٰہ تھے جن کی پوجا وہ چھپ کر کیا کرتا تھا(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب جادوگر ایمان لے آئے تو بنی اسرائیل کے چھ لاکھ افراد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی(3)۔

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾

''قوم موسیٰ نے کہا ہم تو ستائے گئے اس سے پہلے بھی کہ آپ آئے ہمارے پاس اور اس کے بعد بھی کہ آپ آئے ہمارے پاس۔ آپ نے کہا عنقریب تمہارا رب ہلاک کر دے گا تمہارے دشمن کو اور (ان کا) جانشین بنا دے گا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 33 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 35

WWW.NAFSEISLAM.COM

تمہیں زمین میں پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم تو ستائے گئے اللہ تعالیٰ کے آپ کو رسول بنا کر بھیجنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے فرعون ہمیں دودھ کا پابند کیا کرتا تھا۔ اور جب آپ تشریف لے آئے تو اس نے ہمیں دودھ کے ساتھ بھوسے کا بھی پابند بنا رکھا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب! تو فرعون کو ہلاک کر دے۔ تو کب تک اسے باقی رکھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی بے شک انہوں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کے بدلے وہ انہیں ہلاک کر دے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے قبل کہ اللہ کے دشمن فرعون کو ختم کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا جاتا، فرعون کو یہ معلوم ہوا کہ اس سال میں ایک بچہ پیدا ہوگا اور وہ تیری بادشاہی کو تجھ سے چھین لے گا۔ تو فرعون اس سال میں ان کے بچوں کے پیچھے پڑ گیا اور ان سے ہر مذکر بچے کو ذبح کر دیتا پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان کے پاس آنے کے بعد بھی بچوں کو ذبح کرایا۔ اور بنی اسرائیل کا یہی قول ہے جس کی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت اور شکوہ کر رہے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا "عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ" "عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ہمارے ساتھ اہل بیت ہیں، وہ غالب رہیں گے اور مہر لگائیں گے، پس بنی ہاشم کی حکومت کا ہونا ضروری ہے۔ سو جن میں تم رہ رہے ہو ان میں بنی ہاشم کو تم تلاش کرو۔ اور انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ" "عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور زمین میں (ان کا) جانشین تمہیں بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

"اور بے شک ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی سے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 36

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ میں بِالسِّنِیۡنَ کا معنی بھوک، قحط سالی ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بِالسِّنِیۡنَ سے مراد آفات ہیں۔ یعنی ہم نے فرعونیوں کو طرح طرح کی آفتوں کے ساتھ پکڑ لیا اور اس کے علاوہ پھلوں کی پیداوار میں کمی کر کے (انہیں گرفت میں لے لیا)(2)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سالہا سال تک انہیں قحط سالی کے ساتھ پکڑے رکھا اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کیے رکھی۔ بھوک اور قحط سالی ان کے جنگل میں رہنے والے اور جانور رکھنے والے لوگوں کے لیے تھی اور پھلوں کی کمی ان کے شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والوں کے لیے تھی(3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ پھلوں کی پیداوار میں کمی اس حد تک تھی کہ کھجور کے درخت پر سوائے ایک خشک کھجور کے کوئی پھل نہیں لگتا تھا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قحط سالی کے ساتھ فرعونیوں کو پکڑا۔ تو ان کی ہر شے خشک ہو گئی، ان کے مویشی مر گئے۔ یہاں تک کہ دریائے نیل بھی خشک ہو گیا۔ وہ فرعون کے پاس اکٹھے ہوئے اور اسے کہا اگر تو اس طرح ہے جیسے تو گمان کرتا ہے۔ تو پھر ہمارے لیے دریائے نیل میں پانی لے آ۔ اس نے جواب دیا، کل صبح تمہیں پانی مل جائے گا۔ سو جب وہ اس کے پاس سے نکل گئے تو اس نے کہا میں نے کون سی شے بنائی ہے؟ کیا میں دریائے نیل میں پانی جاری کرنے پر قادر ہوں، کل صبح ہو گی تو وہ مجھے جھٹلا دیں گے، جب نصف رات ہوئی، وہ اٹھا اور اس نے غسل کیا اور اون سے بنی ہوئی قمیص پہنی۔ پھر ننگے پاؤں باہر نکلا۔ یہاں تک کہ دریائے نیل پر پہنچ گیا اور اس کے اندر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی: اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ تو دریائے نیل کو پانی کے ساتھ بھر دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ سو تو اسے بھر دے۔ پس اسے یقین ہو گیا کہ پانی کا ریلا آئے گا۔ تو وہ باہر نکل آیا اور دریائے نیل پانی کے ساتھ ابلنے لگا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک اور تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾

’’تو جب آتا ان پر خوشحالی (کا دور) (تو) کہتے ہم مستحق ہیں اس کے اور اگر پہنچتی انہیں کوئی تکلیف (تو) بدفالی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 37 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

پکڑتے موسیٰ سے اور آپ کے ساتھیوں سے۔ سن لو! ان کی بدفالی تو (مکافات عمل کے قانون کے مطابق) اللہ کے پاس سے ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت کریمہ میں اَلْحَسَنَةُ سے مراد عافیت اور خوشحالی ہے۔ یعنی جب انہیں خوشحالی اور عافیت حاصل ہوتی تو کہتے ہم ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں اور اگر انہیں کوئی مصیبت اور تنگی پہنچتی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بدفالی پکڑتے (1)۔

امام ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ طٰٓئِرُهُمْ کا معنی مَصَائِبُهُمْ ہے۔ یعنی سن لو ان کے مصائب تو (مکافات عمل کے قانون کے مطابق) اللہ کے پاس ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (سن لو! ان کے لیے مصائب اور تکالیف کا) حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں امر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے انہیں پہنچا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے اپنے اعمال کا بدلہ ہے۔

وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

"اور انہوں نے کہا کیسی ہی تو لے آئے ہمارے پاس نشانی (معجزہ) تاکہ تو جادو کرے ہم پر اس سے ہرگز نہیں ہم تم پر ایمان لانے والے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے "ان مَا تَاتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ" "اگر تو ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے کر آئے"۔ تو انہوں نے کہا اس میں ما زائدہ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

"پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (یہ سب) واضح نشانیاں تھیں پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ (پیشہ ور) مجرم تھے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آیت طیبہ میں طوفان سے مراد موت ہے (4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا طوفان سے مراد موت ہے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 38 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 39
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 40 5 ایضاً

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: طوفان سے مراد ہر حال میں موت ہے(1)۔

ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا طوفان سے مراد انہیں غرق کرنا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان سے مراد یہ ہے کہ ان پر آٹھ دن تک رات دن مسلسل بارش برسائی جاتی رہی۔ اَلْقُمَّلَ سے مراد ایسی ٹڈی ہے جس کے پر نہ ہوں۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ طوفان تیرے رب کے امروں میں سے ایک امر ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی'' فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (القلم:19) ''پس چکر لگا گیا اس باغ پر ایک چکر لگانے والا آپ کے رب کی طرف سے''(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون پر طوفان بھیجا اور اس سے مراد بارش ہے۔ تو فرعونیوں نے کہا: اے موسیٰ! (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجیے وہ اس بارش کو ہم سے دور ہٹا دے۔ ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ سو آپ نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ اور اس سال اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اتنی کھیتیاں اور گھاس وغیرہ اگائی کہ اس سے قبل کبھی بھی اتنا کچھ نہیں اگایا تھا۔ تو وہ کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہم تمنا اور آرزو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور اسے ان پر مسلط کر دیا۔ سو جب ان کی نظر اس پر پڑی تو انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی کوئی فصل باقی نہیں بچے گی۔ تو انہوں نے پہلے کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی۔ تو آپ نے اپنے رب سے التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ٹڈی کو دور فرما دیا۔ چنانچہ انہوں نے فصلوں کو گاہا اور صاف کر کے انہیں گھروں میں محفوظ کر لیا اور کہنے لگے ہم نے فصلوں کو محفوظ کر لیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جوئیں بھیج دیں۔ اور یہاں قمل سے مراد وہ گھن ہے جو گندم سے نکلتا ہے۔ ایک آدمی دس اجرب گندم چکی پر لے جاتا تھا تو ان میں سے تین قفیز بھی واپس نہیں لوٹائے جاتے تھے۔ تو انہوں نے پہلے کی طرح دعا کی درخواست کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بھی نجات عطا فرما دی۔ لیکن پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے سے انکار کر دیا۔ تو اسی اثناء میں آپ نے فرعون کے پاس نہر سے مینڈک کے ٹرانے کی آواز سنی۔ تو آپ نے فرمایا: اے فرعون! کیا تو اور تیری قوم اس مینڈک سے مل چکے ہو؟ تو اس نے کہا: کیا وہ اس مینڈک کے قریب ہے؟ پس جب شام ہوئی تو ہر آدمی اپنی ٹھوڑی تک مینڈکوں میں تھا اور ان میں سے کوئی بھی کلام نہیں کرتا تھا مگر یہ کہ مینڈک اچھل کر اس کے منہ میں داخل ہو جاتا اور ان کے برتنوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا مگر یہ کہ وہ مینڈکوں سے بھرا پڑا تھا۔ تو انہوں نے پہلے کی طرح دعا کی درخواست کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کو دور فرما دیا۔ لیکن انہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خون بھیجا۔ تو ان کے دریا خون ہو گئے اور ان کے کنوئیں بھی خون ہو گئے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 40　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 39　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 40

WWW.NAFSEISLAM.COM

تو انہوں نے فرعون کے پاس یہ شکوی کیا۔ تو اس نے کہا: محسوس ایسا ہوتا ہے کہ اس نے تم پر جادو کر دیا ہے؟ فرعونیوں نے کہا: ہمارے برتنوں، کنوؤں اور دریاؤں میں کوئی پانی نہیں ہے مگر ہم اس میں تازہ خون کا ذائقہ پاتے ہیں۔ تو فرعون نے پھر کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام) اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ان سے اس خون کو دور فرمادے۔ لیکن انہوں نے وعدہ پورا نہ کیا (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ" میں طوفان سے مراد شدید بارش ہے یعنی ہم نے ان پر بارش بھیجی یہاں تک کہ انہیں ہلاک ہونے کا خوف ہونے لگا، تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: اے موسیٰ! اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لیے دعا فرمائیے، کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور لے جائے۔ تو ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو ان سے بارش ختم ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب ان کی فصلوں کو خوب اگایا اور ان کے شہروں کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ تو انہوں نے کہا: ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم پر بارش نہ برسائی جائے۔ ہم اپنے الٰہوں کو چھوڑ کر تیرے ساتھ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور اس نے بڑی تیزی سے ان کی فصلوں اور پھلوں کو خراب کرنا شروع کر دیا۔ تو انہوں نے پھر التجا کی: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ اس ٹڈی کو ہم سے دور فرمادے۔ تو عنقریب ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹڈی سے نجات دے دی۔ درآنحالیکہ ان کی فصلوں اور دیگر حاجات زندگی میں سے ابھی کچھ باقی تھیں۔ تو انہوں نے کہا: جو ہمارے لیے باقی بچا ہے وہ ہمیں کافی ہے۔ لہٰذا ہم تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیجیں گے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر قمل کو بھیج دیا اور یہ ایک رینگنے والا کیڑا ہے۔ جو فصل وغیرہ ٹڈی نے چھوڑ دی تھی یہ اس میں داخل ہو گیا۔ تو وہ خوب گھبرا گئے اور انہیں ہلاکت و بربادی کا خوف ہونے لگا تو انہوں نے پھر درخواست کی: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ اس کیڑے (گھن) کو ہم سے دور کر دے۔ تو ہم تمہارے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے نجات دے دی۔ تو پھر وہ کہنے لگے: ہم تمہارے ساتھ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور نہ تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے والے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک کو بھیج دیا اور ان کے گھر مینڈکوں سے بھر گئے اور ان کے سبب انہیں سخت تکلیف پہنچی۔ اتنی شدید اذیت کہ اس سے قبل کبھی بھی ایسی تکلیف سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔ وہ اچھل کر ان کی ہنڈیوں میں داخل ہو جاتے تھے اور ان کے کھانوں کو خراب کر دیتے تھے اور ان کی آگ بجھا دیتے تھے۔ انہوں نے پھر کہا: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ ان مینڈکوں کو ہم سے دور فرمادے۔ کیونکہ ان کے سبب ہم شدید آزمائش میں اور اذیت میں مبتلا ہیں۔ تو ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کو دور فرما دیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 45

WWW.NAFSEISLAM.COM

تو انہوں نے پھر کہہ دیا: ہم تمہارے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون بھیج دیا۔ پس وہ خون ہی کھانے لگے اور خون ہی پینے لگے۔ پھر عرض کی: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا فرمائیے، وہ اس خون کو ہم سے دور کر دے۔ تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے خون کو دور فرما لیا۔ لیکن انہوں نے پھر کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ پس یہی وہ واضح نشانیاں تھیں جو ایک دوسری کے پیچھے ظاہر ہوئیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت مکمل ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے انہیں پکڑا اور گہرے سمندر میں انہیں غرق کر دیا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم نے ان پر پانی، طاعون اور ٹڈی بھیجی۔ فرمایا ٹڈی ان کے دروازے کے کیلوں اور ان کے کپڑوں کو کھانے لگی اور قمل سے مراد کیڑا (یعنی جوں یا گھن ہے) اور مینڈکیں ان کے بستروں اور ان کے کھانوں میں داخل ہو جاتی تھیں اور خون ان کے کپڑوں، پانی اور کھانے میں ظاہر ہوتا تھا (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطا رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ٹڈی جب بنی اسرائیل پر مسلط ہو گئی تو اس نے ان کے دروازوں کو حتی کہ ان کے کیلوں کو بھی کھا لیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ٹڈی سمندر میں ایک مچھلی سے نکلتی ہے۔

امام عقیلی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ سے ٹڈی کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ حضرت مریم علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کی کہ وہ ایسا گوشت عطا فرمائے جس میں خون نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔

امام طبرانی اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ وہ انہیں ایسا گوشت کھلائے جس میں خون نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔ تو انہوں نے کہا ''اَللّٰهُمَّ اَعِشْهُ بِغَيْرِ رِضَاعٍ، وَتَابِعْ بَيْنَهُ بِغَيْرِ شِيَاعٍ'' ''اے اللہ! اسے بغیر دودھ کے زندہ رکھ اور ان کے درمیان بغیر اشتراک کے موافقت رکھ''۔ امام ذہبی نے کہا کہ اس روایت کی سند پہلی کی نسبت انظف ہے (3)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت زینب ربیبہ رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایسے پرندے کے گوشت کا سوال کیا جسے ذبح کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلیاں اور ٹڈی عطا فرمائی (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 45
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 49
3۔ سنن کبری از بیہقی، کتاب الصید والذبائح، جلد 9، صفحہ 258، دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

23A

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، ابوالشیخ نے العظمہ میں، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے سب سے زیادہ ہے نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں (1)۔

امام ابوبکر البرقی نے معرفۃ الصحابہ میں، طبرانی، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور علامہ بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم ٹڈی کے ساتھ نہ لڑو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے بہت بڑا لشکر ہے۔ بیہقی نے کہا اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کھیتوں کو خراب و برباد کرنے کے لیے تعرض نہ کرے اور جب وہ تعرض کرے تو پھر ہر طریقے سے دفاع کرنا جائز ہے چاہے وہ قتال ہو یا قتل ہو۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ قتال اور قتل کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا متعذر اور مشکل ہے (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے مغیرہ عن ابراہیم عن عبداللہ یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ٹڈی آکر گری۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ٹڈی کو قتل کیا، تو گویا اس نے خون بہا والی شے کو قتل کیا۔ علامہ بیہقی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کے بعض راوی مجہول ہیں اور پھر ابراہیم اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع بھی ہے (3)۔

امام حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے مجہول راوی والی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ٹڈی آکر گری۔ تو آپ ﷺ نے اسے اٹھالیا۔ تو اس کے ایک پر پر عبرانی میں لکھا ہوا تھا ''لَا يَغْنِيْ جَنِيْنِيْ وَلَا يَشْبَعُ آكِلِيْ، نَحْنُ جُنْدُ اللّٰهِ الْاَكْبَرُ لَنَا تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ بَيْضَةً وَلَوْ تَمَّتْ لَنَا الْمِائَةُ لَاَ كَلْنَا الدُّنْيَا بِمَا فِيْهَا'' ''میرا جنین گرتا نہیں، مجھے کھانے والا سیر نہیں ہوتا، ہم عظیم و کبیر رب کا لشکر ہیں، ہمارے ننانوے انڈے ہوتے ہیں۔ اگر سو مکمل ہو جاتے تو ہم دنیا کی ہر شے کو کھا جاتیں''۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ٹڈی کو ہلاک کر دے۔ ان میں سے کبار کو قتل کر دے اور صغار کو موت دے دے۔ ان کے انڈوں کو خراب اور فاسد کر دے اور مسلمان کے کھیتوں اور دیگر ضروریات زندگی سے ان کے منہ بند کر دے۔ بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: بعض امور میں آپ کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث منکر ہے (4)۔

امام طبرانی، اسماعیل بن عبدالغافر فارسی رحمہما اللہ نے اربعین میں اور بیہقی نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم یعنی میں، میرے بھائی محمد بن حنفیہ اور میرے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس، قثم اور فضل ایک دستر خوان پر اکھٹے تھے۔ کہ ایک ٹڈی آگری تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پکڑ لیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: پڑھیے! ٹڈی کے پر پر کیا لکھا ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا میں نے اپنے ابا جان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول

1۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الجراد، جلد 2، صفحہ 178، وزارت تعلیم اسلام آباد

2۔ شعب الایمان، باب الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 232، دارالکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 233

WWW.NAFSEISLAM.COM

23B

اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا ''ٹڈی کے پر پر لکھا ہوا ہے ''اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا رَبُّ الْجَرَادَۃِ وَرَازِقُھَا اِذَا شِئْتُ بَعَثْتُھَا رِزْقًا لِقَوْمٍ، وَاِنْ شِئْتُ عَلٰی قَوْمٍ بَلَآءً'' بے شک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں ٹڈی کا رب اور اس کا رازق ہوں، جب میں چاہتا ہوں تو اسے کسی قوم کے لیے رزق بنا کر بھیج دیتا ہوں۔ اور اگر چاہوں تو کسی قوم پر آفت اور مصیبت بنا کر اسے بھیجتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قسم بخدا! یہ مخفی علم میں سے ہے (1)۔

امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا: ٹڈی پر سریانی زبان میں یہ لکھا ہوا ہے ''اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْکَ لِیْ، اَلْجَرَادُ جُنْدٌ مِّنْ جُنْدِیْ اُسَلِّطُہٗ عَلٰی مَنْ اَشَآءُ مِنْ عِبَادِیْ'' بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں یکتا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، ٹڈی میرے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے جن پر چاہوں اسے مسلط کر دیتا ہوں''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو آپ کی مٹی سے جو فالتو بچی اس سے ٹڈی کو تخلیق فرما دیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی الحسن رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: طوفان سے مراد بارش، جراد سے مراد یہی ٹڈی اور قمل سے مراد وہ کیڑا ہے جو گندم میں ہوتا ہے (یعنی گھن) (2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوصخر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اَلْقُمَّلَ سے مراد وہ ٹڈی ہے جو اڑ نہیں سکتی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قمل سے مراد اَلْقُمَّلَ (جوں) ہی ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اَلْقُمَّلَ کے بارے میں یہ گمان کیا ہے کہ اس سے مراد پسو ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اَلْقُمَّلَ سے مراد جوئیں ہیں۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: کہ قول باری تعالیٰ '' اَلْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ '' کے متعلق مجھے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا: اَلْقُمَّلَ سے مراد رینگنے والا کیڑا ہے اور الضَّفَادِعَ سے مراد بھی یہی ہے (مینڈک) انہوں نے استفسار کیا۔ کیا عرب اسے پہچانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا:

يُبَادِرُوْنَ النَّحْلَ مِنْ اَنَّهَا كَاَنَّهُمْ فِي الشَّرَفِ الْقُمَّلِ

''وہ شہد کی مکھیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں، جب کہ اصلیت میں یہ لوگ اَلْقُمَّلَ (رینگنے والا کیڑا) ہیں''۔

ابوالشیخ نے عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ اَلْقُمَّلَ سے مراد جنادب (ایک قسم کی ٹڈیاں) ہیں جو کہ (جراد) ٹڈی کی بیٹیاں ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ شعب الایمان، باب فی اکل الجراد، جلد 7، صفحہ 233 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 41 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 42

ابوالشیخ نے عفیف سے اور انہوں نے اہل شام میں سے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد پسو ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مینڈک خشکی پر رہتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے فرعونیوں کی طرف بھیجا۔ تو اس نے حکم سنا اور اطاعت بجالائی۔ پھر یہ کبھی اپنے آپ کو ابلتی ہنڈیا میں پھینک دیتا اور کبھی تنوروں میں کود جاتا حالانکہ وہ جوش مار رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس حسین فرمانبرداری اور اطاعت کی جزا کے طور پر اسے پانی کی ٹھنڈک عطا فرمائی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فرعونیوں پر مینڈک سے بڑھ کر کوئی شے تکلیف دہ اور اذیت ناک نہ تھی۔ یہ ان کی ہنڈیوں کے پاس آجاتے حالانکہ وہ ابل رہی ہوتی تھیں۔ اور یہ اپنے آپ کو ان میں ڈال دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جزا کے طور پر پانی اور مٹی کی ٹھنڈک قیامت تک کے لیے اسے عطا فرما دی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تم مینڈک کو نہ مارو۔ کیونکہ جب اسے فرعونیوں کی طرف بھیجا گیا تو ان میں سے ایک مینڈک چلا اور آگ سے بھرے تنور میں گر گیا۔ اس کے عوض اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے ٹھنڈی شے کے ساتھ جزا عطا فرمائی۔ جسے ہم پانی کہتے ہیں اور اس کی آواز (ٹراں ٹراں) کو تسبیح بنا دیا۔

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دوا میں مینڈک کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارنے سے منع فرما دیا (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”دریائے نیل میں خون بہنے لگا پس اسرائیلی صاف اور میٹھا پانی پیا کرتے تھا اور فرعونی خون سے سیراب ہوتا تھا۔ حالانکہ دونوں ایک برتن میں شریک ہوتے تھے۔ پس جو کچھ اسرائیلی کو ملتا تھا وہ صاف اور میٹھا پانی ہوتا اور جو کچھ فرعونی کو ملتا وہ خون ہوتا“ (3)

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر خون بھیجا۔ وہ اپنے پانی سے جو چلو بھی بھرتے وہ سرخ خون ہوتا۔ حتی کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ فرعون دو آدمیوں ایک قبطی اور ایک اسرائیلی کو ایک برتن پر جمع کر دیتا۔ تو پھر اسرائیلی کو جو ملتا تھا وہ پانی ہوتا اور جو قبطی کو ملتا وہ خون ہوتا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ”الدَّمَ“ کے بارے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نکسیر کو مسلط کر دیا (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غلبہ پانے کے بعد بیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور آپ انہیں نشانیاں دکھاتے رہے مثلاً ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون اور وہ اسلام لانے سے انکار ہی کرتے رہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 47
2۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب الادویۃ المکروھۃ، جلد 2، صفحہ 185، وزارت تعلیم اسلام آباد
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 48
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 50

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادگروں پر غالب آنے کے بعد چالیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور انہیں واضح نشانیاں دکھاتے رہے یعنی ٹڈی، جوئیں اور مینڈک۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "ایٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ تمام نشانیاں (معجزات) واضح تھیں اور ان کا ظہور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت تمام ہو جائے۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ان نشانیوں میں سے بعض بعض کے پیچھے ظاہر ہوئیں وہ نشانی ان میں ایک ہفتے سے دوسرے ہفتے تک ٹھہرتی تھی اور پھر مہینے بھر کے لیے اسے ان سے اٹھالیا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان تمام نشانیوں میں سے ہر دو نشانیوں کے درمیان تیس دن کا فاصلہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ نو علامات نو برس میں ظاہر ہوئیں، ہر سال میں ایک نشانی ظاہر ہوئی۔

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

"اور جب آجاتا ان پر کوئی عذاب تو کہتے اے موسیٰ! دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تم پر اور ضرور روانہ کر دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب ایک مقررہ معیاد تک جس کو وہ پہنچنے والے تھے تو فوراً انہوں نے (توبہ کا عہد) توڑ دیا"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا رجز سے مراد عذاب ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیتے ہوئے فرمایا تم میں ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ مینڈھا ذبح کرے۔ پھر اپنی ہتھیلی اس کے خون سے رنگ لے۔ پھر اسے اپنے دروازے پر لگا دے۔ تو قبطیوں نے بنی اسرائیل کو کہا: تم یہ خون اپنے دروازے پر کیوں لگا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل کر رہا ہے۔ ہم اس سے بچ جائیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ قبطی نے کہا: کیا اللہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعالیٰ نے تمہیں یہی علامت بتائی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اسی طرح ہمیں ہمارے نبی مکرم نے حکم دیا ہے۔ پس انہوں نے صبح اس حال میں کی کہ قوم فرعون کے ستر ہزار افراد مر چکے تھے۔ اور شام کے وقت حالت یہ تھی کہ وہ دفنائے نہیں جا سکتے تھے۔ تو اس وقت فرعون نے کہا ''ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ'' ''دعا کرو ہمارے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تم پر اور ضرور روانہ کر دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل''۔ اس آیت میں رجز سے مراد طاعون ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اسے دور ہٹا دیا۔ ان تمام سے بڑھ کر فرعون نے وعدہ وفا کیا اور کہا بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو طاعون میں مبتلا کر دیا اور انہیں اس میں مشغول کر دیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکل گئے۔ اور آپ نے بنی اسرائیل کو فرمایا اپنی ہتھیلیوں کو مٹی اور راکھ میں رکھو اور پھر اسے اپنے دروازے پر مل لو۔ اس طرح ملک الموت تم سے رکے رہیں گے۔ فرعون نے کہا کیا کوئی ہمارے غلاموں کو مار سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ہم پکڑے جائیں گے اور وہ نہیں پکڑے جائیں گے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ نقل کیا ہے کہ ''لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ'' میں رجز سے مراد طاعون ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا الرِّجْزَ کا معنی عذاب ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ'' میں معیاد مقرر، سے مراد ان کا غرق ہونا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت کریمہ میں رجز سے مراد عذاب ہے اور ''اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ'' سے مراد وہ مخصوص تعداد ہے جو ان کے ساتھ دنوں کی مقرر تھی (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ'' کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے وعدے پورے نہ کیے (3)۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 51 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 52-51 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 53

WWW.NAFSEISLAM.COM

الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

''پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے اور غرق کر دیا انہیں سمندر میں کیونکہ انہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو اور وہ اس (آنے والے) عذاب سے بالکل غافل تھے اور ہم نے وارث بنا دیا اس قوم کو جسے ذلیل و حقیر سمجھا جاتا تھا (انہیں وارث بنایا) اس زمین کے شرق و غرب کا جس میں ہم نے برکت رکھ دی تھی اور پورا ہو گیا آپ کے پروردگار کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے متعلق بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا تھا۔ اور ہم نے برباد کر دیا جو کیا کرتے تھے فرعون اور اس کی قوم اور (برباد کر دیے) جو بلند مکان وہ تعمیر کیا کرتے تھے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ''الْیَمِّ'' کا معنی بحر (سمندر) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی الْیَمِّ سے مراد سمندر بیان کیا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے قول باری تعالیٰ ''مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا'' کی تفسیر میں حضرت حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ارض شام ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: اس سے مراد ارض شام ہے (2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عبداللہ بن شوذب کا قول بیان کیا ہے کہ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا سے مراد فلسطین ہے۔

امام ابن عساکر نے زید بن اسلم سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا سے مراد شام کی بستیاں ہیں (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں فرات سے عریش تک برکت رکھ دی ہے (4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاغبش رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو پایا ہے کہ ان سے اس برکت کے بارے سوال کیا گیا جو سرزمین شام میں رکھی گئی، اس کی حد کہاں تک پہنچتی ہے؟ تو انہوں نے کہا اس کی پہلی حد عریش مصر ہے، دوسری حد ثنیہ کا کنارہ ہے، تیسری حد فرات ہے اور چوتھی حد وہ ہے جہاں حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 54
2۔ ایضاً
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 143، دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 144

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہود علیہ لاسلام کی قبر مبارک بنائی گئی ہے(1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کے رب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا: عریش سے لے کر فرات تک کی مبارک زمین کو آباد کرو۔ آپ ہی نے سب سے پہلے ختنہ کرایا اور مہمان کی عزت وتکریم کی(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دمشق کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے غلام نے بنایا ہے وہ حبشی تھا جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے باہر تشریف لائے، اس وقت نمرود بن کنعان نے آپ کو وہ غلام ہبہ کیا تھا۔ اس غلام کا نام دمشق تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے نام پر اس شہر کا نام رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر شے پر اسے اختیار دے رکھا تھا اور اس کے بعد ایک طویل زمانے تک رومی اس میں سکونت پذیر رہے(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوعبدالملک جزری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب دنیا مصائب وآلام اور قحط میں مبتلا تھی تو اس وقت سرزمین شام کے باسی خوش حالی، راحت وآرام اور عافیت میں تھے۔ اور جب شام تنگی اور قحط میں مبتلا تھا تو فلسطین خوش حالی اور عافیت میں تھا۔ اور جب فلسطین تکالیف اور قحط میں گھرا ہوا تھا تو بیت المقدس خوش حالی اور عافیت میں تھا اور فرمایا شام میں برکت رکھی گئی ہے۔ فلسطین مقدس ہے اور بیت المقدس کو ہزار بار پاکیزہ اور متبرک کیا گیا ہے(4)۔

امام ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلام الاسود سے کہا: تمہیں کس چیز نے حمص سے دمشق کی طرف منتقل کیا؟ تو انہوں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہاں برکت دوگنا ہو جاتی ہے(5)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے پوچھا: تو کہاں رہتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں الغوطہ میں رہتا ہوں، تو حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے کہا۔ دمشق میں سکونت اختیار کرنے سے تجھے کون سی شے مانع ہے؟ کیونکہ اس میں دوگناہ برکت رکھی گئی ہے(6)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ سرزمین شام اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کا خزانہ ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خزانہ کیا ہوا ہے یعنی وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے مزارات ہیں(7)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ثابت بن معبد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے شام! تو میرے شہروں میں سے بہتر اور اچھی سرزمین ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے افضل اور بہتر افراد کو تجھ میں سکونت عطا کروں گا(8)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، رویانی نے مسند میں، ابن حبان، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 196، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 141 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 13
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 145 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 251 6۔ ایضاً
7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 123 8۔ ایضاً

اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں پر قرآن کریم لکھ رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے فرمایا "طُوْبٰی لِلشَّامِ" شام کے لیے سعادت مندی اور خیر و برکت ہے۔ عرض کی گئی (یا رسول اللہ ﷺ) وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک رحمٰن کے فرشتے وہاں کے باسیوں پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(1)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: بے شک عنقریب تم کئی لشکر اکھٹے کروگے اور ایک لشکر شام، مصر، عراق اور یمن سے ہوگا۔ تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے پسند فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام کی ضمانت عطا فرمائی ہے(2)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک عنقریب تم کئی لشکر مہیا کروگے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے لیے انتخاب فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے شہروں میں سے چن لیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے افضل ترین بندے سکونت پذیر ہیں۔ پس جس نے اس سے اعراض کیا تو اسے نجد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باسیوں کی ضمانت عطا فرمائی ہے(3)۔

امام احمد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حوالۃ الازدی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے لیے شہر کا انتخاب فرمائیے جس میں میں رہوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر لازم ہے کہ شام میں رہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے شام! تو میرے شہروں میں سے چنی ہوئی عمدہ جگہ ہے۔ میں تجھ میں اپنے بندوں میں سے افضل و اعلیٰ بندے داخل کروں گا۔ اور احمد کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے: کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کی پسندیدہ اور بہترین زمین ہے اور وہ اس کے لیے اپنے بندوں میں سے بہترین بندوں کا انتخاب فرماتا ہے۔ اگر تم انکار کرو تو پھر یمن کو لازم پکڑلو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شام اور اہل شام کی مجھے ضمانت دی ہے(4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم شام کو لازم پکڑے رہو۔ کیونکہ وہ سرزمین اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے پسندیدہ اور چنی ہوئی ہے۔ وہ اس میں اپنے بہترین اور نیک بندوں کو ہی سکونت عطا کرتا ہے اور جو انکار کرے، تو اسے چاہیے کہ وہ یمن میں رہے اور اس کی نہروں سے سیراب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے(5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 249 (2900-01) دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مجمع الزوائد، کتاب المناقب، جلد 10، صفحہ 36 (16645)، دار الفکر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 39 (16654)

4۔ تاریخ مدینہ دمشق، اشتقاق تسمیۃ الشام، جلد 1، صفحہ 69، دار الفکر بیروت

5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 68

امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حوالہ الازدی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک عنقریب تم کئی لشکر شام روانہ کرو گے۔ اور ایک لشکر عراق کے لیے اور ایک لشکر یمن کی طرف۔ تو حوالی نے کہا: میرے لیے انتخاب فرما دیجئے یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے اور جو کوئی نہ جا سکے تو اسے چاہیے کہ وہ یمن چلا جائے اور اسی کی نہروں سے سیراب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ اس میں کوئی مومن باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ شام چلا جائے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا علیہم السلام پر جو کچھ نازل کیا ہے میں نے اس میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شام میرا ترکش ہے۔ سو جب میں کسی قوم پر ناراض ہوتا ہوں تو اس میں سے ایک تیر ان پر پھینکتا ہوں (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ اور طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد میری امت کے لیے شام کو بڑی جلدی سے فتح کر دیا جائے گا۔ سو جب وہ اسے فتح کر لیں گے اور اس میں اتر جائیں گے تو اہل شام جزیرہ کی انتہا میں مسلسل رہنے لگیں گے۔ پس جو اس کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر اترے گا تو وہ جہاد میں ہوگا اور جو کوئی بیت المقدس اور اس کے نواح میں اترے گا تو وہ رباط (چھاؤنی) میں ہوگا (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ جب اہل شام میں فساد اور بگاڑ آ جائے گا، تو پھر تم میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں رہے گی۔ میری امت کے ایک گروہ کی ہمیشہ مدد کی جاتی رہے گی۔ اور جو انہیں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کریں گے وہ انہیں نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی (5)۔ ترمذی نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضمرہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ میں نے یہ سنا ہے کہ ہر نبی شام کی جانب سے مبعوث کیا گیا۔ اور اگر شام کی جانب سے نہ ہوا تو پھر اسے اس کی سیر کرائی گئی (6)۔

امام حافظ اور ابوبکر النجاد رحمہما اللہ نے جزاء التراجم میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اثناء میں کہ میں سو رہا تھا میں نے اسلام کا ستون دیکھا، جسے میرے سر کے نیچے سے اٹھایا گیا ہے اور میں نے گمان کیا کہ اسے لے جایا جا رہا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی نگاہ کے ساتھ اس کا پیچھا کیا تو دیکھا اسے شام میں گاڑ دیا گیا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 110، دار صادر بیروت　2۔ مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 504 (8413) بیروت

3۔ تاریخ مدینہ دمشق، اہل الشام مرابطون، جلد 1، صفحہ 288، دار الفکر بیروت

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 283　5۔ ایضاً، عند فساد اہل الشام، جلد 1، صفحہ 305

6۔ ایضاً، الشام مہاجر ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، جلد 1، صفحہ 164

خبردار سنو! کیونکہ جب فتنے برپا ہوں گے تو اس وقت ایمان شام میں ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شام سر زمین محشر و منشر ہے (یعنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد لوگوں کے جمع ہونے اور پھیلنے کی سرزمین ہے)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ گرج، بجلی کی چمک اور برکتیں بڑی تیزی سے شام کی طرف جائیں گی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے عبداللہ کے عہد میں فرات میں طغیانی آئی تو لوگوں نے اس پر تکلیف اور کراہت کا اظہار کیا۔ تو اس نے کہا: اے لوگو! تم اس کے پھیلاؤ اور طغیانی پر برہم نہ ہو۔ کیونکہ وہ وقت قریب ہے جب اس میں ایک ٹب پانی تلاش کیا جائے گا۔ لیکن وہ نہیں پایا جائے گا۔ اس وقت سارے کا سارا پانی اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔ اس دن پانی اور بقیہ مومنین شام میں ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ ک نزدیک پسندیدہ ملک شام ہے اور شام میں سے محبوب ترین القدس ہے اور القدس میں سے پسندیدہ جبل نابلس ہے۔ بالیقین لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اس پر رسیوں کی طرح آپس میں متحد ہو جائیں گے۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس عراق میں داخل ہوا تو وہاں اس نے اپنی حاجت وضرورت پوری کر لی، پھر شام میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے بھگا دیا، یہاں تک کہ وہ بیسان پہنچ گیا۔ پھر وہ مصر داخل ہوا۔ وہاں اس نے انڈے دیے اور بچے نکالے اور بڑی عمدگی کے ساتھ سردار بن کر پھلا پھولا (یعنی وہاں اس نے لوگوں کو خوب بہکایا اور سردار بن کر لوگوں کی راہنمائی ضلالت وگمراہی کی طرف کرنے لگا)(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شیطان مشرق میں داخل ہوا۔ تو اس نے اپنا مطلب خوب پورا کیا۔ پھر وہ ارض مقدس شام کا ارادہ کرتے ہوئے نکلا تو اسے روک دیا گیا۔ پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ مغرب آپہنچا اور خوب انڈے دیے اور وہاں بڑی قوت وطاقت کے ساتھ پھیلا (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں کتابوں میں بار بار شام کا ذکر پاتا ہوں یہاں تک کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شام کے علاوہ کسی کی حاجت اور ضرورت نہیں (3)۔

امام احمد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَيَمَنِنَا'' اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما، لوگوں نے عرض کی ''وَفِیْ نَجْدِنَا'' وَفِیْ لَفْظٍ: ''وَفِیْ مَشْرِقِنَا'' اور ہمارے نجد میں بھی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں اور ہمارے

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 41-340 (13290) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　2۔ تاریخ مدینہ دمشق تمسک اہل الشام بالطاعۃ، جلد 1، صفحہ 318

3۔ ایضاً، شام صفوۃ اللہ، جلد 1، صفحہ 123

مشرق میں بھی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ'' (وہاں زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر کے دس حصے ہیں ان میں سے نو شام میں ہیں اور ایک بقیہ ساری زمین میں۔ اور شر کے بھی دس حصے ہیں۔ ان میں سے ایک شام میں ہے اور نو بقیہ ساری زمین میں۔ اور جب اہل شام بگڑ جائیں گے تو تم میں خیر اور بھلائی نہیں رہے گی (2)۔

امام طبرانی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر کو تقسیم کیا ہے اور اس کے دس حصے بنا دیئے ہیں۔ دس میں سے نو حصے شام میں رکھے ہیں اور بقیہ ایک حصہ ساری زمین میں رکھ دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شر کو تقسیم کر کے اس کے دس حصے بنا دیئے ہیں۔ دس میں سے نو حصے ساری زمین میں اور ایک حصہ شام میں رکھا ہے (3)۔

امام ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم کتاب اللہ میں اس زمین کو گدھ کی صفت پر پاتے ہیں۔ لہٰذا سر شام ہے دو پر مشرق و مغرب ہیں اور دم یمن ہے۔ جب تک سر باقی رہے گا لوگ خیر و برکت کے ساتھ رہیں گے اور جب سر اتر جائے گا تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ضرور بر ضرور لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جزائر عرب میں سے کوئی جزیرہ باقی نہیں رہے گا مگر اس میں شام کی طرف سے گھڑ سواروں کی ایک جماعت آئے گی، جو ان کے ساتھ اسلام کے نام پر لڑائی کریں گے، اگر وہ نہ ہو تو یہ کافر ہو جائیں (4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے دنیا کی مثال ایک پرندے کی صورت پر بیان کی گئی ہے، پس مصر اور بصرہ دو پر ہیں، جزیرہ چونچ ہے، شام سر ہے اور یمن دم ہے (5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمین کا سر شام ہے (6)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بلاشبہ میں کتاب اللہ میں ایک منزل اور حد پاتا ہوں وہ یہ کہ زمین کی خرابی اور فساد شام سے چالیس سال پہلے ہوگا (7)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت بحیر بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمین کے فاسد اور خراب ہونے کے بعد چالیس سال تک شام قائم رہے گا (8)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم قیامت سے قبل حضر موت کی جانب سے ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو اکٹھا کر دے گی، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ!

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبرکۃ، جلد 1، صفحہ 136، بیروت
2۔ ایضاً، ان الشام من الخیر تسعۃ اعشارہ، جلد 1، صفحہ 154
3۔ ایضاً، اعلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 1، صفحہ 155
4۔ ایضاً، ابن الشام سرۃ الدنیا، جلد 1، صفحہ 191
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 93-192
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 192
7۔ ایضاً، الشام یبقی عامرا، جلد 10، صفحہ 194
8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 195

WWW.NAFSEISLAM.COM

ﷺ سو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم شام کو لازم پکڑلو (یعنی اس میں سکونت اختیار کرلو) (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قریب ہی یمن کی جانب سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو شام کی طرف ہانک کرلے جائے گی، جب لوگ صبح کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی، جب دوپہر کو وہ قیلولہ کریں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ رک جائے گی اور جب وہ شام کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی سو جب تم اس کے بارے سنو تو تم شام کی طرف نکل جاؤ (2)۔

تمام نے فوائد میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عمود الکتاب (کتاب کا ستون) کو دیکھا کہ میرے تکیہ کے نیچے سے کھینچ لیا گیا ہے۔ تو میری نگاہ نے اس کا پیچھا کیا تو دیکھا کہ وہ ایک پھیلا ہوا انتہائی روشن نور ہے اور اسے شام کی طرف لے جایا گیا ہے۔ خبردار! جب فتنے برپا ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا (3)۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا'' کے بارے لیث بن سعد نے کہا: کہ اس سے مراد سرزمین مصر ہے اور کتاب اللہ میں یہی ارض مبارکہ ہے۔

امام ابن عبد الحکم نے تاریخ مصر میں اور محمد بن ربیع الجیزی رحمہما اللہ نے مصر میں داخل ہونے والے صحابہ کرام کی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مصر اللہ تعالیٰ کی زمین میں مٹی کے اعتبار سے انتہائی عمدہ اور صاف اور خرابت و فساد کے اعتبار سے انتہائی بعید ہے۔ جب تک زمینوں میں سے کسی میں برکت رہے گی تب تک اس میں برکت باقی رہے گی۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو یہ خواہش کرے کہ وہ جنت کا ذکر کرے یا دنیا میں اس کی مثل دیکھے۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اس وقت سرزمین مصر کو دیکھ لے جب اس کے کھیت سرسبز ہوتے ہیں اور اس کے پھل پکے ہوتے ہیں۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے، جو یہ خواہش کرے کہ وہ جنت کی مثل دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ سرزمین مصر کو دیکھ لے جب سرسبز و شاداب ہو۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے خلافت کے عدل کے سبب مصر کی ولایت قائم ہے۔

امام ابن عبد الحکم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا کو پانچ صورتوں پر تخلیق کیا گیا ہے۔ یعنی یہ ایک پرندے کی صورت میں سے اس کے سر، سینے، دو پروں اور اس کی دم کی صورت پر ہے۔ پس سر مکہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، اشتقاق تسمیۃ الشام، جلد 1، صفحہ 85، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 86

3۔ ایضاً، عند وقوع الفتن، جلد 1، صفحہ 103

WWW.NAFSEISLAM.COM

مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن ہے، سینہ شام اور مصر ہے، دایاں پر عراق ہے، بایاں پر سندھ اور ہند ہے۔ اور دم ذات الحمام سے لے کر سورج کے غروب ہونے کے مقام تک سارا علاقہ ہے اور پرندے میں سب سے زیادہ شریر اور ناپسندیدہ دم ہوتی ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں نوف سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ دنیا کو ایک پرندے کی شکل پر بنایا گیا ہے اور جب اس کے پر کٹ جائیں تو وہ گر جاتا ہے۔ پس زمین کے دو پر مصر اور بصرہ ہیں، جب یہ فاسد اور برباد ہو جائیں گے تو دنیا ختم ہو جائے گی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا فرعون پر غالب آنا اور اللہ تعالیٰ کا انہیں زمین میں قدرت اور اختیار دینا ہے اور وہ چیزیں مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمین سے وارث بنایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت موسیٰ بن علی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل آل فرعون کا چوتھائی حصہ تھے اور چار سو چالیس برس تک فرعون ان پر حکمران رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بنی اسرائیل کے لیے کمزور کر دیا اور انہیں آٹھ سو اسی برس تک ولایت عطا کیے رکھی۔ راوی نے کہا: پہلے زمانے میں اگر کوئی آدمی ہزار برس عمر پاتا تو وہ بالغ ہوتا یہاں تک کہ ایک سو بیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر لوگوں کو اپنے سلطان کی جانب سے کسی قسم کی آزمائش اور تکلیف میں مبتلا کیا جاتا، تو وہ صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور انتظار نہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اسے دور فرما دے۔ بلکہ وہ تلوار کی پناہ لیتے تھے اور اسی پر اعتماد کرتے تھے۔ قسم بخدا! وہ کسی دن کبھی بھی خیر کے ساتھ نہیں آئے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا''۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو کچھ بنو اسرائیل کو دیا گیا وہ ان کے صبر کے بدلے دیا گیا اور اس امت نے خوفزدہ ہو کر کبھی تلوار کی پناہ نہیں لی۔ سو یہ خیر کے ساتھ آئی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جب کوئی ایسا معاملہ آجائے جو تیرے لیے مناسب اور قابل برداشت نہ ہو تو اس پر صبر کر اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے دور کرنے کا انتظار کر (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت بیان بن حکیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کے پاس اپنے پڑوسی کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا صبر کر۔ کیونکہ عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے اس سے نجات عطا فرما دے گا۔ پس کچھ ہی وقت گزرا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کی معاونت کی اور انہوں نے اسے بہت کچھ عطا کیا، پھر وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا بلاشبہ یہ تیرے لیے اس صبر کی جزا ہے۔

1۔ حلیۃ الاولیاء، نوف البکالی، جلد 6، صفحہ 50، مصر
2۔ کتاب الزہد، زہد ابی الدرداء، صفحہ 173، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو مہلت نہیں دیتا مگر بالکل قلیل، یہاں تک کہ اسے اس کے اپنے عمل کے سبب ہی ہلاک کر دیتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا يَعْرِشُوْنَ بمعنی يَبْنُوْنَ ہے یعنی جو بلند مکان وہ تعمیر کیا کرتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی ''وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ گھر اور رہائشی محلات انتہائی اونچے اور بلند تعمیر کرتے تھے اور ان کے انگوٹے پر نہیں چڑھائے جا سکتے تھے (2)۔ واللہ اعلم۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾

''اور ہم نے پار اتارا بنی اسرائیل کو سمندر سے تو گزرے وہ ایک ایسی قوم پر جو مگن بیٹھے تھے اپنے بتوں کی عبادت میں، بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ! بناؤ ہمارے لیے بھی ایک (ایسا) خدا جیسے ان کے خدا ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا یقیناً تم جاہل (اور بے سمجھ) لوگ ہو بے شک یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں تباہ ہو کر رہیں گے اور باطل ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں موسیٰ نے کہا کیا بغیر اللہ کے تلاش کروں تمہارے لیے کوئی اور خدا حالانکہ اس نے فضیلت دی ہے تمہیں سارے جہانوں پر اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے نجات دی تمہیں فرعونیوں سے جو چکھاتے تھے تمہیں سخت عذاب، مار ڈالتے تھے تمہارے فرزندوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: آیت کریمہ ''فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ'' میں قوم سے مراد لخم ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 55، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوعمران جونی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم سے مراد لخم اور جذام ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس قوم کے پاس تانبے سے بنی ہوئی گائے کے مجسمے تھے اور جب سامری کے بچھڑے نے انہیں یہ شبہ ڈالا کہ یہ اسی گائے کا ہے۔ تو یہ بچھڑے کے معاملے کی ابتدا تھی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اور پھر اس کے بعد وہ ان سے انتقام لے(1)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا کہ "قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اے اللہ تیری ذات پاک ہے! یہ وہ قوم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غلامی سے نجات دی ہے اور ان کے لیے سمندر کو کاٹا۔ ان کے دشمن کو ہلاک و برباد کیا اور انہیں بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ پھر انہوں نے صریح شرک کا سوال کر دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حنین کی طرف نکلے۔ تو ہم ایک بیری کے پاس سے گزرے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اسے ہمارے لیے لٹکانے کی جگہ قرار دیجئے جیسے یہ کفار کے لیے لٹکانے کی جگہ ہے۔ کفار اپنے ہتھیار بیری کے درخت کے ساتھ لٹکایا کرتے تھے اور اس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ بات ایسی ہے جیسی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی تھی کہ "ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا بناؤ جیسے ان کے خدا ہیں) بے شک تم ان لوگوں کے طریقہ پر چل رہے ہو جو تم سے پہلے تھے(2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور طبرانی نے کثیر بن عبد اللہ بن عوف کی سند سے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ ہم تعداد میں ہزار سے کچھ زائد تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے مکہ مکرمہ اور حنین فتح فرما دیے۔ حتیٰ کہ جب ہم حنین اور طائف کے درمیان تھے۔ تو ہمارا گزر ایک درخت کے پاس سے ہوا۔ وہ بیری کے بہت بڑا درخت کے قریب ہوئے۔ اس کے ساتھ ڈول لٹکائے جاتے تھے اور اسے ذات الانواط کہا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت بھی کی جاتی تھی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ ﷺ سخت گرم دن میں اس کے قریب دوسرے سایہ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو آپ سے ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے لیے بھی ایک لٹکانے کی جگہ بنا دیں جیسے ان کے لیے لٹکانے کی جگہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہی طریقہ ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! جو تم نے کہا یہ اسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارے لیے بھی ایک خدا بناؤ جیسے ان کے لیے خدا ہیں(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت میں مُتَبَّرٌ کا معنی خسران (ہلاکت) ہے(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 59
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 57
3۔ معجم کبیر، جلد 17، صفحہ 21 (27) مکتبۃ العلوم والحکم بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 58

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مُتَبَّرٌ کا معنی ھالك (ہلاک اور تباہ ہونے والا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مُتَبَّرٌ بمعنی المخسر (ہلاک کرنے والا) اور فرمایا المتبر اور الباطل دونوں برابر اور ہم معنی ہیں جیسا کہ غفور اور رحیم کے الفاظ ہیں۔ اور عرب کہتے ہیں اِنَّهُ الْبَائِسُ الْمُتَبَّرُ، وَاِنَّهُ الْبَائِسُ الْمُخَسِرُ (بے شک یہ ہلاک کرنے والا خوف ہے)

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

"اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا اور مکمل کیا اسے دس مزید راتوں سے سو پوری ہوگئی اس کے رب کی میعاد چالیس راتیں۔ اور (طور پر جاتے وقت) کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا نائب رہنا میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کے راستہ پر"۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ" میں جن چالیس راتوں کا ذکر ہے وہ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرمی کا خیال ہے وہ تیس راتیں جن کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا وہ ذوالقعدہ کی ہیں۔ اور وہ دس راتیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چالیس راتیں مکمل کیں وہ ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ سال کے بقیہ ایام میں کیا جانے والا کوئی عمل بھی اس عمل سے افضل نہیں جو ذوالحجہ کے دس دنوں میں کیا جائے۔ اور یہی وہ دس (راتیں) ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے میعاد مکمل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ" میں ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو پیچھے چھوڑا اور ان پر حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ (اپنا نائب) مقرر کیا اور آپ خود چالیس راتیں طور پر قیام فرما رہے۔ اور اس وقت آپ پر تورات تختیوں کی صورت میں نازل ہوئی اور رب کریم نے (اپنی شان کے لائق) سرگوشی کرتے ہوئے انہیں قرب خاص عطا فرمایا اور شرف ہم کلامی سے نوازا اور آپ نے قلم چلنے کی آواز سنی اور ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے چالیس راتوں میں کوئی گفتگو نہیں کی یہاں تک کہ آپ طور سے اتر آئے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً سے مراد ذوالقعدہ ہے اور ''وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ'' سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے رب نے میرے ساتھ تیس راتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور میں ہارون علیہ السلام کو تم میں نائب بنا رہا ہوں۔ سو جب موسیٰ علیہ السلام علیحدہ ہو کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں دس راتوں کا اضافہ فرما دیا اور آپ کی قوم کی آزمائش انہیں دس میں تھی جن کا اضافہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ پس جب تیس راتیں گزر گئیں تو سامری نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا اور آپ کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے ایک مشت مٹی اٹھالی۔ اور جب تیس راتیں گزر گئیں تو اس نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک تمہارے پاس فرعونیوں کے زیورات میں سے کچھ زیور ہے اور تم پر حرام ہے لہٰذا جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ، تاکہ ہم اسے جلا دیں۔ چنانچہ جو زیورات ان کے پاس تھے وہ لے آئے اور اس نے آگ جلائی اور پھر وہ زیور آگ میں پھینک دیا۔ پھر جب وہ زیور پگھل گیا، تو اس نے مٹی کی وہ مشت آگ میں پھینک دی اور وہ بچھڑا بن گیا۔ جو محض ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی آواز آئی تھی۔ اس نے ایک بار ڈکار کر گائے کی آواز نکالی۔ دوبارہ نہیں۔ تو سامری نے کہا: بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کو تلاش کرنے گئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ یہ ہے۔ اس کے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے ''هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِیَ ؕ'' (طٰہٰ) ''پھر سامری اور اس کے چیلوں نے کہا (اے فرزندان یعقوب) یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس موسیٰ بھول گئے''۔ وہ کہنے لگے: وہ اپنے رب کو تلاش کرنے کے لیے چلے اور اس سے بہک گئے اور وہ تو یہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا (طٰہٰ:86,85) ''ارشاد ہوا کہ ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے آنے کے) بعد اور گمراہ کر دیا ہے انہیں سامری نے (یہ سنتے ہی) لوٹے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر''۔ اَسِفًا کا معنی حزینا یعنی غمگین اور افسردہ خاطر ہونا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ''اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ میری طرف رجوع کریں اور دس دنوں میں مجھ ہی سے دعا مانگیں۔ اس روایت میں عشر سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور جب دسواں دن ہو تو وہ میری طرف نکلیں۔ میں ان کی مغفرت فرما دوں گا''۔ وہب نے کہا یہی وہ دن ہے جس کو یہود نے تلاش کیا تھا اور پھر انہوں نے اس میں غلطی کی۔ اور عرب کے عدد سے بڑھ کر صحیح عدد کوئی نہیں (2)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ وہ آپ سے تیس دن کے بعد کلام فرمائے گا اور آپ نے ان دنوں میں

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 89، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ کتاب الزہد، صفحہ 86، بیروت

24B

دن رات کے روزے رکھے۔ تو آپ نے ناپسند کیا کہ آپ اپنے رب سے ہم کلام ہوں اور آپ کے منہ کی بو روزے دار کے منہ کی بو کی مثل ہو۔ پس آپ نے زمین کی ایک بوٹی منہ میں ڈالی اور اسے خوب چبایا۔ تو آپ کے رب نے آپ سے فرمایا: تم نے روزہ افطار کیوں کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ حقیقی کیفیت کو جانتا تھا۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے تیرے ساتھ کلام کرنے کو ناپسند کیا ہے مگر اس حالت میں کہ میرے منہ میں انتہائی اچھی پاکیزہ خوشبو ہو۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ روزے دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے اچھی اور زیادہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا لوٹ جا اور دس دن روزے رکھ اور پھر میری طرف آنا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی کچھ کیا، جس کا حکم ان کے رب نے انہیں فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو جو فرمانا تھا وہ فرمادیا (1)۔

رہا یہ ارشاد گرامی "وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰی لِمِیۡقَاتِنَا وَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ" تو اس کے بارے بزار، ابن ابی حاتم، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر شرف کلام بخشا تو یہ کلام اس کلام کے علاوہ فرمایا جو اس دن فرمایا تھا جس دن آپ کو بلایا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم سے عرض کی: اے میرے رب! کیا یہ تیرا وہی کلام ہے جس کے ساتھ تو نے مجھ سے کلام فرمایا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تیرے ساتھ دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کیا ہے۔ اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے اور اس سے کہیں زیادہ قوت بھی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف لوٹ کر گئے۔ تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم نے گرج کی اس آواز کی طرف نہیں دیکھا جو انتہائی شیریں اور رس گھولنے والے انداز میں آتی ہے' تم نے اسے سنا ہوا ہے۔ پس وہ آواز رحمٰن کے کلام کے قریب ہے۔ لیکن بعینہ وہ نہیں ہے۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت عطاء بن سائب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبہ (گنبد) تھا۔ اس کی طوالت (بلندی) چھ سو ذراع تھی۔ اس میں آپ اپنے رب سے ہم کلام ہوا کرتے تھے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔ تو انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تیرا کلام اس طرح ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں دس ہزار زبانوں کی قوت سے تیرے ساتھ کلام کر رہا ہوں اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے۔ اگر میں تیرے ساتھ اپنے کلام کے اصلی اور حقیقی انداز سے گفتگو کروں تو تو کچھ بھی نہ سمجھ سکے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے پہلے تمام زبانوں کے واسطہ سے آپ سے گفتگو فرمائی۔ تو موسیٰ علیہ السلام یہ کہنے لگے: اے میرے رب! میں نہیں سمجھ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان کے ساتھ آواز کی مثل دوسری زبانوں میں آپ سے گفتگو فرمائی۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کیا

1۔ الفردوس للدیلمی، جلد 3، صفحہ 427 (5309) 2۔ نوادر الاصول، صفحہ 24-23، دار صادر بیروت

تیرا کلام اسی طرح ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں اگر تو میرا کلام اپنی حقیقی حالت پر سنے تو تو کچھ بھی نہ سمجھے۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی ایسی شے ہے جو تیرے کلام کے مشابہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں۔ بجلی کی گرج کی آواز جو لوگوں نے سن رکھی ہے وہی میری مخلوق میں سے میرے کلام کے مشابہ ہونے کے زیادہ قریب ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی گئی تمہارے رب کا کلام مخلوق میں سے کس کے زیادہ مشابہ ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایسی گرج جو ساکن ہو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوالحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی قدر ہی گفتگو فرمائی جتنی آپ کو سمجھنے کی طاقت رکھتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے جمیع کلام کے ساتھ گفتگو فرماتا تو کوئی چیز بھی آپ نہ سمجھ سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں تک وہاں ٹھہرے رہے اور کوئی بھی آپ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ جو دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کی تاب نہ لا کر مر جاتا (2)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے: جب میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے لیے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ایک ہزار دو سو کلمات کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بربری زبان میں آپ سے گفتگو فرمائی اور فرمایا: اے موسیٰ! میں اپنے آپ کو ان کلمات سے تعبیر کرتا ہوں "انا اللہ اکبر" (میں اللہ ہوں، سب سے برتر اور بڑا ہوں) تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے دنیا اپنے دشمنوں کو دی ہے اور اپنے دوستوں کو اس سے روکا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اپنے دشمنوں کو دنیا عطا کی ہے تاکہ وہ اس میں تردد کرتے رہیں اور میں نے اپنے دوستوں کو اس سے منع کیا ہے تاکہ وہ عجز و انکساری اختیار کریں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عجلان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمام زبانوں میں کلام فرمایا۔ اور ان میں سے ایک بربری زبان ہے۔ فرمایا میں نے بربری زبان میں موسیٰ علیہ السلام سے یہ کلام کی "اَنَا اللّٰهُ الْكَبِيْرُ"

سعید بن منصور، ابو منذر، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا اس دن آپ اون کا جبہ، چادر، پائجامہ اور ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور آپ کے نعلین غیر ذبح شدہ گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے (4)۔

ابوالشیخ نے عبدالرحمٰن بن معاویہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو چالیس دن تک آپ وہاں ٹھہرے رہے اور کسی میں آپ کو دیکھنے کی تاب نہ تھی (اور جو دیکھتا) وہ رب العالمین کے نور (کی چمک) سے مر جاتا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن رویم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سے

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 93، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، باب تواریخ المتقدمین، جلد 2، صفحہ 629، بیروت
3۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 3، صفحہ 425 (5304) مکہ مکرمہ
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 81 (76) دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

اپنے رب سے کلام کیا پھر عورتوں کے پاس نہیں آئے اور آپ اپنے چہرے پر نقاب پہنے رہا کرتے تھے۔ کوئی بھی آپ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ مر جاتا۔ اور آپ نے جس عورت کے لیے بھی اپنے چہرے کو ننگا کیا تو سورج کی شعاعوں کی مثل شعاعیں اسے ڈھانپ لیتیں اور وہ اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیتی اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہزار مقام سے گفتگو فرمائی۔ اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلام بخشا تو آپ نے تین دن تک اپنے چہرہ پر وہ نور دیکھا۔ اور جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا پھر آپ کسی زوجہ محترمہ کے قریب نہیں گئے (1)۔

امام ابن منذر نے عروہ بن رویم لخمی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی نے آپ سے کہا بے شک میں چالیس سال سے آپ سے بیوہ ہو چکی ہوں۔ آپ مجھے ایک بار تو شرف دیدار سے متمتع فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے اپنے چہرۂ اقدس سے برقع اٹھایا تو آپ کے چہرے کے نور نے اسے ڈھانپ لیا۔ اس کی نظریں چمک اٹھیں اور عرض کی: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں آپ کی زوجہ ہونے کا شرف عطا کرے۔ تو آپ نے فرمایا: اس شرط پر کہ تو میرے بعد کسی اور سے شادی نہ کرے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھائے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ فصل کاٹنے والوں کے پیچھے پیچھے جایا کرتی تھیں اور جب وہ یہ دیکھتے تو وہ ان کے لیے بڑی تیزی کرتے (یعنی بڑی تیز رفتاری سے فصل کاٹتے) اور جب آپ یہ محسوس کرتیں تو آپ کٹائی میں ان سے آگے نکل جاتیں۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابوخیثمہ نے کتاب العلم میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو کہا: اے میرے رب! تیرے کون سے بندے تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں؟ رب کریم نے فرمایا: وہ بندے جو میرا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔ عرض کی: تیرا کون سا بندہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اپنے نفس کے خلاف اسی طرح فیصلہ کرتا ہے جیسے لوگوں کے خلاف کرتا ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اس پر راضی ہو جائے جو کچھ میں اسے عطا کر دوں (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اجتماعی نیکی اور بھلائی کے بارے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں کو ایسی چیزوں کا عادی بنا دے جن کا عادی بننا تو خود پسند کرتا ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور بیہقی نے جویبر رحمہم اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ

1۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 50، مصر 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب کلام موسیٰ علیہ السلام، جلد 7، صفحہ 76-72، مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تین دن میں ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات کے ساتھ گفتگو فرمائی اور پھر جب موسیٰ علیہ السلام لوگوں کا کلام سنتے تو آپ انہیں ناپسند کرتے۔ کیونکہ آپ کے کانوں میں رب کریم کے کلام کی آواز پڑی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جن چیزوں کے بارے گفتگو فرمائی ان میں سے یہ بھی ہے کہ فرمایا: اے موسیٰ! عمل کرنے والوں نے دنیا میں زہد کی مثل کوئی عمل نہیں کیا۔ جو چیزیں میں نے لوگوں پر حرام کی ہیں ان سے اجتناب اور پرہیز کر کے میرا قرب اختیار کرنے والوں کی طرح کسی نے میرا قرب حاصل نہیں کیا اور میرے خوف سے رونے کی مثل عبادت گزاروں نے میری عبادت نہیں کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! اے ساری کائنات کے خدا، اے روز جزا کے مالک اور اے صاحب جلال واکرام! تو نے ان کے لیے کیا تیار کیا ہے اور تو نے انہیں کیا جزا دی ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں کے لیے میں نے اپنی جنت مباح کر دی ہے، وہ جہاں چاہیں اس میں اپنا ٹھکانہ بنا سکتے ہیں اور وہ لوگ جو میری حرام کردہ چیزوں سے بچنے والے ہیں ان کے سوا قیامت کے دن کوئی آدمی حساب وکتاب کے دوران مناقشے اور اپنے اعمال پر جرح وتفتیش سے نہیں بچ سکے گا۔ لیکن میں ان سے حیا کروں گا، انہیں عزت وتکریم سے نوازوں گا اور انہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل فرماد وں گا اور وہ لوگ جو میرے خوف سے رونے والے ہیں پس ان کے لیے تو صرف رفیق اعلیٰ ہے اور کوئی بھی اس میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا(1)۔

امام ابویعلی، ابن حبان، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے میرے رب! مجھے ایسی چیز سکھا دے جس کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور تجھے پکاروں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! کہولا الہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس طرح تو تیرے سارے بندے ذکر کرتے ہیں۔ رب کریم نے پھر فرمایا: کہولا الہ الا اللہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہالا الہ الا انت یا رب۔ اے میرے پروردگار! میں ایسی شے کا ارادہ کر رہا ہوں جسے تو میرے ساتھ خاص فرمادے۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان میں موجود ہر شے، اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں، تو ان تمام کے مقابلے میں لا الہ الا اللہ کا پلڑا بھاری ہوگا(2)۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے کتاب الاولیاء میں حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! کون ہیں وہ جنہوں نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہوں نے انہیں ہلاک کیا جنہیں تو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ (ظلم وزیادتی سے) بری ہوں گے، جن کے دل پاک ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو میری عظمت اور جلال کے سبب ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، وہ لوگ ہیں کہ جب میں ذکر کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور جب وہ ذکر کرتے ہیں تو میں بھی ان کے ذکر

1۔ مجمع الزوائد، جلد 8، صفحہ 73-372 (13776) دار الفکر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 710 (1936) بیروت

کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔ وہ لوگ ہیں جو تکلیف اور مشکل کے لمحات میں اچھی طرح سے وضو کرتے ہیں، اور وہ میرے ذکر کی طرف اس طرح رجوع کرتے ہیں جیسے گدھیں اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتی ہیں اور وہ میری محبت کے اس طرح پابند ہوتے ہیں جیسے بچے لوگوں کی محبت کے مشتاق ہوتے ہیں اور میری حرام کردہ چیزوں کو جب حلال سمجھا جائے تو وہ اس طرح غضب ناک ہوتے ہیں جیسے چیتے کو جب کوئی غم اور تکلیف پہنچے تو وہ غیظ و غضب میں ہوتا ہے (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قصیر نے کہا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے ان کے پاس تلاش کرو جن کے دل عجز و انکساری کرنے والے ہیں۔ میں ہر روز ایک کرم ان کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر اس طرح نہ ہو تو وہ گر جائیں (2)۔

امام ابن مبارک اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے بتائیے لوگوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ رب کریم نے فرمایا: کیوں؟ تو عرض کی اس لیے تا کہ میں اس کے ساتھ محبت کروں، کیونکہ تو اس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وہ بندہ جو زمین کے ایک کنارے میں رہ رہا ہے، اس کے بارے زمین کے دوسرے کنارے میں رہنے والے نے سنا، لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں۔ پس اگر اسے وہاں کوئی مصیبت آ پہنچے (تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے) گویا وہ تکلیف اور مصیبت اسے پہنچی اور اگر اسے وہاں کوئی کانٹا چبھے (تو اسے اس طرح محسوس ہوتا ہے) گویا وہ کانٹا اسے چبھا ہے اور وہ یہ سب کچھ میرے لیے کرتا ہے، تو وہی بندہ مخلوق میں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! تو نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو کیا تو انہیں جہنم میں داخل کرے گا یا تو انہیں عذاب دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: سب کے سب میری مخلوق ہیں۔ پھر فرمایا: فصل کاشت کرو۔ پس آپ نے فصل کاشت کی۔ پھر فرمایا اسے سیراب کرو۔ آپ نے اسے پانی لگایا، پھر فرمایا: اس کی نگہداشت کرو۔ سو آپ اس کی نگہبانی کرتے رہے۔ پھر اسے کاٹا اور اسے اٹھالیا۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! تیری کھیتی نے کیا کیا؟ آپ نے عرض کی: میں اس سے فارغ ہو چکا ہوں اور میں نے اسے اٹھالیا ہے۔ رب کریم نے فرمایا: کیا تو نے اس میں سے کوئی شے چھوڑ دی ہے؟ تو آپ نے عرض کی: وہی جس میں کوئی منفعت اور خیر نہیں تھی۔ تو رب کریم نے فرمایا: اسی طرح میں بھی عذاب نہیں دوں گا مگر انہیں ہی جن میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہوگی۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ پوچھا: تیرے بندوں میں سے کون زیادہ غنی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اسی پر قناعت کرتا ہے جو اسے دیا جاتا ہے۔ پھر عرض کی: تیرے بندوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو لوگوں کے لیے بھی ایسے ہی فیصلے کرتا ہے جیسے اپنے لیے کرتا ہے۔ پھر عرض کی: تیرے بندوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے؟ فرمایا جو زیادہ ڈرنے والا ہے (3)۔

1۔ کتاب الزہد، باب زہد موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 95 2۔ ایضاً 3۔ حلیۃ الاولیاء، مجاہد بن جبر، جلد 3، صفحہ 293، مطبعۃ السعادۃ مصر

امام ابوبکر بن ابی عاصم نے کتاب السنۃ میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام راستے میں چل رہے تھے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق اور جبار ہے، کی جانب سے آپ کو ندا آئی: اے موسیٰ۔ پس آپ دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی (آواز دینے والے) کو نہیں دیکھا۔ پھر دوسری بار اللہ تعالیٰ نے آپ کو ندا فرمائی: اے موسیٰ بن عمران۔ پھر آپ دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی کو نہیں دیکھا اور آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ پھر تیسری بار ندا دی گئی: اے موسیٰ بن عمران اِنَّنِیٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا (بلاشبہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں) تو آپ نے کہا: لبیك لبیك (اے میرے رب میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں) پھر آپ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ میں گر گئے۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس دن میرے عرش کے سائے میں رہے جس دن میرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا (لہٰذا) تو یتیم کے لیے رحیم وشفیق باپ کی طرح ہو جا، اور بیوہ عورت کے لیے مہربان خاوند کی طرح ہو جا۔ اے موسیٰ بن عمران! تو رحم کر تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ! جیسا تو کرے گا ویسا تیرے ساتھ کیا جائے گا۔ اے موسیٰ بنی اسرائیل کے نبی! جو مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ احمد (ﷺ) کا انکار کرتا ہو، میں اسے جہنم میں داخل کروں گا، تو آپ نے عرض کی: احمد کون ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس سے بڑھ کر میرے نزدیک عزت وشرف والی ہو۔ میں نے زمین وآسمان اور شمس وقمر کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے یہاں تک کہ محمد ﷺ اور آپ کی امت اس میں داخل ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: احمد ﷺ کی امت کون لوگ ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی امت کے لوگ حمادون (بہت زیادہ حمد کرنے والے) ہیں۔ وہ اترتے، چڑھتے اور ہر حال میں حمد کرتے رہیں گے، اپنی کمروں کو مضبوطی سے باندھے رہیں گے اور اپنے اعضاء کو پاک رکھیں گے۔ وہ دن کے وقت روزہ دار ہوں گے اور رات کے وقت عبادت گزار، میں ان سے تھوڑا سا عمل بھی قبول کرلوں گا اور انہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے کے سبب جنت میں داخل کردوں گا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''اِجْعَلْنِیْ نَبِیَّ تِلْكَ الْاُمَّةِ'' مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ تو رب کریم نے فرمایا ''نَبِیُّھَا مِنْھَا'' اس امت کا نبی اس میں سے ہوگا۔ تو پھر عرض کی ''اِجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّةِ ذٰلِكَ النَّبِیِّ'' (مجھے اس نبی کی امت میں سے بنا دے) تو رب کریم نے فرمایا ''اِسْتَقْدَمْتَ وَ اسْتَأْخَرَ یَا مُوْسٰی وَلٰکِنْ سَاَجْمَعُ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ فِیْ دَارِ الْجَلَالِ'' (اے موسیٰ! تو پہلے آیا ہے اور وہ بعد میں آئے گا۔ لیکن میں عنقریب تمہیں دار الجلال میں جمع فرما دوں گا)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے خدا! زبان اور دل کے ساتھ تیرا ذکر کرنے کی جزا کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! قیامت کے دن میں اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرماؤں گا اور میں اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھوں گا پھر عرض کی۔ اے رب! تیرے بندوں میں سے کون زیادہ شقی اور بدبخت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آدمی جسے نصیحت کوئی فائدہ نہ دے اور جب وہ تنہائی

WWW.NAFSEISLAM.COM

اور خلوت میں ہو تو میرا ذکر نہ کرے(1)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! اس آدمی کی جزا کیا ہے جو یتیم کو گھر میں پناہ دیئے رکھے یہاں تک کہ وہ مستغنی ہو جائے یا کسی بیوہ کی کفالت کرتا رہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اسے اپنی جنت میں سکونت عطا کروں گا اور اس دن اسے سایہ مہیا کروں گا جس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا(2)۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے ترغیب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے رب! اس کی جزا کیا ہے جس نے بیٹے پر رونے والی ماں کو صبر دلایا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس دن اسے اپنا سایہ عطا فرماؤں گا جس دن میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

امام آدم بن ابی ایاس رحمہ اللہ نے کتاب العلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام کے لیے قریب ہوئے تو آپ نے عرش کے سائے میں ایک آدمی کو دیکھا۔ آپ کو اس کے مکان پر رشک آ گیا۔ تو اس کے بارے پوچھا تو اس کے نام کے بارے تو آپ کو نہ بتایا گیا۔ البتہ اس کے عمل سے مطلع کر دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا: یہ آدمی لوگوں کے ساتھ اس پر حسد نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل میں سے عطا فرماتا ہے، والدین کے ساتھ نیکی اور فرمانبرداری کا سلوک کرتا ہے اور چغل خوری نہیں کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تو کیا طلب کرنے کے لیے آیا ہے؟ عرض کی: اے میرے پروردگار! میں ہدایت طلب کرنے کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا اے موسیٰ! تحقیق تو نے پالی ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میری وہ لغزشیں معاف فرما دے جو زمانہ ماضی میں ہوئیں اور جو مستقبل میں ہوں گی اور جو ان کے درمیان ہوں گی اور وہ جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اور میں نفس کے وسوسہ اور برے عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تو آپ کو کہا گیا: اے موسیٰ! تیرے لیے کافی ہے۔ پھر عرض کی: اے رب! کون سا عمل تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں وہ کرتا رہوں؟ رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میرا ذکر کیا کر۔ پھر پوچھا: اے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ متقی کون ہے؟ فرمایا: وہ جو میرا ذکر کرتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں۔ پھر عرض کی: اے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟ فرمایا: وہ جو اس پر قناعت کر لیتا ہے جو کچھ اسے دیا جاتا ہے۔ پھر عرض کی: اے رب! تیرے بندوں میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا: وہ جو حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی نہیں کرتا۔ پھر عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے زیادہ عالم کون ہے؟ فرمایا: وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں کے علم کا طالب ہوتا ہے، شاید وہ کوئی ایسا کلمہ سن لے جو ہدایت کی جانب اس کی رہنمائی کر دے یا کوئی ردی اور بیکار عمل اس سے دور کر دے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! عمل کے اعتبار سے تیرے نزدیک تیرا کون سا بندہ محبوب ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جس کی زبان جھوٹ نہیں بولتی اس کی شرم گاہ بدکاری کا ارتکاب نہیں کرتی اور اس کا دل فسق و فجور کا مرتکب نہیں ہوتا۔ پھر عرض کی: اے

1۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 45، مصر 2۔ ایضاً، کعب بن عمرو، جلد 2، صفحہ 20

میرے رب! اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: حسین تخلیق میں بندۂ مومن کا دل۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ فرمایا: وہ جو رات کے وقت مردار ہو اور دن کے وقت ناحق کرنے والا ہو پھر عرض کی اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا بدصورت تخلیق میں کافر کا دل۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالجلد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: جب تو میرا ذکر کرے تو تو میرا ذکر اس طرح کر کہ تیرے اعضاء کانپنے لگیں۔ میرا ذکر کرتے وقت تو خشوع کرنے والا اور مطمئن ہو جا۔ اور جب تو میرا ذکر کرے تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھ۔ اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل بندے کے مقام پر کھڑا ہو اور اپنے نفس کی مذمت کر۔ اور یہی مذمت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جب تو میرے ساتھ کلام کر رہا ہو تو خوف زدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اہل کتاب میں سے ایک سخت آدمی (قسی دجل) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اگر تجھے ایسی حالت میں موت آجائے کہ تو بغیر وضو کے ہو تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا۔ مزید کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ صدقہ کے ساتھ مصائب و آلام کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے مثلاً غرق ہونا، جل جانا، چوری اور ذات الجنب۔ راوی نے کہا کہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا جہنم بھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جہنم بھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو۔ کیونکہ میں خیر کی تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے والے کی قبر کو منور کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہوں میں کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو رب جبار نے آپ کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی۔ تو فرمایا: اے موسیٰ! یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ خود بہتر جانتا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! یہ مردوں کے زیور میں سے ایک شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا اس پر میرے اسماء یا کلام میں سے کچھ لکھا ہوا ہے؟ عرض کی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس پر یہ لکھ لو" لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴿۳۸﴾ "(الرعد)" ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! تو بچے کو اس کے والدین سے یتیم کر کے اسے اس طرح چھوڑ دیتا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو مجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں۔

امام ابن مبارک نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

میرے رب! اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: حسین تخلیق میں بندۂ مومن کا دل۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ فرمایا: وہ جو رات کے وقت مردار ہو اور دن کے وقت ناحق کرنے والا ہو پھر عرض کی اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا بدصورت تخلیق میں کافر کا دل۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابو الجلد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: جب تو میرا ذکر کرے تو تو میرا ذکر اس طرح کر کہ تیرے اعضاء کانپنے لگیں۔ میرا ذکر کرتے وقت تو خشوع کرنے والا اور مطمئن ہو جا۔ اور جب تو میرا ذکر کرے تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھ۔ اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل بندے کے مقام پر کھڑا ہو اور اپنے نفس کی مذمت کر۔ اور یہی مذمت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جب تو میرے ساتھ کلام کر رہا ہو تو خوف زدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اہل کتاب میں سے ایک سخت آدمی (قسی رجل) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اگر تجھے ایسی حالت میں موت آجائے کہ تو بغیر وضو کے ہو تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا۔ مزید کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صدقہ کے ساتھ مصائب و آلام کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے مثلاً غرق ہونا، جل جانا، چوری اور ذات الجنب۔ راوی نے کہا کہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا جہنم بھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جہنم بھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو۔ کیونکہ میں خیر کی تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے والے کی قبر کو منور کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہوں میں کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو رب جبار نے آپ کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی۔ تو فرمایا: اے موسیٰ! یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ خود بہتر جانتا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! یہ مردوں کے زیور میں سے ایک شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا اس پر میرے اسماء یا کلام میں سے کچھ لکھا ہوا ہے؟ عرض کی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس پر یہ لکھ لو ''لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾'' (الرعد) ''ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے''۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! تو بچے کو اس کے والدین سے یتیم کر کے اسے اس طرح چھوڑ دیتا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو مجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں۔

امام ابن مبارک نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: وہ جو میرے متعلق زیادہ علم رکھتا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! عنقریب وہ مجھ سے سوال کریں گے تیری ابتدا کیسے ہوئی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم انہیں یہ بتانا کہ بے شک میں شے سے پہلے ہوں، ہر شے کو بنانے والا ہوں اور ہر شے کے بعد بھی ہوں گا (1)۔

امام احمد نے الزہد میں ابوالجلد سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: اے میرے رب! مجھ پر ایسی پختہ نشانی نازل فرما، جسے لے کر میں تیرے بندوں میں چلتا رہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! تو جا اور جو تو پسند کرے کہ وہ میرے بندے تیری طرف لے کر آئیں۔ پس وہی تو ان کی طرف لے کر جائے گا (2)۔

امام احمد نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب: کون سی چیز ہے جو زمین میں سب سے کم رکھی گئی ہے؟ فرمایا: عدل ان اشیاء میں سب سے کم ہے جو زمین میں رکھی گئی ہیں۔ (3)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! لوگوں میں سے کون زیادہ متقی ہے؟ فرمایا وہ جو ذکر کرتا ہے اور بھولتا نہیں۔ پھر عرض کی: لوگوں میں سے کون زیادہ عالم ہے؟ فرمایا: وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں سے علم اخذ کرتا ہے۔

امام احمد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: جو اپنی رؤیت کے ساتھ ذکر کرنے والا ہو۔ پھر عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: وہ لوگ جو مریضوں کی بیماری پرسی کرتے ہیں بچے کی موت پر رونے والی عورت کو صبر اور حوصلہ دلاتے ہیں اور گم کردہ راہ عورت کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں (4)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب پہاڑوں کو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تجلی ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو تمام پہاڑوں نے فخر و تکبر کیا اور اس پہاڑ نے تواضع و انکساری کی جس پر اس نے تجلی ڈالی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں احمد بن حواری کی سند سے حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں (شان قدرت کے مطابق) جھانک کر دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل سے بڑھ کر تواضع کرنے والا کوئی دل نہیں پایا لہٰذا اس کی تواضع کے سبب آپ کو شرف ہم کلامی کے لیے مختص فرما دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابوسلیمان کے سوا کسی اور نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تم پر اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے ساتھ کلام کرنے والا ہوں۔ تو پہاڑ فخر اور تکبر کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بندے سے کلام فرمائے گا لیکن کوہ طور

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 84، بیروت 2۔ ایضاً، صفحہ 85 3۔ ایضاً، صفحہ 86

4۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 45، مصر

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے تواضع اور انکساری کی اور کہا: اگر کوئی شے اس کا مقدر بنائی گئی ہے تو وہ ہو کر رہے گی۔ راوی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طور کی تواضع کے سبب اس پر موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علاء بن کثیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو جانتا ہے میں نے تیرے ساتھ کیوں کلام کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: نہیں۔ اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لیے کہ میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جس نے میرے لیے تیری مثل تواضع کی ہو۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت نوف بکالی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی جانب وحی فرمائی: میں تم میں سے کسی پہاڑ پر نزول فرمانے والا ہوں۔ تو جبل طور کے سوا تمام پہاڑ فخر و تکبر سے بلند ہو گئے۔ صرف جبل طور نے تواضع اور انکساری کا اظہار کیا اور کہا: جو میرے لیے حصہ بنایا گیا ہے میں اس پر راضی ہوں اور امر اسی کے مطابق ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ کا یہ مفہوم ہے اگر میرے لیے کوئی مقدر کی گئی ہے تو عنقریب وہ مجھ پر آ جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میرے لیے تیری تواضع اختیار کرنے کے سبب اور میری قدرت کے ساتھ تیری رضا کے سبب میں عنقریب تجھ پر ہی نزول فرماؤں گا (2)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو خالد الاحمق رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو ابلیس پہاڑ پر ظاہر ہوا۔ اچانک جبرئیل امین علیہ السلام نے اسے پا لیا اور فرمایا اے لعین! دور ہو جا۔ کیا تو یہاں بھی کام کر رہا ہے؟ اس نے کہا: میں آیا ہوں اور میں موسیٰ علیہ السلام سے وہی توقع رکھتا ہوں جو میں نے ان کے باپ سے رکھی۔ تو جبریل علیہ السلام نے اسے فرمایا: اے لعین! پیچھے ہٹ جا دور ہو جا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام بیٹھے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوت و طاقت پر رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبے کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ تو اس نے کہا: اے جبرئیل! یہ رونا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب میں ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اس طرح سنوں جیسے موسیٰ علیہ السلام سنتے ہیں۔ تو جبے نے کہا: اے جبرئیل! میں موسیٰ علیہ السلام کا جبہ ہوں اور میں ان کے جسم پر ہوں۔ کیا میں موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں یا تم؟ اے جبرائیل! میں وہ نہیں سن سکتا جو تو سنتا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 295 (8219) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 49، مصر

''اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب نے (تو اس وقت) عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت دے تا کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔ اللہ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے، البتہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف سو اگر یہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے۔ پھر جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر۔ پھر جب آپ کو ہوش آیا تو عرض کی پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں''۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں، اے میرے رب! مجھے قوت عطا فرما کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام باری تعالیٰ سنا تو آپ میں رب کریم کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے یہ عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت دے تا کہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ ''اِنَّكَ لَنْ تَرٰىنِيْ'' بلاشبہ تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ فرمایا: اے موسیٰ! کبھی بھی اس طرح نہیں ہو گا کہ کوئی مجھے دیکھے اور زندہ بھی رہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھے دیکھوں اور پھر مر جاؤں ایسا ہونا میرے نزدیک اس سے بڑھ کر پسندیدہ اور محبوب ہے کہ میں تجھے نہ دیکھوں اور پھر زندہ رہوں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اے موسیٰ! اس عظیم وطویل سخت پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہا، یہ عاجز و ذلیل نہ ہوا اور اس نے اپنے وہ حصے گرا کر پاش پاش نہ کر دیئے جو میری عظمت کو دیکھیں گے تو پھر تو مجھے اپنی کمزوری اور پستی کے باوجود دیکھ سکے گا، اور اگر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس نے اپنی عظمت وشدت اور قوت کے باوجود اپنے آپ کو گرا دیا، تو پھر تم تو اس کے مقابلے میں بہت کمزور اور عاجز ہو۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابونعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ ''رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ'' تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ مر جائے گا۔ کوئی خشک (جامد) مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ لڑھک جائے گا۔ اور کوئی تر مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ متفرق ہو جائے گا۔ مجھے وہ اہل جنت دیکھیں گے جن کی آنکھیں نہیں مریں گی اور نہ ان کے جسم بوسیدہ ہوں گے (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ کیونکہ یہ تم سے بڑا ہے اور خلقت کے اعتبار سے انتہائی مضبوط اور سخت ہے۔ فرمایا: پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 62، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ نوادر الاصول، صفحہ 142، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور آپ نے پہاڑ کی طرف دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکا۔ اور پہاڑ پہلی بار ہی ہموار ہونا شروع ہو گیا ہے تو جب پہاڑ کو ایسا کرتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا، تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں طور سینا پہاڑ پر آپ کو شرف کلام سے نوازوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام سے لے کر طور سینا تک سولہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔ گرج تھی، بجلی چمک رہی تھی، کڑک تھی اور رات انتہائی ٹھنڈی تھی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور جبل طور کی ایک چٹان کے سامنے ٹھہر گئے۔ وہاں ایک سبز درخت تھا، اس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے اور اس کے اندر سے آگ ظاہر ہونے لگی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام متعجب ہو کر ٹھہر گئے۔ تو درخت کے اندر سے آواز آئی اے موسیٰ! حضرت موسیٰ علیہ السلام آواز کو سنتے ہوئے ٹھہرے رہے اور کہا کیا یہ کوئی عبرانی زبان میں مجھ سے بات کر رہا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا اے موسیٰ! میں عبرانی نہیں ہوں۔ بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں۔ تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ستر لغات میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور ان میں سے ہر لغت دوسری سے مختلف تھی۔ اس مقام پر آپ کو تورات عطا فرمائی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے خدا! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! جو مجھے دیکھے گا وہ مر جائے گا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے خدا! مجھے اپنے دیدار سے نواز اور اسی کے ساتھ میری موت واقع ہو جائے۔ تو طور سیناء پہاڑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا: اے موسیٰ بن عمران! علیہ السلام تو نے امر عظیم کے بارے سوال کیا ہے۔ تحقیق ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر شے، اور ساتوں زمینیں اور ان میں موجود ہر شے کانپ اٹھی، پہاڑ ہل گئے ہیں۔ اور اے ابن عمران! تیرے سوال کی عظمت کے سبب سمندروں میں اضطراب آ گیا ہے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہا تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ایک جمعہ کی مقدار اسی طرح رہے پھر آپ کو افاقہ ہوا، تو اپنے چہرے سے مٹی صاف کی اور یہ کہنے لگے "سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ" "پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں"۔ پس اس مقام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا تھا وہ مر جاتا، تو پھر آپ نے اپنے چہرے پر حجاب ڈال لیا، اور آپ اپنی گردن پھیر کر لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ پس اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن صحرا میں گئے تو وہاں دیکھا تین آدمی قبر کھود رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے قبر مکمل کر لی۔ پس موسیٰ علیہ السلام آئے اور ان پر جھانکتے ہوئے انہیں فرمایا: یہ قبر کس کے لیے کھود رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ایک آدمی کے لیے۔ وہ یا تو آپ ہیں یا وہ آپ کی مثل ہے۔ اس کی قد و قامت آپ کے برابر ہے یا آپ کی طرح ہے۔ پس اگر آپ اس میں اتریں گے تو ہم یہ قبر آپ کے لیے مختص کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے تو

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا اور وہ آپ پر بند ہوگئی۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی نے الکامل میں، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں کئی اسناد سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ آیت پڑھی ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا'' اور فرمایا'' اس طرح، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا اور اپنے انگوٹھے کے کنارے کو خنصر (چھوٹی انگلی) کے پورے پر رکھا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے خنصر کے اوپر والے جوڑ پر رکھا۔ پس پہاڑ دھنس گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں پس پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور وہ یوم قیامت تک اس میں نیچے دھنستا ہی رہے گا (1)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ثابت رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ '' فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ '' کے بارے ارشاد فرمایا: '' اللہ تعالیٰ نے اتنی مقدار (اپنے آپ کو) ظاہر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے کی اپنی چھوٹی انگلی خنصر پر رکھا۔ حمید نے کہا: اے ابو محمد! تو اس سے کیا مراد لے رہا ہے؟ تو انہوں نے ان کے سینے میں ضرب لگائی اور کہا: اے حمید! تو کون ہے؟ اے حمید! تو کیا ہے؟ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان فرمار ہے ہیں اور تو کہہ رہا ہے تو اس سے کیا ارادہ رکھتا ہے؟

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ پہاڑ جسے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا تھا کہ آپ اس کی طرف دیکھیں، وہ طور ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ '' فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ '' کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خنصر انگلی کی مقدار تجلی ڈالی '' جَعَلَهٗ دَكًّا'' تو اس نے اسے مٹی بنا دیا '' وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا '' اور موسیٰ علیہ السلام گر پڑے درآنحالیکہ آپ پر غشی طاری تھی (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی ڈالی تو دس فرسخ کی مسافت سے سخت تاریک رات میں رینگنے والی چیونٹی بالکل صاف دیکھتے تھے (عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا تَجَلَّى اللّٰهُ لِمُوْسٰى كَانَ يُبْصِرُ دَبِيْبَ النَّمْلَةِ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ عَنْ مَسِيْرَةِ عَشَرَةِ فَرَاسِخَ)

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس کی عظمت وجلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے۔ ان میں سے تین مدینہ طیبہ میں جا گرے اور وہ احد، ورقان اور رضوی ہیں اور تین مکہ مکرمہ میں جا کر گرے اور وہ حراء، ثبیر اور ثور ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 66 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 65

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے لیے (پہاڑ پر) تجلی ڈالی تو اس کے سبب سات پہاڑ اڑ گئے، ان میں سے حجاز میں پانچ ہیں اور یمن میں دو ہیں۔ حجاز میں یہ ہیں: احد، ثبیر، حراء، ثور اور ورقان۔ اور یمن میں حصور اور صیر ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ نے قول باری تعالیٰ ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا'' کی تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے) موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی اور فرمایا ''اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ'' ''بے شک میں اللہ ہوں''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کی شام تھی اور پہاڑ موقف میں تھا۔ پس وہ سات حصوں میں کٹ گیا اس کا ایک ٹکڑا سامنے جا کر گرا اور وہ وہ ہے جس کے پاس یوم عرفہ کو موقف میں امام کھڑا ہوتا ہے اور تین مدینہ طیبہ میں جا کر گرے اور وہ طیبہ، احد اور رضوی ہیں اور طور سیناء شام میں اور اس کا نام طور اس لیے ہے کیونکہ یہ شام کی طرف ہوا میں اڑ کر گیا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا'' کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے دست قدرت کی) خنصر کو ظاہر فرمایا۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ''دَكًّا'' کو مشدد اور مد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن مردویہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ''دکا'' کے لفظ کو تنوین کے ساتھ بغیر مد کے پڑھا ہے (2)۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت معاویہ بن قرہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس کی عظمت وجلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے اور وہ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں جا کر گرے۔ جو مدینہ طیبہ میں گرے وہ یہ ہیں: احد، ورقان اور رضوی۔ اور جو مکہ مکرمہ میں گرے وہ یہ ہیں: ثور، ثبیر اور حراء۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے رب نے کلام فرمایا تو انہوں نے اپنے رب کو دیکھنا چاہا اور التجا کر دی۔ تو رب کریم نے جواب دیا ''لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ'' (تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے البتہ تم پہاڑ کی طرف دیکھو) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کر دیا۔ پھر ملائکہ کو آگ کے ساتھ گھیر لیا۔ پھر آگ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کیا اور پھر ان کے اردگرد آگ جمع کر دی اور پھر آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور خنصر کی مثل تجلی ڈالی۔ تو صرف اس پہاڑ کو پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ وہ اتنی دیر بے ہوش رہے جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو کہا ''سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' یعنی میں بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں (3)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 95 (11017)، دار الفکر بیروت 2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 261، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 69-61

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حجاب اٹھائے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حروف پڑھتے تھے" فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" اور فرماتے وہ ٹھوس پتھر تھا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اس پر تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی کا ٹیلا ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ پہاڑ زمین میں دھنس گیا۔ یہاں تک کہ وہ سمندر میں جا گرا اور وہ اس کے بعد بھی دھنستا جا رہا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو معشر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں چالیس رات تک قیام فرما رہے اور جو کوئی آپ کی طرف دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کے سبب مر جاتا اور اس کا مصداق کتاب اللہ میں ہے" فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" فرمایا (جب آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے اسے مٹی بنا دیا)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے عروہ بن رویم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طور پر تجلی ڈالنے سے قبل پہاڑ بالکل ٹھوس اور ہموار تھے۔ ان میں غاریں اور دراڑیں نہیں تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طور پر تجلی ڈالی تو طور پاش پاش ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گئے اور ان میں یہ غاریں اور دراڑیں بن گئیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ دَكًّا کا معنی ہے ہموار زمین۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا" جَعَلَهٗ دَكًّا" کا معنی ہے کہ پہاڑ کے بعض حصوں نے بعض کو گرا کر ہموار کر دیا (1)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ" وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی۔ مگر آپ کی روح آپ کے جسم میں ہی رہی۔ جب افاقہ ہوا تو جو دیکھا تھا اس کی عظمت و جلال کے سبب کہا:" سُبْحٰنَكَ" اے اللہ تو اس سے پاک ہے کہ وہ تجھے دیکھ سکے" تُبْتُ اِلَيْكَ" میں اپنے سابقہ امر سے رجوع کرتا ہوں۔" وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" اور رب میں پہلا تصدیق کرنے والا ہوں کہ کوئی تجھے دیکھ نہیں سکتا"۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ" وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں سب سے پہلا اس پر ایمان رکھنے والا ہوں کہ تیری مخلوق میں سے کوئی شے تجھے نہیں دیکھ سکتی (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ تفسیر بیان کی" وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مردہ حالت میں گر پڑے" فَلَمَّآ اَفَاقَ" اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اور جان آپ پر لوٹا دی" قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کہ کوئی نفس تجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا اس کے ساتھ کہ وہ زندہ بھی رہے اور اس وقت سارا عالم خوف زدہ ہو جائے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ" تبت

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 89، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 68

WWW.NAFSEISLAM.COM

25A

الیك ''میں تیرے دیدار کا سوال کرنے سے توبہ کرتا ہوں'' وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ '' اور میں ایمان لانے کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے اول ہوں۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے '' وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ '' کی تفسیر میں حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگرچہ آپ سے پہلے مومنین تھے۔ لیکن آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ان میں سے اول ہوں جو اس پر ایمان لائے کہ تیری مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت تک تجھے نہیں دیکھ سکے گا۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کے درمیان سے مجھے اختیار نہ کرو۔ کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو کر گر جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا (تو میں دیکھوں گا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں، سو میں نہیں جانتا۔ کہ انہیں مجھ سے پہلے افاقہ ہوا یا کوہ طور پر بے ہوش کر گرنے کے بدلے اب ان سے درگزر کیا گیا (1)۔

قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۴۵﴾

'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے سرفراز کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے اور لے لو جو میں نے دیا ہے تمہیں اور ہو جاؤ شکر گزار بندوں سے اور ہم نے لکھ دی موسیٰ کے لیے تختیوں میں ہر چیز نصیحت پذیری کے لیے اور (لکھ دی) تفصیل ہر چیز کی۔ پھر (فرمایا) پکڑ لو اسے مضبوطی سے اور حکم دو اپنی قوم کو کہ پکڑ لیں اس کی اچھی باتیں۔ عنقریب میں دکھاؤں گا تمہیں نافرمانوں کا (برباد شدہ) گھر''۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن شوذب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم جانتے ہو میں نے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری اور اپنے کلام سے کیوں سرفراز کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس لیے کہ تیرے تواضع کرنے کی مثل کسی نے تواضع نہیں کی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایسے عمل پر میری راہنمائی فرما کہ جب میں وہ عمل کروں تو اس میں جو معاملہ تو نے میرے ساتھ کیا ہے تیرا شکر ادا ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کہو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسے عمل کا ارادہ کیا ہے، جو ان کے جسم کو کمزور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں

1۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، جلد 1، صفحہ 481، قدیمی کتب خانہ کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو وہ ان تمام سے بھاری ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ''

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ تورات سونے کی قلموں سے لکھی گئی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیاں لکھیں اور وہ تختیوں میں قلمیں چلنے کی آواز سن رہے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''وہ تختیاں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئیں وہ جنت کے بیری کے درخت سے بنی ہوئی تھیں اور ایک تختی کی لمبائی بارہ ذراع تھی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ تختیاں جنت کے زبرجد اور زمرد کی بنی ہوئی تھیں، رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان تختیوں پر اس قلم کے ساتھ لکھا، جس کے ساتھ ذکر (قرآن کریم) لکھا۔ رب کریم نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اسی کے ساتھ تختیاں لکھیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وہ کہا کرتے تھے کہ وہ تختیاں یاقوت کی بنی ہوئی تھیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ زبرجد کی تھیں۔ ان کی کتابت سونے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ انہیں لکھا اور اہل آسمان نے قلم چلنے کی آواز سنی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابوالعالیہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں زبرجد کی تھیں۔

ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تختیاں سبز زمرد کی تھیں۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان پر اس قلم کے ساتھ لکھا جس کے ساتھ ذکر لکھا۔ اور رب تعالیٰ نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اس کے ساتھ تختیاں لکھیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات لکھی۔ اس وقت آپ چٹان کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور قلم چلنے کی آواز سن رہے تھے۔ تختیاں زمرد کی بنی ہوئی تھیں اور آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین سوائے حجاب کے اور کچھ نہ تھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین کے سوا کسی چیز کو مس نہیں کیا (وہ تین یہ ہیں) حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ جنت میں درخت اپنے دست قدرت سے لگائے اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حکیم بن جابر سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کو اپنے دست قدرت سے مس نہیں کیا (وہ تین یہ ہیں جنت میں درخت اپنے دست قدرت سے لگائے اور اس کی مٹی ورس اور زعفران کی بنائی اور اس کے پہاڑ کستوری کے بنائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت وروان بن خالد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، قلم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، عرش کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، وہ کتاب جو اس کے پاس ہے اور کوئی غیر اس پر مطلع نہیں، وہ اپنے دست قدرت سے لکھی اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی۔ اس میں ہر شے کی تفصیل اور پندونصائح تھے۔ جب آپ وہ لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت پر لگا ہوا دیکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے تورات پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سات میں سے چھ حصوں کو اٹھا لیا اور ساتواں حصہ باقی رکھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مغیث الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا کسی چیز کو بھی اپنے دست قدرت سے تخلیق نہیں فرمایا (وہ یہ ہیں) جنت میں اپنے دست قدرت سے درخت لگائے، حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے السنۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور تورات اپنے ہاتھ سے لکھی۔ پھر تمام چیزوں کے لیے فرمایا: کن (تو ہو جا) تو وہ چیزیں معرض وجود میں آگئیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ''وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ'' کی تفسیر حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح نقل کی ہے کہ ہر وہ شے جس کا انہیں حکم دیا گیا اور جس سے انہیں منع کیا گیا ہم نے آپ کے لیے تختیوں میں لکھ دی۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے یعنی جن چیزوں کا انہیں حکم دیا گیا اور جن سے انہیں منع کیا گیا ہر شے کی تفصیل اس میں موجود تھی۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مستدرک رحمہ اللہ میں اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اپنی کتاب میں فرما رہا ہے ''اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ'' (الاعراف: 144) ''وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ اس طرح جانتے ہیں کہ تمام اشیاء آپ کے لیے لکھ دی گئیں جیسے تم اپنے علماء کو جانتے ہو۔

پھر جب آپ ساحل سمندر تک پہنچے تو آپ کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی اور آپ نے اسے گفتگو کے لیے کہا تو اس نے آپ کی فضیلت علم کا اقرار کرلیا اور گفتگو نے اسے حسد پر نہ ابھارا (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت کی دشواری لاحق ہوئی۔ تو انہوں نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے خاص گھر میں رکھا ہوا تھا جہاں ہم پر موت طاری نہ ہوتی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں اتار دیا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اگر آدم علیہ السلام کو تمہاری طرف بھیج دیا جائے تو کیا تم ان سے مباحثہ کرو گے؟ آپ نے عرض کی۔ ہاں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھیجا، تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سوال کیا اور کہا: اگر تم لغزش نہ کرتے تو ہم یہاں نہ ہوتے۔ تو جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شے کی تفصیل اور نصائح عطا فرمائے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ "مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا" (الحدید:22) "نہیں آئی کوئی مصیبت زمین پر اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں"۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں (ایسے ہی ہے) تو اس طرح حضرت آدم علیہ السلام مباحثہ میں ان پر غالب آگئے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تختیوں میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کا ذکر بھی کیا۔ اور جو کچھ اپنے پاس ان کے لیے ذخیرہ کیے ہوئے ہے اور دین کے معاملے میں انہیں آسانیاں فراہم کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کے بارے میں وسعت دی ہے جو ان کے لیے حلال کی ہیں سب تحریر کردیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں لکھا: اے موسیٰ! میرے بارے میں جھوٹی قسم نہ اٹھانا۔ کیونکہ جو میرے بارے میں جھوٹی قسم اٹھاتا ہے میں اس کے عمل کو پاک نہیں کرتا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ نے "وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ" کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھا: میری عبادت کرو اور اہل آسمان اور اہل زمین میں سے کسی شے کو بھی میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ وہ سب میری مخلوق ہیں کیونکہ جب میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو میں غضب ناک ہوتا ہوں اور جب میں غضب میں ہوتا ہوں تو میں لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اولاد کی جانب سے چوتھی (نسل تک کو) پالیتی ہے۔ اور جب میری اطاعت وفرمانبرداری کی جائے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت

1۔ مستدرک حاکم، باب تواریخ المتقدمین من الانبیاء، جلد 2، صفحہ 626، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 71

عطا فرماتا ہوں اور میری برکت ایک امت کے بعد دوسری امت تک کو پہنچتی ہے اور تم میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ کیونکہ میرے نام کے ساتھ جو جھوٹی قسم کھاتا ہے میں اس کے عمل کو پاک نہیں کرتا اور اپنے والدین کی عزت وتوقیر کرو۔ کیونکہ جو اپنے والدین کی عزت وتکریم کرتا ہے تو میں اس کی عمر کو طویل کر دیتا ہوں اور اسے ایسا بچہ عطا فرماتا ہوں جو اس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ اور جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے میں اس کی عمر کو کم کر دیتا ہوں اور اسے ایسا بیٹا عطا کرتا ہوں جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور ہفتے کے دن کی حفاظت کرو کیونکہ یہی وہ آخری دن ہے جس میں میں اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے فارغ ہوا۔ نہ زنا کرو، نہ چوری کرو۔ اور میرے دشمن سے اپنا چہرہ پھیر کر نہ بھاگو اور اپنے اس پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا نہ کرو جو تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ اپنے پڑوسی کے مال پر قبضہ نہ کرو۔ اور تم اس کی بیوی کا پیچھا نہ کرو۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوحزرہ القاص سے بیان کیا ہے کہ وہ دس آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں لکھیں۔ وہ یہ ہیں کہ میری عبادت کرو، میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ، میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ کھاؤ، کیونکہ جو میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم کھاتا ہے میں اسے پاکیزگی اور طہارت عطا نہیں کرتا، میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میں تمہارے لیے تمہاری موت کو مؤخر کر دوں گا اور مصنوعی دوستی کرنے والے سے تمہیں بچاؤں گا، نہ چوری کرو اور نہ زنا کا ارتکاب کرو۔ ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کا نور چھپالوں گا اور تمہاری دعا کے لیے میرے آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ خیانت اور دھوکہ نہ کرو۔ لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ایسی چیز کے بارے شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو اور تمہارے دل نے سمجھا نہ ہو۔ کیونکہ قیامت کے دن میں شہادت دینے والوں کو ان کی شہادت کی بنا پر کھڑا کروں گا اور پھر شہادت کے بارے ان سے سوال کروں گا اور میرے سوا کسی کے لیے ذبح نہ کرو۔ کیونکہ اہل زمین کی کوئی قربانی میری طرف بلند نہیں ہوتی مگر وہی جس پر میرا نام ذکر کیا جائے (1)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو نازل فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ تم اہل ہوا (خواہش نفس کی پرستش کرنے والے) کی مجالست اختیار نہ کرو ورنہ وہ تمہارے دل میں وہ کچھ ڈال دیں گے جو اس میں نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن لال نے مکارم اخلاق میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں میں جو عطا فرمایا ان میں سے سب سے پہلے پہلی تختی میں جو لکھا ہوا ہے، وہ دس ابواب ہیں: اے موسیٰ! میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرا۔ کیونکہ میری جانب سے یہ قول برحق ہے کہ ضرور بہ ضرور مشرکین کے چہروں کو آگ میں جھلسایا جائے گا۔ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میں تجھے مصنوعی دوستی کرنے والے سے محفوظ رکھوں گا اور تیری عمر میں اضافہ کر دوں گا اور تجھے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 222 (4858)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 60 (9462)

WWW.NAFSEISLAM.COM

پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا۔ پھر تجھے اس سے بہتر کی طرف پلٹا دوں گا۔ اس نفس کو حق کے سوا قتل نہ کرو جسے میں نے حرام کیا ہے۔ ورنہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود اور آسمان اپنی اطراف واکناف کے باوجود تم پر تنگ ہو جائیں گے اور تو میری ناراضگی اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنائے گا۔ میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے قسم اٹھاؤ۔ کیونکہ جو مجھے پاک نہیں کرتا اور میرے اسماء کی تعظیم وتکریم نہیں کرتا، میں اسے کبھی پاک نہیں کرتا۔ اور میں نے لوگوں کو اپنے فضل میں سے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے اس پر لوگوں سے حسد نہ کرو اور نہ ہی ان سے میرا انعام اور رزق دور ہٹاؤ۔ کیونکہ حسد کرنے والا میری نعمت کا دشمن ہے، میرے فیصلے کو رد کرنے والا ہے اور میری اس تقسیم پر ناراض ہونے والا ہے جو میں اپنے بندوں کے درمیان کرتا ہوں۔ اور جو اس طرح نہ ہو پس میں اس سے نہیں اور وہ مجھ سے نہیں۔ (یعنی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں) اور ایسے معاملے کی شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو، تمہاری عقل ودماغ نے یاد نہ کیا ہو اور تمہارے دل نے اس پر یقین نہ کیا ہو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن شہادت دینے والوں کو ان کی شہادتوں کی بنا پر کھڑا کروں گا اور پھر شہادت کے بارے ان سے انتہائی تیز سوال کروں گا، نہ زنا کرو، نہ چوری کرو اور نہ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔ ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کو چھپا لوں گا اور تمہارے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور میرے سوا کسی اور کے لیے جانور ذبح نہ کرو۔ کیونکہ میں کوئی قربانی قبول نہیں کرتا مگر وہ جس پر میرا نام لیا جائے اور وہ خاص میری رضا کے لیے ہو۔ اور ہفتے کا دن میری عبادت کے لیے فارغ کر دو اور میری رضا کے لیے اپنی جان اور اپنے جمیع اہل بیت قربان کر دو۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہفتے کا دن عید بنایا ہے اور ہمارے لیے جمعہ کا انتخاب کیا ہے اور اسے ہمارے لیے عید بنا دیا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے جو کچھ تختیوں میں لکھا اس میں سے یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی کے مال اور اپنے بھائی کی بیوی کی خواہش اور آرزو نہ کرو۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت وہب بن منبہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: ہم نے تمہیں شوق دلایا اور تم مشتاق نہیں ہوئے۔ ہم تمہاری طرف مائل ہوئے اور تم روئے نہیں۔ خبردار! ہر رات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ آسمان سے ندا دیتا ہے: اے قتل کرنے والو! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لیے ایسی تلوار ہے جو کبھی کند نہیں ہوگی اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ چالیس برس کے لوگ اس کھیتی کی مثل ہیں جسے ہم نے کاٹ دیا ہے۔ پچاس سال کی عمر کے لوگو! حساب کی طرف آؤ، تمہارا کوئی عذر نہیں ہے۔ اے ساٹھ برس کی عمر پانے والو! تم نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا اور اے ستر برس عمر پانے والو! تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ کاش! مخلوق نہ ہوتی اور وہ پیدا نہ کیے جاتے اور جب انہیں پیدا کر دیا گیا تو وہ جانتے ہیں انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ خبردار سنو! قیامت تمہارے قریب آچکی ہے۔ پس اپنی احتیاط کو لازم پکڑو (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 178، بیروت

السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو بعد میں آئیں گے لیکن قیامت کے دن پہلے اٹھیں گے۔ وہ پیدا ہونے میں مؤخر ہیں اور جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے سابق اور مقدم ہیں پس انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اسے لوگوں کے لیے خیر امت بنا کر نکالا گیا ہے، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ سو تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کے بارے یہ پاتا ہوں کہ وہ پہلی اور آخری کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں گے اور بڑھتی ہوئی گمراہی کرنے والوں کے ساتھ قتال کریں گے یہاں تک کہ کانے کذاب کو بھی قتل کر دیں گے۔ سو انہیں تو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے دلوں میں ہوں گی اور وہ انہیں پڑھتے ہوں گے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ''تم سے پہلے لوگ اپنی کتابیں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ اور جب انہیں اٹھالیا گیا تو انہیں اس کی کوئی شے نہ حفظ تھی اور نہ وہ اسے یاد کر سکتے۔ اے امت حاضرہ! بے شک حفظ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جو تم سے پہلی امتوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہی اس کے لیے خاص کیا ہے اور تمہیں ہی یہ عزت وکرامت عطا فرمائی ہے''۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ اپنے صدقات خود کھائیں گے اور ان پر انہیں اجر بھی دیا جائے گا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے کوئی صدقہ کرتا تھا اور وہ اس سے قبول کر لیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک آگ بھیجتا اور وہ اسے کھا جاتی۔ اور اگر وہ رد کر دیا جاتا تو وہ پڑا رہتا اور پرندے درندے اسے کھا جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے صدقات تمہارے اغنیا سے فقراء کے لیے ہیں اور ان کے بدلے تم پر انتہائی رحمت فرمائی ہے اور اس کے عوض تم سے بے شمار تکالیف اور مصائب کو دور اور ہلکا کیا ہے''۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا قصد کرے گا۔ پھر وہ اس کے مطابق عمل نہ بھی کرے تو اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب کوئی ان میں سے برائی اور گناہ کا قصد کرے تو اس کے خلاف کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے اور اگر اس کے مطابق عمل کرے گا، تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ دعائیں کریں گے اور ان کی

WWW.NAFSEISLAM.COM

دعاؤں کو قبول کیا جائے گا۔ تو انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: پس ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں اور عرض کی: اے اللہ! تب تو مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ راوی کا بیان ہے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو چیزیں عطا فرمائیں جو کسی کو نہیں دی گئیں فرمایا یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ (الاعراف: 144) حضرت قتادہ نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ کے نبی راضی ہو گئے۔ پھر دوسری چیز عطا فرمائی اور وہ یہ ہے ''وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ۝ (الاعراف) '' اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے''۔ فرمایا: اس طرح اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام مکمل طور پر راضی ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے، اسے لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ پس تو انہیں میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے نیکی کا ارادہ کیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے اسی کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ پس تو انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جائے گا اور جب اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ پس تو انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔ تو انہیں میری امت بنادے۔ رب کریم نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو انہیں میری امت بنادے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو قیامت کے دن دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی تو انہیں میری امت بنادے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جن کی ان لوگوں کے خلاف مدد کی جائے گی جنہوں نے ان کے ساتھ عداوت رکھی یہاں تک کہ وہ کانے دجال کو بھی قتل کردیں گے۔ تو انہیں میری امت بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں اپنے ہاتھ سے پھینک دیں اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے کردے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ۝ (الاعراف) سو اللہ تعالیٰ کے

نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کا یہ قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنے رب کے ساتھ ہم کلام ہونے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کو جو شرف و کمال عطا کیا ہے، اس کے بارے ہے، اس طرح کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات پڑھی اور اس میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کی مدح وتوصیف کے مقام پر پہنچے تو کہا: اے میرے رب! یہ نبی کون ہے جسے اور ان کی امت کو تو نے اول بھی بنایا ہے اور آخر بھی؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو امی، عربی، حرمی، تہامی اور قاذر بن اسماعیل کی اولاد سے ہیں۔ میں نے انہیں اول بنایا ہے اس اعتبار سے کہ انہیں سب سے پہلے اٹھا کر میدان حشر میں لایا جائے گا اور میں نے انہیں آخر اس اعتبار سے بنایا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے، اے موسیٰ! میں نے ان کی شریعت کے ساتھ دوسری شریعتوں کو، ان کی کتاب کے ساتھ دوسری کتابوں کو، آپ کی سنت کے ساتھ دیگر سنن کو اور ان کے دین کے ساتھ دیگر ادیان کو ختم کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے چن لیا ہے اور مجھے شرف کلام عطا کیا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک تو میرا صفی ہے اور وہ میرا حبیب ہے۔ قیامت کے دن میں اسے ایک بلند مقام پر فائز فرماؤں گا۔ میں نے ان کا حوض دیگر حوضوں کی نسبت وسیع وعریض بنایا ہے۔ اس پر وارد ہونے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے اور ان کی اتباع کرنے والے بھی کثیر ہیں۔ عرض کی: اے میرے رب! تحقیق تو نے انہیں عزت وتکریم عطا کی اور شرف وعظمت سے نوازا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میرے لیے ضروری ہے کہ میں انہیں عزت وتکریم عطا کروں اور انہیں اور ان کی امت کو فضیلت عطا کروں۔ اس لیے کہ وہ میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور میرے تمام رسولوں کے ساتھ، میرے تمام کلمات کے ساتھ اور میرے ہر قسم کے غیب کے ساتھ اور جو ان میں شاہد ہے یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وصال کے بعد یوم قیامت تک (وہ ایمان لائیں گے)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! کیا یہ ان کی صفت اور تعریف ہے؟ رب کریم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو نے انہیں جمعہ عطا کیا ہے یا میری امت کو؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جمعہ تو ان کے لیے ہیں۔ تمہاری امت کے لیے نہیں۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت یہ دیکھی ہے کہ وہ پنج کلیان ہوں گے (یعنی وہ پانچ اعضاء جو دوران وضو دھوئے جاتے ہیں وہ روشن ہوں گے) وہ کون ہیں؟ کیا وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے جن کے پانچ اعضاء وضو، وضو کے اثر کے سبب چمک رہے ہوں گے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایسی قوم کا ذکر پایا ہے جو پل صراط سے بجلی اور ہوا کی طرح گزریں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا تذکرہ پایا ہے کہ وہ پانچ نمازیں پڑھیں گے، وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ اپنے نصف تک (یعنی نصف پنڈلی تک) چادریں پہنیں گے، وہ کون ہیں؟

فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا کہ انہیں ایک نیکی کا بدلہ دس ملیں گی اور ایک برائی کا بدلہ صرف ایک۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ وہ اپنی تلواریں سونتے ہوں گے اور کوئی حاجت (اور حرص) انہیں روک نہیں سکے گی۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو وہ تجھ سے استخارہ کریں گے اور پھر وہ کام شروع کریں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کے نیکو کاران کے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کریں گے۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ بیت حرام کا حج کریں گے۔ نہ وہ اس سے ہمیشہ دور رہیں گے اور نہ وہ اس سے مطلب برآری کی کوشش کریں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت میں یہ پایا ہے کہ وہ تیرے راستے میں لشکر کی صفیں باندھ کر لڑیں گے اور ان پر صبر پوری قوت کے ساتھ طاری رہے گا۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک گناہ کا ارتکاب کرے گا اور پھر وہ وضو کرے گا تو اس کا وہ گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ اور وہ نماز پڑھے گا۔ تو اس کے لیے نماز گناہ کا عوض بنانے کی بجائے اضافی اور زائد بنا دی جائے گی۔ پس وہ کون ہے؟ فرمایا وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے، پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ وہ تیرے رسولوں کی شہادت دیں گے کہ انہوں نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے پایا ہے کہ وہ صدقہ اپنے ہی پیٹوں میں ڈال لیں گے (یعنی وہ خود ہی کھا لیں گے) وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان کے مال غنیمت حلال ہوگا اور دیگر امتوں کے لیے یہ حرام ہے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ ان کے لیے زمین پاکیزہ اور جائے نماز بنا دی جائے گی۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ ذکر پایا ہے کہ ان میں سے ایک آدمی سابقہ یعنی ان سے پہلی امتوں کے تیس افراد سے بہتر ہوگا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: اے موسیٰ! وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ فرمایا: امم ماضیہ کا ایک آدمی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کسی فرد سے تیس گنا زیادہ عبادت کرتا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اور یہ ان سے تمام کتابوں کے ساتھ ایمان لانے کے سبب تیس گناہ زیادہ بہتر ہے۔

عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ تیرے ذکر کے لیے اکھٹے ہوں گے اور اسی کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ جیسا کہ گدھیں اپنے گھونسلوں میں اترتی ہیں۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا۔ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ جب وہ غصے میں ہوں گے تو تیرا ذکر کریں گے یعنی لا الہ الا اللہ کہیں گے اور جب جھگڑیں گے تو تیری تسبیح بیان کریں گے، وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ تیری خوشنودی کے لیے اس طرح غضب ناک ہوں گے جیسے چیتا اپنی ذات کے لیے حالت جنگ میں غضب میں ہوتا ہے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کے اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور ملائکہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں گے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ درخت اور پہاڑ انہیں اپنے پاس سے گزرتے وقت بشارت اور خوشخبری دیں گے، اس لیے کہ وہ تیری تسبیح و تقدیس بیان کریں گے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف دیکھا ہے کہ مصیبت کے وقت کے لیے انہیں استرجاع (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) کہنا عطا کیا گیا ہے اور انہیں مصیبت کے وقت کی نماز، رحمت اور ہدایت عطا کی گئی ہے، سو وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ تو اور تیرے فرشتے ان پر صلاۃ (رحمت) بھیجتے ہیں۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کے محسن (نیکوکار) بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے میانہ رو لوگوں سے آسان سا حساب لیا جائے گا اور ان میں سے ظلم کرنے والے کو بخش دیا جائے گا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ فرمایا: اے موسیٰ! تو ان میں سے ہے اور وہ تجھ سے ہیں۔ کیونکہ تو بھی میرے دین پر ہے اور وہ بھی میرے دین پر ہیں۔ لیکن میں نے تجھے اپنی پیغامبری اور اپنے کلام کے سبب فضیلت دی ہے۔ پس تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں اٹھایا جائے گا، تو ان کی صفیں مشرق و مغرب کے درمیان ساری جگہ کو بھر دیں گی۔ ان پر موقف کو آسان کر دیا جائے گا اور دیگر امتوں میں سے کوئی بھی ان کی فضیلت کو نہیں پا سکے گا۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کی روحیں ان کے بستروں پر قبض کی جائیں گی اور وہ میرے نزدیک شہید ہوں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ وہ تیرے بارے میں کبھی لومۃ لائم (ملامت کرنے والے کی ملامت) سے خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت دیکھی ہے کہ وہ مومنین کے لیے انتہائی نرم ہوں گے اور کفار پر انتہائی سخت ہوں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان میں سے صدیق تمام صدیقین سے افضل ہوگا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو نے انہیں عزت و تکریم اور فضیلت دی ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! وہ اسی طرح میرا نبی، صفی اور میرا حبیب ہے۔ اور ان کی امت سب سے بہتر اور افضل امت ہے۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ دیگر امتوں کے لیے جنت میں داخل ہونا حرام کیا گیا ہے یہاں تک کہ ان کا نبی اور اس کی امت جنت میں داخل ہو جائے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! بنی اسرائیل کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا: اے موسیٰ! آپ کی قوم بنی اسرائیل آپ کے بعد آپ کے دین کو تبدیل کر دے گی اور آپ کی وہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی ہے اس میں تغیر اور تبدیلی کر دیں گے اور محمد ﷺ کی امت ان کی سنت کو تبدیل نہیں کرے گی اور اس کتاب کو باطل نہیں کریں گے جو ان پر نازل کی جائے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس لیے میں نے عزت و کرامت کا تاج انہیں پہنایا ہے اور انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے نبی کو افضل الانبیاء بنایا ہے، وہ حشر میں اول ہوں گے، زمین پھٹنے میں بھی اول ہوں گے۔ (یعنی سب سے پہلے انہیں سے زمین پھٹے گی)، شفاعت کرنے میں اول ہوں گے اور سب سے پہلے انہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

عرض کی۔ اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ وہ بڑے حلیم اور علماء ہوں گے اور وہ اپنی فقاہت کے سبب انبیاء علیہم السلام کے مقام و مرتبہ کے قریب تک پہنچ جائیں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اے موسیٰ! انہیں اول و آخر کا علم عطا کیا گیا ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا ہے کہ ان کے سامنے دستر خوان رکھا جائے گا اور وہ اسے نہیں اٹھائیں گے یہاں تک کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان میں سے کوئی کپڑا پہنے گا اور وہ اسے نہیں جھاڑے گا یہاں تک کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پاتا ہوں کہ جب وہ اپنے جانوروں کی پیٹھوں پر بیٹھیں گے تو وہ تیری حمد و ثنا کریں گے۔ اور ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اے موسیٰ! وہ میرے وہ دوست (اولیاء) ہیں جن کے سبب میں آگ اور بتوں کے پجاریوں سے انتقام لوں گا۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تورات نازل ہوئی اور آپ نے اسے پڑھا تو اس میں اس امت کا ذکر پایا اور کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو الآخرون السابقون ہیں۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گی۔ وہ اسے یاد پڑھیں گے۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو مال فے کھائیں گے۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو صدقہ خود کھائیں گے اور انہیں اس پر اجر دیا جائے گا۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا ارادہ کرے گا اور پھر وہ اس کے مطابق عمل نہ کرے تو بھی اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اگر اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جنہیں اول و آخر کا علم دیا جائے گا اور وہ ضلالت و گمراہی کے ساتھیوں اور مسیح دجال کو قتل کریں گے۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! پھر تو مجھے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کر دے۔ تو اس وقت آپ کو دو خصلتیں عطا کی گئیں اور فرمایا یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں راضی ہوں (1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں عبدالرحمٰن مغافری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی حاکم کو روتے ہوئے دیکھا تو اسے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں وہ بات جس نے تجھے رونے پر مجبور کر دیا ہے اگر اس کی خبر میں تجھے دے دوں تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ تو اس نے کہا، ہاں، ضرور۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو سب امتوں سے بہتر اور افضل ہے، اسے لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، وہ پہلی اور آخری سب کتابوں کے ساتھ ایمان لائیں گے، گمراہ لوگوں کے ساتھ جنگ کریں گے یہاں تک کہ کانے دجال کو قتل کر دیں گے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

1۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، الفصل الرابع، جلد 1، صفحہ 77، بیروت

کی امت ہے۔اس عالم نے کہا ہاں (مجھے یہی بات یاد آئی جس کے سبب میں رونے لگا) حضرت کعب نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ دشمنوں سے الفت کرنے والوں کی تعریف کریں گے اور وہ فیصلے کرنے کے بڑے ماہر ہوں گے۔جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو کام کرنے والا یہ کہے گا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں ایسا کروں گا۔پس تو انہیں میری امت بنادے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔اس عالم نے کہا: ہاں اس طرح ہے۔پھر حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرے گا اور جب کسی وادی میں اترے گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے گا۔مٹی ان کے لیے پاکیزہ بنادی جائے گی اور زمین ان کے لیے مسجد ہوگی۔جہاں وہ چاہیں گے جنابت سے طہارت حاصل کرسکیں گے۔مٹی کے ساتھ ان کا طہارت حاصل کرنا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی طرح ہوگا جہاں وہ پانی نہیں پائیں گے۔وضو کے اثر سے ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔پس تو انہیں میری امت بنادے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔تو اس عالم نے کہا: ہاں (یہی چیز مجھے رونے پر مجبور کررہی تھی)۔حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں پایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک کمزور و ناتواں امت مرحومہ کا ذکر پاتا ہوں جو کتاب کے وارث ہوں گے اور تو نے انہیں چن لیا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (فاطر:32) ''پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیان رو ہیں اور بعض سبقت لے جانے والے ہیں نیکیوں میں''۔اور میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پاتا مگر یہ کہ اس پر رحم کیا گیا ہے۔پس تو انہیں میری امت بنادے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔اس عالم نے کہا: ہاں اس طرح ہے۔پھر حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی جانے والی کتاب میں پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا تذکرہ تورات میں پاتا ہوں کہ ان کے مصاحف ان کے سینوں میں ہوں گے اور وہ اہل جنت کے کپڑوں کی طرح کا لباس پہنیں گے، اپنی نمازوں میں ملائکہ کی صفوں کی طرح صفیں باندھیں گے اور مساجد میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مثل ہوں گی، ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو نیکیوں سے اس طرح بری اور خالی ہو جیسے پتھر درخت کے پتوں سے خالی ہوتا ہے، سو تو انہیں میری امت بنادے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔اس عالم نے کہا: ہاں اس طرح ہے۔پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس خیر و برکت اور عظمت سے آگاہ ہوئے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰے علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کو نوازا، تو کہہ اٹھے: اے کاش! میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے

ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف تین آیات وحی فرمائیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ آپ کو راضی کر رہا ہے۔ فرمایا: "یٰمُوْسٰۤى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ" (الاعراف: 144) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مکمل طور پر راضی ہو گئے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو کہا: کہ مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اوصاف کے بارے کچھ بتایئے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے کتاب اللہ میں ان کے متعلق یہ پایا ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والے ہیں۔ وہ ہر خیر و شر پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کرتے ہیں۔ وہ ہر شرف و بلندی پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کرتے ہیں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ان کی ندا اور پکار آسمان کی فضا میں ہوتی ہے اور حالت نماز میں ان کی آواز کسی چٹان پر شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی ہے۔ وہ نماز میں ملائکہ کی صفوں کی مثل صفیں باندھتے ہیں اور وہ میدان جنگ میں اس طرح صف بندی کرتے ہیں جیسے حالت نماز میں صفیں بناتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کریں گے تو ان کے آگے پیچھے شدید اور مضبوط نیزوں کے ساتھ ملائکہ ہوں گے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صف میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر سایہ فگن ہوگی۔ جیسا کہ گدھیں اپنے گھونسلے پر سایہ کیے رکھتی ہیں اور کبھی بھی لشکر سے پیچھے نہیں ہٹتے یہاں تک کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ان کے پاس حاضر ہو جائیں۔

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت محمد بن یزید ثقفی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قیس بن خرشہ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ صفین پہنچے تو حضرت کعب رکے اور تھوڑی دیر غور و فکر کرتے رہے۔ پھر کہا کہ اس مقام پر مسلمانوں کا اس قدر خون بہایا جائے گا کہ اس کی مثل زمین کے کسی حصہ میں نہیں بہایا جائے گا۔ تو حضرت قیس نے کہا: آپ کو کون سی چیز بتا رہی ہے۔ کیونکہ یہ تو وہ غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا ہوا ہے؟ تو حضرت کعب نے کہا: زمین کی ہر بالشت کے بارے میں اس تورات میں لکھا ہوا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی ہے کہ جو کچھ قیامت تک اس پر ہوگا اور جو کچھ اس سے نکلے گا۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت خالد ربعی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے ہاتھ بلند کر کے یہ کہہ رہے ہیں: اے میرے رب! تیرے مومن بندوں نے مجھے قتل کیا ہے (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت خالد ربعی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جب تو پیٹ بھر کر کھائے تو تو بھوکے کو یاد کر۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو رحم کر، تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ بے شک جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ تو کیسے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تجھ

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 160، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

پر رحم کروں گا۔ حالانکہ تو میرے بندوں پر رحم نہیں کرتا؟

امام احمد راور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے: اے ابن آدم! میرے سامنے کھڑے ہو کر اپنی نماز میں روتے ہوئے عجز کا اظہار نہ کر۔ کیونکہ میں اللہ ہوں جو تیرے دل کے قریب ہوں اور غیب سے تو میرا نور دیکھتا ہے۔ حضرت مالک نے فرمایا: اس نور سے مراد وہ حلاوت اور سرور ہے جو بندۂ مومن کو حاصل ہوتا ہے(1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ چار حروف ہیں جو تورات میں لکھے ہوئے ہیں جس نے مشاورت نہ کی وہ ندامت اٹھائے گا جس نے غنا کا اظہار کیا وہ ترجیح پا جائے گا فقر وافلاس سرخ موت ہے اور جیسے تو کرے گا ویسا ہی تیرے ساتھ کیا جائے گا(2)۔

امام احمد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت خیثمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو تیرا دل غنا سے بھر جائے گا اور تیرے فقر کا ازالہ ہو جائے گا اور اگر تو اس طرح نہیں کرے گا تو تیرا دل کام سے بھر جائے گا اور تیرا فقر دور نہیں ہوگا(3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں بیان سے یہ نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! ٹوٹا ہوا ٹکڑا (یعنی کھانے کا ٹکڑا) تجھے کفایت کرے گا، خرقہ (کپڑے کا ٹکڑا) تجھے ڈھانپ لے گا اور پتھر تجھے پناہ دے گا(4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہیب المکی رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! جب تو غصے میں ہو تو میرا ذکر کر اور جب میں غصے میں ہوا تو میں تیرا ذکر کروں گا اور میں تجھے ان کے ساتھ ہلاک نہیں کروں گا جنہیں میں ہلاک کروں گا۔ اور جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو اپنے لیے میری نصرت پر راضی ہو جا۔ کیونکہ تیرے لیے میری نصرت اس سے بہتر ہے جو تیری نصرت اپنے آپ کے لیے ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت الحسن بن ابی الحسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے تورات ہم پر بڑی بھاری اور ثقیل ہے۔ سو آپ ہمیں مجموعی طور پر ایسے امر سے آگاہ کریں جس میں تخفیف ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی آپ کی قوم نے آپ سے کیا سوال کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تو خود اچھی طرح جانتا ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا: بے شک میں نے تمہیں بھیجا ہے تاکہ ان کی جانب سے پیغام مجھے پہنچائے اور میری جانب سے انہیں پہنچائے۔ تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: کہ انہوں نے مجھ سے مجموعی طور پر ایسے امر کے بارے سوال کیا ہے جس میں تخفیف ہو اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تورات ان پر بڑی ثقیل ہے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تم انہیں یہ کہو کہ وہ میراث کے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کریں۔ تمہارے پاس گھر میں کوئی

1۔ حلیۃ الاولیاء، مالک بن دینار، جلد 2، صفحہ 359، مطبعۃ السعادۃ مصر

2۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 48، مطبعۃ السعادۃ مصر

3۔ ایضاً، خیثمہ، جلد 4، صفحہ 17-16

4۔ کتاب الزہد، صفحہ 18، بیروت

آدمی بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور چاہیے کہ کھانے کے بعد اس طرح وضو کریں جیسے نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ پس انہوں نے اسے بہت ہلکا سمجھا۔ پھر وہ اس پر بھی کاربند نہ رہ سکے۔ راوی نے کہا: تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: جو بات کرے تو وہ جھوٹ نہ بولے، جو وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے، جسے امین بنایا جائے تو وہ خیانت نہ کرے، اور تم اپنے ہاتھوں، آنکھوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے وہ آدمی جس کا علم بڑھتا ہے اس میں خوف اور اضطراب بھی بڑھتا ہے اور فرمایا: تورات میں لکھا ہوا ہے وہ آدمی جس کا پڑوسی گناہ کا عمل کرتا ہو اور وہ اسے منع نہ کرے تو وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو میری یاد دلاتا ہے اور خود مجھے بھلا دیتا ہے۔ تو میری طرف دعوت دیتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے۔ میں تجھے رزق دیتا ہوں اور تو عبادت میرے غیر کی کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ اور ان کے بیٹے نے ولید بن عمر رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! اپنے ہاتھوں کو حرکت دے تیرے لیے رزق کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں جن کاموں کا تجھے حکم دیتا ہوں، ان میں میری اطاعت کر۔ پس میں بذات خود ان امور کو بہتر جانتا ہوں جو تیری اصلاح کر سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ نے عقبہ بن زینب رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے تو ابن آدم پر توکل نہ کر، کیونکہ ابن آدم غافل ہے۔ بلکہ تو اس حی (زندہ) پر توکل کر جسے موت نہیں آئے گی۔ اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو موت آگئی تو اور کون ہے جسے موت نہیں آئے گی؟

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اس کتاب میں پایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی کہ جو آدمی دنیا سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مبغوض جانتا ہے اور جو دنیا سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے محبت فرماتا ہے اور جو دنیا کی عزت و تکریم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دیتا ہے اور جو دنیا کو ذلیل و حقیر جانتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت و تکریم عطا کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے چاہیے کہ تیرا چہرہ کشادہ اور خنداں ہو اور تیرا کلام حسین اور پاکیزہ ہو۔ تو لوگوں کے نزدیک ان لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہو جائے گا جو انہیں عطیات دیتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: جیسے تم رحم کرتے ہو اسی طرح تم پر رحم کیا جائے گیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے بنی اسرائیل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 212 (25338) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 215 (25365)

WWW.NAFSEISLAM.COM

26B

کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! اپنے رب سے ڈر، اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کر، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر۔ تو تیرے لیے تیری عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا، آسانی اور خوشحالی کو تیرے لیے آسان بنا دیا جائے گا اور تنگی اور تکلیف کو تجھ سے پھیر دیا جائے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے کردوس ثعلبی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔ تقویٰ اختیار کر، تو اس کے سبب بچ جائے گا، کیونکہ بچاؤ (اور حفاظت) تقویٰ میں ہے تم رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا تم توبہ کرو، تمہاری توبہ قبول کی جائے گی۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابوالجوزاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ اگر تیرے لیے باعث مسرت یہ ہے کہ تو زندہ رہے اور تو علم الیقین تک پہنچ جائے تو پھر ہر وقت یہ کوشش کر کہ تو شہوات دنیا پر غالب آجائے۔ کیونکہ جو شہوات دنیا پر غالب آجاتا ہے تو شیطان اس کے سائے سے دور بھاگتا ہے(2)۔

امام طبرانی نے السنہ میں اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات لکھے تو فرمایا: اے جبرائیل! تو جنت میں داخل ہو۔ اور جنت کے درخت سے میرے پاس دو تختیاں لا۔ پس جبرائیل امین علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے۔ تو جنت کے یاقوت کے درختوں میں سے ایک درخت آپ کی طرف متوجہ ہوا، آپ نے اس سے دو تختیاں کاٹیں اور اس درخت نے آپ کی اس سارے معاملہ میں اتباع کی، جس کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو فرمایا تھا، آپ ان دونوں تختیوں کو لے کر رحمٰن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے ان دونوں کو پکڑا۔ جونہی اللہ تعالیٰ نے انہیں مس کیا تو دونوں تختیاں نور ہو گئیں اور عرش کے نیچے ایک نہر ہے جس میں نور چلتا ہے۔ حاملین عرش میں سے کوئی نہیں جانتا وہ کہاں سے آرہا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں جا رہا ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اور جب رب رحمٰن نے اس سے سیاہی حاصل کر لی وہ خشک ہوگئی اور پھر جاری نہ ہوئی پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات اپنے دست قدرت سے لکھ دی، تو دونوں تختیاں انہیں عطا فرما دیں، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پکڑا تو وہ تختیاں پتھر بن گئیں۔ پھر جب آپ بنی اسرائیل اور ہارون علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو آپ انتہائی غصے میں تھے۔ آپ نے انہیں ڈاڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑا اور انہیں اپنی طرف کھینچنے لگے۔ تو حضرت ہارون نے آپ کو کہا: "قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (الاعراف: 150)" ہارون نے کہا اے میری ماں جائے) اس قوم نے کمزور و بے بس بنا دیا مجھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں مجھے"۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہارے پاس آنے سے خوف زدہ رہا۔ اور آپ کہہ رہے ہیں، کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور میرے قول کا انتظار نہیں کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کریم رب سے استغفار کیا اور اپنے بھائی کے لیے بھی استغفار کیا اور تختیاں ٹوٹ گئیں جب آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پھینکا تھا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی دعا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 217 (25390) 2۔ نوادر الاصول، صفحہ 26، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

میں کہا کرتے تھے ''اَللّٰھُمَّ لَیِّن قَلْبِیْ بِالتَّوْرَاۃِ وَلَا تَجْعَلْ قَلْبِیْ قَاسِیًا کَالْحَجَرِ'' ''اے اللہ! میرے دل کو تورات کے ساتھ نرم کردے اور میرے دل کو پتھر کی طرح سخت کر'' (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجتماعی عمل کے بارے سوال کیا۔ تو آپ کو کہا گیا: غور کرلو کہ وہ کام جس کے بارے تم چاہتے ہو کہ لوگ اس میں تمہارے ساتھ شریک ہوں، تو ایسے کام میں تم بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ'' کا معنی ہے پس تم اسے پوری کوشش اور احتیاط کے ساتھ پکڑلو۔ اور دَارَ الْفٰسِقِیْنَ سے مراد دارالکفار ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ'' کا معنی ہے پس تم اسے پوری کوشش کے ساتھ پکڑلو۔ اور ''وَّاْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا'' کا معنی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اسے پکڑلیں اس سے زیادہ قوت اور مضبوطی کے ساتھ، جس کے ساتھ آپ کی قوم کو حکم دیا گیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے امر کو پوری قوت اور کوشش کے ساتھ پکڑا جائے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ''بِقُوَّةٍ'' کا معنی بطاعۃ ہے یعنی تم اسے اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے پکڑلو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ''بِقُوَّةٍ'' کا معنی جد واجتہاد ہے یعنی تم اسے پوری کوشش اور محنت کے ساتھ پکڑلو۔ اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ پکڑلیں وہ سب اچھی باتیں جو اس میں پاتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا عنقریب میں تمہیں آخرت میں فاسقوں کا ٹھکانہ اور انجام دکھاؤں گا۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اس سے مراد دنیا میں ان کے (برباد شدہ) گھر ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ سے مراد جہنم ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے ''سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ'' کی تفسیر میں کہا کہ فاسقین کے گھروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اٹھایا گیا یہاں تک کہ آپ نے ان کی طرف دیکھ لیا (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ سے مراد مصر ہے۔

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 72-71
3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 157، دارالصمیعی الریاض

WWW.NAFSEISLAM.COM

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ
یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ
سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ (١٤٦) وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ
الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (١٤٧)

''میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں (کی توجہ) کو جو غرور کرتے پھرتے ہیں زمین میں ناحق اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیوں کو (تو بھی) نہ ایمان لے آئیں ان پر۔ اور دیکھ بھی لیں راہ رشد وہدایت تب بھی نہ بنائیں اسے (اپنا) راستہ اور اگر دیکھیں گمراہی کے راستہ کو (تو جھٹ) بنالیں اسے (اپنی) راہ۔ یہ (ساری غلط روی) اس لیے ہے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (ہمیشہ) رہے ان سے غفلت برتنے والے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ضائع ہوگئے ان کے سارے اعمال۔ کیا انہیں جزا دی جائے گی سوائے اس کے جو وہ کیا کرتے تھے؟ (ہرگز نہیں)''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ'' کا معنی حضرت سدی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: میں اپنی آیات میں غور وفکر کرنے سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو غرور کرتے پھرتے ہیں۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ میں ان کی توجہ پھیر دوں گا آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے اور ان نشانیوں سے جو ان میں پائی جاتی ہیں کہ وہ ان میں غور وفکر کریں یا ان میں تدبر کرتے ہوئے ان سے عبرت اور درس حاصل کریں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ اسی آیت کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں ان سے قرآن کریم کی فہم اور سمجھ چھین لوں گا۔

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ
اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا
ظٰلِمِیْنَ (١٤٨)

WWW.NAFSEISLAM.COM

''اور بنا لیا قوم موسیٰ نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا جو محض ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ وہ نہ بات کرسکتا ہے ان سے اور نہ انہیں ہدایت کی راہ بتا

سکتا ہے۔ انہوں نے (خدا) بنالیا اسے اور وہ (بڑے) ظالم تھے"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے "وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا" کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت انہوں نے اسے دفن کیا (یعنی زیورات کو اکٹھا کر کے پگھلا دیا اور اس کا ڈھانچہ سا بنالیا) تو سامری نے اس پر ایک مشت وہ مٹی پھینکی جو اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے اٹھائی تھی۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرعونیوں سے عاریۃً زیورات لیے اور سامری نے انہیں جمع کر کے ان سے ایک بچھڑا بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے جسم، گوشت اور خون عطا کر دیا اور ساتھ ہی اسے گائے کی آواز کی مثل آواز بھی عطا کر دی (1)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا مجھے ارشاد باری تعالیٰ "عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ" کا معنی بتایئے؟ تو آپ نے فرمایا: له خوار کا معنی ہے لَهٗ صِيَاحٌ، یعنی اس کی آواز اور چیخ و پکار بھی تھی۔ انہوں نے عرض کی: کیا عرب اسے پہچانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں کیا آپ نے شاعر کو یہ کہتے نہیں سنا ہے کہ وہ کہتا ہے:

كَانَ بَنِيْ مُعَاوِيَةَ بْنِ بَكْرٍ اِلَى الْاِسْلَامِ ضَاحِيَةً تَخُوْرُ

"بنی معاویہ بن بکر کی اسلام کی خاطر ایسی قربانیاں ہیں جو آواز نکالتی ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس بچھڑے نے صرف ایک ہی بار آواز نکالی۔ دوبارہ وہ نہیں بولا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ خُوَارٌ کا معنی صوت (آواز) ہے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۱۴۹

"اور جب وہ سخت پشیمان ہوئے اور انہیں نظر آ گیا کہ وہ (راہ راست سے) بھٹک گئے (تو) کہنے لگے کہ اگر نہ رحم فرماتا ہم پر ہمارا رب اور نہ بخش دیتا ہمیں تو ہم ضرور ہو جاتے نقصان اٹھانے والوں سے"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ "وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ" کا معنی بیان کیا ہے۔ کہ جب وہ نادم ہوئے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ
اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا
يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ٘ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ٘ وَ اَنْتَ
اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

''اور جب واپس آئے موسیٰ اپنی قوم کی طرف خشمناک (اور) غمگین ہو کر (تو) بولے (اے قوم!) بہت بری جانشینی کی ہے تم نے میری میرے بعد۔ کیا تم نے جلد بازی کی اپنے رب کے فرمان سے اور (غصہ سے) پھینک دیں تختیاں اور پکڑ لیا سر اپنے بھائی کا (اور) کھینچا اسے اپنی طرف۔ ہارون نے کہا: اے میری ماں جائے! اس قوم نے کمزور و بے بس بنا دیا مجھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں مجھے۔ سو نہ ہنساؤ مجھ پر دشمنوں کو اور نہ شمار کرو مجھے اس ظالم قوم کے ساتھ موسیٰ نے التجا کی: اے میرے رب! بخش دے مجھے اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے تمام رحم کرنے والوں سے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ اَسِفًا کا معنی حزینا (غمگین ہونا) ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے اس عمل پر غمگین ہو کر جو آپ کے بعد آپ کی قوم نے کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں اَسِفًا کا معنی غمگین ہونا ہے۔ اور سورۂ زخرف میں ہے ''فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا'' (الزخرف:55) ''پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا''۔ تو اس کے بارے آپ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ لفظ غصہ دلانے اور ناراض کرنے کے معنی میں ہے۔ گویا الاسف دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک غضب (غصہ) اور دوسرا حزن (غم)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَسِفًا کا معنی جزعًا (غم و تکدر کا اظہار کرنا) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الاسف غضب کے بعد اس سے شدید تر ایک مقام ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 78، داراحیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اَسِفًا سے مراد شدید غصہ ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، بزار، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واضح فرما رہا ہے کہ وہ شے جسے دیکھ لیا جائے وہ اس کی طرح نہیں ہوتی جس کی فقط خبر دی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کو آزمائش میں ڈالا دیا گیا ہے تو یہ سن کر انہوں نے تختیاں نہیں پھینکیں اور جب آپ نے انہیں دیکھا اور مشاہدہ کر لیا تو تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں اور ان میں سے کچھ ٹوٹ گئیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام غصے اور غضب میں ہوتے تو آپ کی ٹوپی آگ سے بھڑک اٹھتی۔

امام ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے تختیاں پھینکیں تو وہ ٹوٹ گئیں اور ان میں سے چھٹے حصے کے سوا سب اٹھالی گئیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں نصائح اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی۔ اور جب انہوں نے انہیں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سات حصوں میں سے چھ کو اٹھا لیا اور ساتویں کو باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ''وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ'' (الاعراف: 154) ''اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی''۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد ان کے بارے میں ہے جو ان میں سے باقی رہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبع مثانی عطا کی گئیں۔ ان سے مراد طوال (سات لمبی سورتیں) ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ عطا کی گئیں۔ پھر جب انہوں نے تختیاں پھینک دیں تو ان میں سے دو اٹھالی گئیں اور چار باقی رہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ''وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ'' کے ضمن میں حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ تختیوں سے پانچ چیزیں اٹھالی گئیں اور لوگوں کے لیے انہیں جاننا ضروری نہیں تھا۔ ان کا ذکر اس آیت میں ہے ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' (لقمان: 34) الی آخر الآیہ۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تختیاں زمرد کی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پھینکا تو تفصیل جاتی رہی اور صرف ہدایت باقی رہی۔

امام ابن منذر نے ابن جریر رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں نو تھیں ان میں سے دو اٹھالی گئیں اور سات باقی رہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ''وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 410، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے (کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ التجا کی) مجھے ان بچھڑے والوں کے ساتھ شمار نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

''بے شک جنہوں نے بنالیا بچھڑے کو معبود جلدی ہی پہنچے گا انہیں غضب ان کے رب کی طرف سے اور رسوائی دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں بہتان باندھنے والوں کو''۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ایوب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوقلابہ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا: کہ یوم قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے کے لیے یہی جزا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذلیل ورسوا کردے گا(1)۔

ابن ابی حاتم نے ''وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ'' کے بارے حضرت سفیان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تو کسی مبتدع کو نہیں پائے گا مگر تو اسے ذلیل ورسوا پائے گا۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا''(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ زمین میں کوئی بدعتی نہیں مگر یہ کہ وہ ایسی ذلت درسوائی پاتا ہے جو اسے ڈھانپ لے گی اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ لوگوں نے استفسار کیا: یہ کہاں ہے؟ تو آپ نے کہا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ...... الآیہ؟ تو لوگوں نے کہا: اے ابومحمد! یہ تو بچھڑے والوں کے لیے خاص ہے۔ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ اس کا مابعد حصہ پڑھو ''وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ''۔ پس یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے اور بدعت کا ارتکاب کرنے والے کے لیے ہے۔

وَ الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا٘ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾

''اور جنہوں نے کیے برے کام پھر توبہ کی اس کے بعد اور ایمان لائے بے شک آپ کا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی عورت سے زنا کرتا ہے اور پھر اس سے شادی کرلیتا ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَ الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا٘ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ''۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90 2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 72 (9522) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿١٥٤﴾

''اور جب فرو ہو گیا موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ تو اٹھالیا ان تختیوں کو اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی۔ ان میں ہر شے کی وضاحت اور پند و نصائح تھیں۔ تورات لکھی ہوئی تھی۔ پس جب آپ لے کر آئے۔ تو آپ نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا۔ تو آپ نے تورات اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی۔ پھر آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں سر سے پکڑ لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سات میں سے چھ اٹھالیں اور ساتویں باقی رہی۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا، آپ نے تختیوں کو اٹھالیا، تو ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تحریر ان میں سے باقی رہنے والی تختی میں تھی۔

امام ابو عبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے کہا کہ وہ تختیاں زمرد کی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پھینکا تو ان سے تفصیل جاتی رہی اور ہدایت اور رحمت باقی رہی۔ اور آپ نے پڑھا '' وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (اعراف: 145) اور پھر یہ آیت پڑھی '' وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ '' فرمایا یہاں تفصیل کا ذکر نہیں کیا گیا۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا (اعراف: 155) کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان افراد کو چنا، تا کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مل کر آپ کی قوم پر اللہ تعالیٰ کا حکم قائم کر سکیں۔ اور فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (اعراف: 155) کے بارے فرمایا کہ زلزلے نے انہیں بھی پکڑ لیا جب ان کی قوم کو پکڑا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: اس کے بعد کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر افراد کو لے کر نکلے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے اور یہ التجا کرنے لگے کہ وہ ان سے عذاب کو ٹال دے، دور فرمادے۔ لیکن ان کی دعا قبول نہ ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ وہ بھی معصیت اور گناہ میں اسی طرح واقع ہوئے ہیں جیسے ان کی قوم۔ ابو سعد نے کہا کہ میرے سامنے محمد بن کعب قرظی نے بیان کیا ہے کہ ان کی دعا اس لیے قبول نہیں کی گئی کہ انہوں نے انہیں بے حیائی اور گناہ سے منع نہیں کیا۔ اور نہ انہیں نیکی کا حکم دیا۔ پس زلزلے نے انہیں گرفت میں لے لیا، تو وہ مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت فضل بن عیسیٰ بن اخی رقاشی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا: کیا تم ہمارے چچا کے بیٹے اور ہم میں سے نہیں ہو اور تم گمان یہ کرتے ہو کہ تم نے رب العزت کے ساتھ کلام کیا ہے۔ پس ہم تمہارے ساتھ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر دیکھ لیں۔ جب اس کے سوا ہر شے کا انہوں نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ آپ اپنی قوم میں سے ستر افراد چن لیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر شرفاء کو چن لیا پھر آپ نے انہیں کہا تم نکل چلو۔ پس جب وہ ظاہر کھلے میدان میں پہنچ گئے تو آپ وہ لے کر ان کے پاس آئے جو پہلے ان کے لیے نہیں تھا، پس انہیں زلزلے نے پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! تو ہمیں واپس لوٹا دے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اب میرے پاس کوئی اختیار نہیں۔ تم نے ایک شے کے بارے سوال کیا پس وہ تمہارے پاس آگئی۔ چنانچہ وہ سارے کے سارے مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ کو کہا گیا: اے موسیٰ! تم واپس لوٹ جاؤ۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کہاں لوٹ چلوں؟ ”قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا (الاعراف:155)“ تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ اس (غلطی) کے جو کی (چند) احمقوں نے ہم سے“۔ الی قوبہ۔ ”فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ...... الایہ“ (اعراف:156) حضرت عکرمہ نے کہا: اس دن اس امت کے لیے رحمت لکھی گئی۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعد الموت میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کا وقت آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو ساتھ لے کر پہاڑ کی غار کی طرف چلو۔ کیونکہ میں ہارون علیہ السلام کی روح قبض کرنے والا ہوں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے چل پڑے۔ جب وہ غار کے پاس پہنچ گئے تو اس میں داخل ہوئے تو دیکھا وہاں ایک چارپائی پڑی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر لیٹ گئے اور پھر اس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا: اے ہارون! یہ جگہ کتنی حسین اور اچھی ہے۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام اس پر لیٹ گئے تو ان کی روح قبض کر لی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے دونوں غم زدہ حالت میں بنی اسرائیل کی طرف لوٹ آئے۔ تو انہوں نے آپ سے کہا: ہارون علیہ السلام کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان کا وصال ہو گیا ہے۔ تو انہوں نے کہا: نہیں بلکہ تم نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ تم یہ جانتے تھے کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم ہلاک و برباد ہو جاؤ۔ کیا میں اپنے بھائی کو قتل کر سکتا ہوں۔ جسے میں نے بطور وزیر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا تھا اور اگر میں ان کے قتل کا ارادہ کرتا تو کیا ان کا بیٹا مجھے چھوڑ دیتا؟ اس پر بنی اسرائیل نے کہا: نہیں تم نے انہیں قتل ہی کیا ہے۔ کیونکہ تم ہماری وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: سو تم ستر افراد چن لو۔ پس آپ انہیں ساتھ لے کر چلے اور راستے میں دو آدمی بیمار ہو گئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے ارد گرد خط کھینچ کر حصار بنا دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے اور بنی

WWW.NAFSEISLAM.COM

اسرائیل چلتے رہے یہاں تک کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ تو وہاں جا کر آپ نے فرمایا: اے ہارون! تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے کسی نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ میں فوت ہوا ہوں۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! جو آپ چاہتے ہیں، ہمارے لیے اپنے رب سے یہ دعا کریں کہ وہ ہمیں انبیاء بنا دے۔ راوی کا بیان ہے تو اس پر زلزلے نے انہیں پکڑ لیا۔ پس وہ سب گر پڑے اور وہ دو آدمی بھی گر پڑے جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے یہ التجا کرتے ہوئے اٹھے "لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور وہ سب اپنی قوم کی طرف انبیاء بن کر لوٹے (1)۔

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾

"اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدۂ ملاقات کے لیے۔ پھر جب پکڑ لیا انہیں زلزلہ (کے جھٹکوں) نے تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ (غلطی) کے جو کی (چند) احمقوں نے ہم سے نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش۔ تو گمراہ کرتا ہے اس سے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارفرما ہے، بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم میں سے ستر افراد چننے کا حکم فرمایا۔ پس آپ نے ستر آدمی چنے اور انہیں لے کر کھلے میدان میں نکلے اور یہ اس لیے کیا تا کہ وہ تمہارے رب سے اس کے بارے دعا کریں جس کے بارے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہوں نے کہا: اے اللہ! تو ہمیں وہ شے عطا فرما جو ہمارے بعد کسی کو عطا نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو ناپسند فرمایا اور انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے پکڑ لیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ التجا کی "لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ" وہ کہہ رہے تھے: یہ نہیں ہے مگر تیرا عذاب جسے تو چاہتا ہے اس میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اسے اس سے پھیر دیتا ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت نوف حمیری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر افراد کو اپنے رب کے وعدہ ملاقات کے لیے چن لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 89، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 88

WWW.NAFSEISLAM.COM

تمہارے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنا دوں گا، تمہارے گھروں میں تمہیں راحت وسکون عطا کروں گا۔ اور تمہیں اس لائق بنا دوں گا کہ تم تورات اپنے دلوں میں محفوظ کر کے یاد پڑھو گے۔ چنانچہ تم میں سے مرد اور عورتیں تورات پڑھیں گی، آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے سبھی تورات پڑھیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنا دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا: ہم عبادت کرنا نہیں چاہتے مگر صرف عبادت گاہوں میں۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں میں تمہیں راحت وسکون عطا کرے گا۔ تو انہوں نے کہا: ہم نہیں چاہتے مگر ویسا ہی جیسے تابوت میں تھا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس لائق بنا دے گا کہ تم تورات یاد پڑھو گے، پس تمہارے مرد اور عورتیں، آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے سبھی تورات یاد کر لیں گے۔ انہوں نے کہا: ہم تو اسے دیکھ کر پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور میں نے انہیں دوسروں کے لیے پیغام رساں بنایا ہے۔ تو مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔ پھر آپ نے عرض کی: تو مجھے اس امت میں سے بنا دے۔ رب کریم نے فرمایا: تم انہیں ہرگز نہیں پا سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں اپنی قوم کا وفد لے کر تیرے پاس حاضر ہوں اور میں نے انہیں دوسروں کے لیے پیغام رساں بنایا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی نازل فرمائی: وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٩﴾ (الاعراف) ''اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے''۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔ نوف نے کہا: کیا تم رب العالمین کی حمد بیان نہیں کرتے، جو تمہارے چھپے ہوئے اور مخفی امور پر شاہد ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہارے کان بنائے ہیں اور تمہارے لیے دوسروں کو پیغام رساں بنایا ہے؟

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت نوف بکالی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی چنے تو آپ نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف وفد بن کر چلو اور اس سے سوال کرو۔ پس ایک سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور ایک سوال ان کا تھا، پس جب وہ طور کے پاس پہنچے اور یہی وہ جگہ تھی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ تو انہوں نے کہا۔ أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً (النساء: 153) ''(اے موسیٰ) دکھاؤ ہمیں اللہ کھلم کھلا''۔ فرمایا: وہ بڑی حکمت والا ہے۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے بار بار یہ سوال کر رہے ہو؟ فرمایا: یہی ہمارا سوال ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کھلم کھلا کراؤ۔ تو انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے آ لیا اور وہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

سب گر پڑے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں بنی اسرائیل میں سے ستر شرفاء تیرے پاس لایا ہوں۔ سو تو انہیں ان کی طرف واپس لوٹا دے۔ کیونکہ اب میرے ساتھ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ میں بنی اسرائیل کو کیسے مطمئن کروں گا۔ کیا وہ مجھے قتل نہیں کر دیں گے؟ پھر آپ سے کہا گیا: تم اپنا مسئلہ پیش کرو۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو انہیں دوبارہ زندہ کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا۔ تو اس طرح ان کا سوال اور آپ کا سوال بھی ختم ہو گیا اور اس دعوت کو اس امت کے لیے بنا دیا گیا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رقاشی رحمہ اللہ سے اسی آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ستر افراد عمر کے لحاظ سے تیس سال سے اوپر تھے اور چالیس سال کو ابھی نہیں پہنچے تھے۔ اور ایسا اس لیے تھا کہ تیس سال سے اوپر کی عمر میں جہالت اور بچپنا ختم ہو جاتا ہے اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنی عقل اور فہم و فراست سے کوئی شے بھی مفقود نہیں پاتا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِّمِيقَاتِنَا" کا معنی وعدہ کی جگہ ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی تکمیل وعدہ کے لیے چنے اور "فَلَمَّآ أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ" کے بارے کہا: پھر جب انہیں زلزلہ (کے جھٹکوں) نے پکڑ لیا تو وہ مر گئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ "إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ" کا معنی ہے کہ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فتنہ سے مراد مشیت ہے یعنی یہ نہیں ہے مگر تیری مشیت۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! بے شک اس سامری نے انہیں بچھڑا بنانے کا حکم دیا ہے۔ کیا تو نے دیکھا ہے کہ اس میں روح کس نے پھونکی ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: میں نے۔ تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت راشد بن سعد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ملاقات کے لیے مقررہ جگہ پر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک تمہارے بعد تمہاری امت کو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! انہیں کیسے آزمایا جا رہا ہے۔ حالانکہ تو نے انہیں فرعون سے نجات دی ہے، تو نے انہیں سمندر سے بچا لیا ہے اور تو نے ان پر انعام فرمایا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! انہوں نے تیرے بعد ایک بچھڑا بنایا ہے جو فقط ڈھانچہ ہے اس سے گائے کی آواز آتی ہے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تو اس میں روح کس نے ڈالی ہے؟ رب کریم نے فرمایا: میں نے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! اے رئیس النبیین، اے ابوالحکماء! میں نے یہ ان کے دلوں میں دیکھا، تو میں نے اسے ان کے لیے آسان بنا دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی عمر عدنی نے مسند میں، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ

قول نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا، انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا اس لیے کہ اگرچہ وہ بچھڑے پر رضامند نہیں تھے لیکن انہوں نے اس سے روکا نہیں تھا۔

عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ستر افراد پاکیزہ لباس پہنتے تھے، ایسے کپڑے جن کا سوت باکرہ عورت کاتتی اور اسے بنتی تھیں۔ پھر وہ بارش والی رات کی صبح کھلے میدان کی طرف نکلتے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے۔ تو قسم بخدا! اس دن اس قوم نے جو بھی مانگا اللہ تعالیٰ نے وہ اس امت کو عطا فرمایا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا وہ سیاہ خضاب سے پہچانے جاتے تھے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ
عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ
فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا
يُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ
اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ
نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

"اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں خیر و برکت اور آخرت میں بھی۔ بے شک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔ اللہ نے فرمایا: میرا عذاب، پہنچاتا ہوں میں اسے جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر۔ سو میں لکھوں گا اس کو ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں، پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں"۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے قول باری تعالیٰ ''وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ'' کے بارے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ عطا نہیں فرمائیں۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا ''قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ارشاد خداوندی ''وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ'' کے متعلق انہوں نے کہا کہ اس دن اس امت کے لیے رحمت لکھ دی گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آیت میں حَسَنَةً سے مراد مغفرت ہے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ایک سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ کا معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے رجوع کیا ہے(4)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو وجزہ سعدی رحمہ اللہ جو کہ عربی زبان کے بہت بڑے ماہر اور عالم تھے سے بیان کیا ہے: نہیں قسم بخدا! عربوں میں سے کسی کے کلام میں ''هُدْنَآ'' کا لفظ نہیں جانتا۔ اسے کہا گیا: وہ کیسے؟ تو اس نے کہا یہ لفظ هِدْنَا ہاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا معنی ہے: ہم مائل ہوئے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ'' کے بارے دونوں نے کہا کہ دنیا میں میری رحمت وسیع ہے اور ہر نیکوکار اور فاسق کو شامل ہے اور قیامت کے دن صرف متقی لوگوں کے لیے ہوگی(5)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی اس میں رہنے والی ساری مخلوق کو شامل ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سماک بن فضل رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ذکر کیا گیا کہ کون سی شے سب سے بڑی اور اعظم ہے تو پاس موجود لوگوں نے آسمانوں اور زمین کا ذکر کیا اور آپ خود خاموش رہے۔ تو ساتھیوں نے کہا: ابوالفضل! اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑھ کر اور کوئی شے عظیم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے: ''وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ''۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 158، دار الصمیعی الریاض
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 94، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 95
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 203 (35352)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
5۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 99، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے اپنی سواری کو بٹھایا پھر اسے باندھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر یہ دعا کی: اے اللہ! مجھ پر اور محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحم فرما۔ اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے وسیع رحمت کو محدود کر دیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں اور ان میں سے ایک رحمت (زمین پر) نازل فرمائی، جس کے سبب ساری مخلوق جن وانس اور جانور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت وشفقت کا سلوک کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھیں (1)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت ہے جس کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرتی ہے اور جانور اپنی اولاد کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے لیے ننانوے رحمتیں مؤخر کر رکھی ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوف اور ابن مردویہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا، اس دن اس نے سو رحمتیں بھی پیدا فرمائیں۔ ان میں سے ہر رحمت زمین وآسمان کے مابین ہر شے کو محیط ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک رحمت زمین کی طرف اتاری۔ اسی کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتی ہے، والدہ اپنی اولاد کے ساتھ شفقت اور پیار کرتی ہے، اسی کے سبب پرندے اور درندے ایک جگہ سے پانی پیتے ہیں اور اسی کے سبب ساری مخلوق زندگی گزار رہی ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ یہ رحمت اپنی مخلوق سے چھین لے گا اور پھر متقی لوگوں کو عطا فرما دے گا۔ اور اس میں ننانوے رحمتوں کا اضافہ بھی فرمائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ”وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ۔(3)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اپنے دین میں فسق وفجور کرنے والا اور اپنی معیشت میں احمقانہ پن اپنانے والا بالضرور جنت میں داخل ہوں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ ضرور بہ ضرور جنت میں داخل ہوگا جس کے گناہ آگ مٹا دے گی۔ اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اتنی وسیع مغفرت فرمائے گا کہ ابلیس کو بھی رحمت پہنچنے کی امید لگنے لگے گی (4)۔

امام احمد، عبد بن حمید نے مسند میں، ابو یعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ نے اظہار فخر کیا۔ پس جہنم نے کہا: اے

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 312، دار صادر بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب التوبہ، جلد 17، صفحہ 57 (2735) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 61-60، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ۔ 4۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 168، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

27A

میرے رب! مجھ میں بڑے بڑے جابر حکمران، بادشاہ اور سردار ہوں گے۔ اور جنت نے کہا: مجھ میں فقراء، مساکین اور کمزور لوگ داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو فرمایا: تو میرا عذاب ہے، میں تجھے جس تک چاہوں گا پہنچاؤں گا اور جنت کو فرمایا: تو میری رحمت ہے اور ہر شے کے لیے وسیع وکشادہ ہے۔ تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرنا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابوبکر ہذلی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ فرمان نازل ہوا: ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے کہا: اے میرے رب! میں بھی شے کے ضمن میں داخل ہوں۔ تو پھر یہ فرمان نازل ہوا: فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ۔ الآیہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے یہ رحمت چھین لی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ ارشاد نازل ہوا: ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے کہا: میں بھی شے میں سے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ پھر یہ ارشاد نازل فرمایا:'' فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ۔ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ فرمان نازل ہوا ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے کہا: ہر شے کے ضمن میں میں بھی آتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ'' یہودیوں نے کہا: پس ہم ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ'' سو اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو ابلیس اور یہودیوں سے علیحدہ کر دیا اور اسے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ خاص کر دیا۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ'' تو ابلیس نے گردن لمبی کی اور کہا: شے کے ضمن میں میں بھی ہوں تو پھر یہ آیت نازل ہوئی ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ''۔ تو یہودیوں نے بڑے فخر سے اپنی گردنیں بلند کرتے ہوئے کہا: ہم تورات اور انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور یہود ونصاریٰ سے رحمت کو کھینچ لیا اور اسے صرف اس امت کے لیے بنا دیا۔ اور فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ'' الآیہ۔(2)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، بزار نے مسند میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ایک شے کا سوال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کو عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ''وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ'' الی قولہ ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ'' پس اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے عطا فرمائی جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ

1۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 1، صفحہ 553 (1308) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 343 (379) دار الکتب العلمیہ بیروت

27B

کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ رحمت اس امت کے لیے لکھ دی ہے(1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ستر کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اور آپ کی دعا کو ان کے حق میں قبول فرمالیا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے اور آپ کے اس قول کی اتباع کی۔ ''فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ...... فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مُحَمَّدًا''(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے سو میں اسے (رحمت کو) لکھوں گا ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، یعنی جو شرک سے بچتے ہیں(3)۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ'' سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے کاش! مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مؤخر کر دیا جاتا۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ کا رب مخلوق کو پیدا فرماتا ہے کیا پھر انہیں عذاب بھی دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! فصل کاشت کرو۔ پھر آپ نے عرض کی: میں نے فصل کاشت کر دی۔ تو رب کریم نے فرمایا: فصل کاٹ لو۔ عرض کی: کاٹ لی۔ فرمایا: اسے گاہ لو۔ عرض کی: گاہ لیا۔ فرمایا: صاف کر کے دانے نکال لو۔ عرض کی: دانے نکال لیے۔ پھر فرمایا کیا کوئی شے باقی رہی؟ عرض کی۔ کوئی ایسی شے باقی نہیں رہی جس میں خیر اور نفع ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح میں بھی اپنی مخلوق میں سے کسی کو عذاب نہیں دوں گا مگر اسے ہی جس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہوگی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ دونوں ان ستر افراد میں سے ہیں جن کے بارے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے فخر کرتے ہوئے التجا کی تھی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کر دیئے گئے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ ''وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ...... الایہ''(اعراف:155)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام مسجد حرام کی طرف اترتے ہیں اور اپنا جھنڈا مسجد حرام میں گاڑ دیتے ہیں اور تمام ملائکہ ان مساجد کی طرف آتے ہیں جن میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے اجتماع ہوتا ہے۔ اور اپنے اپنے جھنڈے مساجد کے دروازوں پر گاڑ دیتے ہیں۔ پھر وہ چاندی کے کاغذ اور سونے کی قلمیں کھول لیتے ہیں۔ پھر وہ جمعہ کی طرف پہلے آنے والے کے نام بالترتیب لکھتے ہیں۔ جب مسجد میں آنے والوں کی تعداد ستر ہو جاتی ہے درآنحالیکہ وہ جمعہ کی طرف جلدی آئے ہوں۔ تو پھر وہ اپنے کاغذ لپیٹ لیتے ہیں۔ پس یہ ستر افراد ان کی طرح ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے چنا تھا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 97
2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 352، دار الکتب العلمیہ بیروت
3 تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 99

اور وہ لوگ جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا وہ انبیاء تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ہم میں سے ستر آدمی جمعہ کے لیے آئیں تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان ستر افراد کی طرح ہیں جنہیں وفد بنا کر وہ اپنے رب کے پاس لے گئے یا ان سے بھی افضل ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ ''النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ'' کا مفہوم حضرت ابراہیم نخعی نے یہ بیان کیا ہے کہ نہ وہ لکھتے ہیں اور نہ پڑھتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ'' کا مفہوم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ وہ تمہارے نبی ﷺ ہیں، آپ امی تھے، لکھتے نہیں تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور الوداع کہنے والے کی طرح خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: میں محمد نبی امی ہوں، میں محمد نبی امی ہوں، میں محمد نبی امی ہوں (ﷺ) اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھے فواتح الکلم، خواتم الکلم اور جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ مجھے جہنم کے محافظ فرشتوں اور حاملین عرش کے بارے بتایا گیا ہے۔ پس جب تک میں تم میں موجود ہوں، تم میری بات سنو اور میری اطاعت و فرمانبرداری بجالاؤ اور جب مجھے موت آجائے، تو تم کتاب اللہ کو لازم پکڑے رکھو، اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال جانو۔ اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حرام جانو۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ہم امت امیہ ہیں نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ ہم حساب کرتے ہیں۔ بے شک مہینہ اتنے اتنے (دنوں کا) ہے۔ آپ نے چھ مرتبہ اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور (آخری بار) ایک انگلی بند کر لی (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ مجھے حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وصال نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ پڑھنے اور لکھنے لگے۔ میں نے یہ حدیث حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذکر کی، تو انہوں نے کہا: یہ سچ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ہمارے اصحاب اسی طرح کہا کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ''۔ اس کے بارے ابن سعد، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اس نبی ﷺ کی نعت، امر اور نبوت کا ذکر پاتے ہیں درآنحالیکہ یہ ان کے پاس لکھا ہوا ہے (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ بعض کتب میں رسول اللہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، جلد 1، صفحہ 256، قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ طبقات ابن سعد بصفۃ النبی ﷺ، جلد 1، صفحہ 362، بیروت

ﷺ کے اوصاف اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ بد خلق اور تند خو نہیں ہیں اور نہ ہی آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ آپ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر کر لیتے ہیں۔ آپ کی امت ہر حال میں حمد و ثناء بیان کرنے والی ہے (2)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے اعرابیوں میں سے ایک آدمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں کچھ میٹھا پھل لے کر مدینہ طیبہ میں تجارت کے لیے آیا۔ جب میں اپنی فروخت سے فارغ ہوا تو میں نے کہا: میں ضرور بہ ضرور اس آدمی سے ملاقات کروں گا اور اس کی باتیں سنوں گا۔ پس وہ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ملے، اس حال میں کہ وہ دونوں چل رہے تھے۔ پس میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں ایک یہودی کے پاس آئے۔ وہ تورات کو کھول کر پڑھ رہا تھا اور اس کے ساتھ اپنے آپ کو اپنے قریب الموت بیٹے کے غم سے تسلی اور حوصلہ دے رہا تھا۔ اس کا بیٹا انتہائی حسین اور خوبصورت نوجوان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: میں تجھے اس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات نازل فرمائی! کیا تو اپنی کتاب میں میرا ذکر ان صفات کے ساتھ اور میرے ظہور کی جگہ کا ذکر پاتا ہے؟ تو اس نے اپنے سر کے ساتھ اس طرح اشارہ کیا کہ نہیں۔ تو اس کے بیٹے نے کہا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے تورات نازل فرمائی! بے شک ہم اپنی کتاب میں آپ کی یہ صفات اور آپ کے ظہور کی جگہ کا ذکر پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پھر فرمایا: اپنے بھائی کو یہودی کے پاس رہنے دو۔ بعد ازاں اس کے کفن اور اس پر نماز جنازہ کا اہتمام فرمایا۔

امام ابن سعد، بخاری، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کے بارے بتائیے تو انہوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں۔ قسم بخدا! قرآن کریم میں موجود صفات میں سے بعض تورات میں بیان کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ (الاحزاب) "اے نبی (مکرم!) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا"۔ اور آپ امیوں کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ تو بد خلق ہیں اور نہ ہی تند خو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف فرما دیں گے اور درگزر کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ آپ کے سبب بھٹکی ہوئی ملت صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے اور وہ یہ کہنے لگیں لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور غافل دلوں کو سننے اور یاد رکھنے والے دل عطا فرما دے (1)۔

امام ابن سعد، مسند میں دارمی، دلائل میں بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

1۔ طبقات ابن سعد، صفۃ النبی ﷺ، جلد 1، صفحہ 362، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 101، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہ آپ نے فرمایا: تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ (الاحزاب) ''اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا'' اور آپ امیوں کی حفاظت فرمانے والے ہیں، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ نہ تو بدخلق ہیں اور نہ ہی تندخو اور نہ ہی آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں، آپ برائی کا بدلہ اس کی مثل سے نہیں دیں گے بلکہ معاف فرمادیں گے اور درگزر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا یہاں تک کہ آپ کے سبب بھٹکی ہوئی ملت کو صراط مستقیم پر گامزن کردے اور وہ یہ کہنے لگیں: لا الہ الا اللہ اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور غافل دلوں کو سننے اور یاد رکھنے والے دل عطا فرمادے۔ (1)

امام دارمی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ پہلی سطر میں ہے ''مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِی الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَّلَا غَلِیْظٌ وَّلَا صَخَّابٌ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَةِ السَّیِّئَةَ وَلٰكِنْ یَّعْفُوْ وَیَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطِیْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ'' ''کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، میرے بندے اور صاحب اختیار ہیں، آپ نہ بدخلق ہیں اور نہ تندخو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف کردیں گے اور بخش دیں گے آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے، مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے اور آپ کا ملک شام ہے''۔ اور دوسری سطر میں ہے ''مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ، یَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِی السَّرَّاءِ وَ الضَّرَّاءِ، یَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَّیُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰی كُلِّ شَرَفٍ، رُعَاةُ الشَّمْسِ یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَآءَ وَقْتُهَا وَلَوْكَانُوْ اعَلٰی رَاْسِ كُنَاسَةٍ، وَیَاْتَزِرُوْنَ عَلٰی اَوْسَاطِهِمْ، یُوَضِّئُوْنَ اَطْرَافَهُمْ، وَاَصْوَاتُهُمْ بِاللَّیْلِ فِیْ جَوِّ السَّمَاءِ كَاَصْوَاتِ النَّحْلِ'' ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے، وہ خوشحال اور تنگی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں، وہ ہر منزل میں اترتے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرتے ہیں، سورج کی رعایت رکھتے ہوئے جب نماز کا وقت ہو جائے تو وہ نماز ادا کرتے ہیں، وہ اپنی کمروں پر تہبند باندھتے ہیں اور اپنے اعضاء کو اچھی طرح وضو کراتے ہیں اور آسمان کی فضا میں رات کے وقت ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی آوازوں کی طرح گونجتی ہیں''۔

امام ابن سعد، دارمی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوفروہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کس طرح بیان کیے گئے ہیں؟ تو حضرت کعب نے کہا: ہم تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح پاتے ہیں کہ آپ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی اور آپ طابہ (مدینہ طیبہ) کی طرف ہجرت فرما ہوں گے اور آپ کا ملک شام ہو گا۔ آپ نہ تو فحاشی کا ارتکاب کریں گے اور نہ بازاروں میں شور و شغب۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے۔ بلکہ

1۔ طبقات کبریٰ، صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل، جلد 1، صفحہ 360، دار صادر بیروت

معاف کر دیں گے اور بخش دیں گے۔ آپ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے۔ وہ ہر قسم کی خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے اور ہر ٹیلے اور بلند جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کریں گے۔ وہ اپنے اعضاء کو وضو کے پانی سے دھوئیں گے اور اپنی کمروں کے ساتھ تہبند باندھیں گے۔ وہ اپنی نمازوں میں اس طرح صف بندی کریں گے جس طرح وہ اپنے میدان قتال میں صف بند ہوں گے۔ مساجد میں ان کی آوازوں کی گونج شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوگی اور ان کی منادی (اذان) آسمان کی فضا میں سنی جائے گی (1)۔

ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کس طرح پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم اس طرح آپ کا تذکرہ پاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کا نام متوکل ہے۔ آپ نہ بدخلق ہیں اور نہ تندخو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ آپ کو چابیاں عطا کی گئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب کانوں کو دیکھنے والی آنکھیں اور بہروں کو سننے والے کان عطا کرے اور آپ کے سبب ٹیڑھے راستے کو سیدھا کر دے، یہاں تک کہ وہ شہادت دے لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ، آپ مظلوم کی مدد کریں گے اور اس کا اس سے دفاع کریں گے کہ اسے کمزور اور ضعیف سمجھا جائے (2)۔

امام زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری صفت یہ ہے کہ میں احمد ہوں، متوکل ہوں۔ آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور آپ کا مقام ہجرت طیبہ (مدینہ منورہ) ہے۔ آپ نہ بدخلق ہیں اور نہ تندخو۔ آپ نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں دیتے۔ آپ کی امت بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہے۔ وہ اپنی کمروں پر تہبند باندھتے ہیں۔ اپنے اعضا کو وضو کے پانی سے دھوتے ہیں۔ ان کی اناجیل ان کے سینوں میں ہیں۔ وہ نماز کے لیے اس طرح صف بندی کرتے ہیں جس طرح جنگ کے لیے صفیں باندھتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے سبب وہ اپنے خون کی قربانی دیتے ہیں۔ رات کے وقت وہ راہب ہوتے ہیں (یعنی انتہائی عبادت گزار) اور دن کے وقت شیر ہوتے ہیں۔

امام ابونعیم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کچھ نازل کیا تھا میرا باپ لوگوں کی نسبت اس کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور جو کچھ وہ جانتے تھے انہوں نے مجھ سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی، جب وہ قریب الموت ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! تو جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی جو بھی میں جانتا تھا۔ مگر میں نے تجھ سے دو کاغذ علیحدہ چھپا رکھے ہیں۔ اور ان میں یہ ہے کہ ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس کا سایہ اپنے سارے زمانے پر ہوگا پس میں نے پسند نہیں کیا کہ اس کے بارے تجھے خبر دوں اور نہ میں تجھ پر یہ اعتماد رکھتا ہوں کہ ان کذابین میں سے کوئی ظاہر ہوا تو تو اس کی اطاعت کرے گا۔ میں نے وہ کاغذ اس جالے میں رکھے ہیں جسے تو دیکھ رہا ہے اور ان پر مٹی کا لیپ کر دیا گیا ہے، پس تو اس وقت نہ انہیں چھیڑنا اور نہ ان میں غور و فکر کے لیے دیکھنا۔ سو اگر تیرے بارے میں اللہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، الشام یکون ملک اہل الاسلام، جلد 1، صفحہ 185، دار الفکر بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ، جلد 1، صفحہ 377، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعالیٰ خیر اور بھلائی چاہے گا اور وہ نبی مکرم ﷺ تشریف لائیں گے تو تو ان کی اتباع کرے گا پھر جب وہ فوت ہو گئے۔ اور ہم نے انہیں دفن کر دیا تو اب میرے لیے ان دو کاغذوں میں دیکھنے سے بڑھ کر اور کوئی شے پسندیدہ اور محبوب نہ تھی۔ چنانچہ میں نے وہ جالا کھولا اور اس سے وہ دونوں کاغذ نکالے۔ تو ان میں یہ لکھا ہوا تھا: محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت طیبہ (مدینہ طیبہ) ہے، آپ نہ تو بد اخلاق ہیں اور نہ تندمزاج اور نہ ہی آپ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے ہیں آپ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتے ہیں معاف کرنا اور درگزر کرنا آپ کا وطیرہ ہو گا آپ کی امت بہت زیادہ تسبیح وتحمید کرنے والی ہے، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے، ان کی زبانیں تکبیر کے ساتھ پست ہوں گی اور عجز وانکساری کا اظہار کریں گی اور وہ اپنے نبی ﷺ کی مدد کریں گے ہر اس کے خلاف جو بھی اس سے دشمنی کرے گا وہ اپنی شرمگاہوں کو دھوئیں گے اور اپنی کمروں پہ تہبند باندھیں گے، اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گی اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح رحم اور مہربانی کا سلوک کریں گے جس طرح ایک ماں کے بیٹے آپس ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار کا سلوک کرتے ہیں اور وہی قیامت کے دن تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا وقت چاہا اتنا گزرا اور پھر مجھے خبر پہنچی کہ نبی مکرم ﷺ کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہوا ہے۔ میں معاملہ کو مؤخر کرتا رہا اور آہستہ آہستہ غور وفکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ پھر مجھے اطلاع ملی کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اور آپ کا خلیفہ آپ کا قائم مقام بنا ہے۔ پھر ان کے لشکر ہمارے پاس آئے۔ تو میں نے کہا: میں اس دین میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میں ان کی سیرت اور اعمال کو خوب اچھی طرح دیکھ لوں۔ پس میں اسے دور ہٹاتا رہا اور اسے مؤخر کرتا رہا تاکہ میں خوب چھان بین کر لوں۔ یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عمال ہمارے اوپر مقرر ہو گئے۔ پس جب میں نے ان کے ایفائے عہد کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دشمنوں کے خلاف جو کچھ کیا اس کا مشاہدہ کیا، تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا میں منتظر تھا، پھر قسم بخدا! میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر تھا، تو اچانک مسلمانوں میں سے ایک آدمی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرنے لگا: ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا...... الآیہ'' (النساء: 47) ''اے وہ لوگو جنہیں دی گئی کتاب ایمان لاؤ اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہم نے تاکہ تصدیق کرے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (ایمان لاؤ) اس سے پہلے کہ ہم مسخ کر دیں چہرے''۔ پس جونہی میں نے یہ آیت سنی تو مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ میں صبح نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ میرا چہرہ گدی کی جانب پھر جائے گا۔ پس میرے نزدیک اس صبح سے بڑھ کر اور کوئی شے محبوب اور پسندیدہ نہیں تھی۔ چنانچہ میں صبح ہوتے ہی مسلمانوں کے پاس چلا گیا۔

امام حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی کے کچھ دینار رسول اللہ ﷺ پر قرض تھے۔ تو اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے ان کا تقاضا کیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اس وقت میرے پاس کچھ نہیں کہ میں تجھے ادا کروں۔ تو اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) پھر میں تم سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ تم مجھے ادا کر دو۔ کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) تب میں تمہارے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ

نے اس دوران ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں ادا فرمائیں۔ حضور نبی رحمت ﷺ کے صحابہ کرام اس یہودی کو جھڑ کنے لگے اور خوف زدہ کرنے لگے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں کسی معاہدہ کرنے والے کے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کروں۔ پس جب وہ دن گزر گیا تو یہودی نے اسلام قبول کرلیا اور کہا: میرے مال کا نصف اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہے۔ قسم بخدا! جو کچھ میں نے کیا ہے وہ صرف اس لیے کیا ہے تاکہ میں آپ کی وہ صفات دیکھ لوں جو تورات میں بیان کی گئی ہیں کہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کا مقام ولادت مکہ مکرمہ، مقام ہجرت مدینہ طیبہ اور آپ کا ملک شام ہے نہ آپ بدخلق ہیں اور نہ تند مزاج اور نہ ہی آپ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں نہ آپ برائی کا ارتکاب کریں گے اور نہ ہی کسی سے فحش کلامی کریں گے(1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی جو صفات تورات میں بیان کی گئیں ان میں سے حلم کے سوا سب میں نے آپ میں دیکھ لیں۔ پھر میں نے ایک معینہ مدت تک پھل کی بیع میں تیس دینار پیشگی دیے۔ میں نے آپ کو مہلت دیے رکھی یہاں تک کہ جب معینہ مدت میں سے ایک دن باقی تھا، تو میں آپ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) میرا حق ادا کرو۔ کیونکہ تم خاندان بنی عبدالمطلب کے لوگ دوسروں کا حق مار لیتے ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خبیث یہودی! قسم بخدا! اگر تو اس جگہ پر نہ ہوتا تو میں اس چہرے پر مارتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو حفص! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے۔ ہم اس کے سوا تیرے زیادہ ضرورت مند تھے، وہ یہ کہ تم مجھے یہ کہتے کہ جو میرے ذمے واجب الادا ہے میں وہ ادا کروں اور اس کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم اس کا حق پورا کرنے کے لیے اس کی مدد کرتے۔ تو اس پر میری جہالت کے مجہول ہونے کے بارے سوائے حلم کے اور کچھ اضافہ نہ ہوتا۔ فرمایا: اے یہودی! تیرا حق کل ادا کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا: اے ابو حفص! اسے اس باغ میں لے جاؤ جہاں اس نے پہلے دن تقاضا کیا تھا۔ سو اگر یہ راضی ہو جائے تو اسے اتنے اتنے صاع دے دینا۔ پھر جو کچھ تم نے اسے کہا ہے اس کے بدلے اتنے اتنے صاع دینا اور زیادہ بھی دینا اور اگر یہ راضی نہ ہو تو اسے باغ سے اتنے اتنے دے دینا۔ چنانچہ وہ مجھے ساتھ لے کر اس باغ میں آئے اور وہ ان کھجوروں پر راضی ہو گیا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے وہ کھجوریں بھی دیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائیں اور جتنی زیادہ دینے کا حکم فرمایا تھا وہ بھی دے دیں۔ جب یہودی ان پر قبضہ کر چکا تو اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانہ رسول اللہ۔ قسم بخدا! اے عمر! جو کچھ تو نے مجھے کرتے دیکھا۔ اس پر مجھے صرف اس شے نے برانگیختہ کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ میں ان صفات کا مشاہدہ کروں جو تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ حلم کے سوا میں تمام صفات دیکھ چکا تھا اس لیے آج میں نے آپ کو اس حلم کے ساتھ آزمایا ہے۔ تو میں نے آپ کو بعینہ اس کے مطابق پایا جو تورات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ کھجوریں اور میرا نصف مال مسلمان فقراء کے لیے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو میں نے کہا: کیا ان میں سے بعض کے لیے؟ تو اس نے بھی کہا: ہاں ان

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 678 (4242)، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

میں سے بعض کے لیے۔ فرمایا: ایک بوڑھے کے سوا اس یہودی کے گھر کے تمام کے تمام افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس بوڑھے کی عمر سو برس تھی۔ پس وہ کفر پر ہی رہا(1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت کثیر بن مرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق تمہارے پاس عظمت وشان والا رسول تشریف لایا۔ اس میں کوئی سستی اور کاہلی نہیں۔ وہ ان آنکھوں کو کھول دے گا جو اندھی ہیں۔ ان کانوں کو قوت سماعت عطا کر دے گا جو بہرے ہیں۔ وہ ان دلوں کو کاٹ دے گا جو سننے اور یاد رکھنے سے عاری ہیں۔ وہ اس راستے اور طریقہ کو سیدھا کر دے گا جو ٹیڑھا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا لا الہ الا اللہ۔(2)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ بیت المدراس تشریف لائے اور فرمایا: میرے ساتھ نکلو، میں تمہیں تعلیم دوں گا۔ تو انہوں نے عرض کی: یہ عبداللہ بن صوریا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ اسے خلوت میں لے گئے اور اسے اپنے دین کے بارے بتایا اور ان نعمتوں کے بارے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرمائی ہیں اور جو انہیں من وسلوی کھلایا ہے اور جو انہیں بادل کا سایہ عطا فرمایا ہے۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم۔ ہاں اور بے شک یہ قوم بھی وہ سب جانتی ہے جو میں جانتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کی صفت ونعت واضح طور پر تورات میں موجود ہے۔ لیکن یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کون سی چیز روک رہی ہے؟ اس نے کہا: میں اپنی قوم کے خلاف کرنا ناپسند کرتا ہوں اور قریب ہے کہ وہ آپ کی اتباع کریں گے اور اسلام لے آئیں گے تو میں بھی اسلام قبول کر لوں گا۔

امام طبرانی، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت فلتان بن عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ ایک آدمی آیا تو حضور نبی مکرم ﷺ نے اسے فرمایا: کیا تو تورات پڑھتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا انجیل پڑھتا ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ نے قسم دے کر اس سے پوچھا: کیا تو تورات اور انجیل میں میرا ذکر پاتا ہے؟ اس نے بتایا ہم اس طرح کے اوصاف پاتے ہیں جیسے آپ میں ہیں، اور جیسے آپ کی ہیئت ہے اور آپ کے ظہور کی جگہ کا ذکر بھی پاتے ہیں اور ہم یہ امید رکھتے تھے کہ آپ ہم میں سے ہوں گے۔ اور جب آپ کا ظہور ہو گیا تو ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ آپ وہی ہوں۔ پھر ہم نے غور وفکر کیا (تو اس نتیجے پر پہنچے کہ) آپ وہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیوں نہیں؟ اس نے کہا۔ اس لیے کہ اس نبی مکرم ﷺ کے ساتھ اس کی امت میں سے ستر ہزار افراد ہوں گے جن پر نہ کوئی حساب ہو گا اور نہ اس کے لیے کوئی عذاب ہو گا۔ آپ کے ساتھ تو بالکل تھوڑی سی تعداد ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بالیقین میں وہی ہوں اور بے شک وہ میری امت کے افراد ہی ہیں اور بے شک وہ ستر ہزار اور ستر ہزار سے بھی زائد افراد ہیں(3)۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 361، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 362

3۔ معجم کبیر، جلد 18، صفحہ 33-332، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قریش نے نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور ان کے علاوہ دوسروں کو یثرب کے یہود کی طرف بھیجا اور انہیں کہا: کہ تم وہاں جا کر ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے پوچھو۔ وہ مدینہ طیبہ آئے اور آ کر کہا: ہم ایک ایسے کام کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں جو ہم میں نیا وقوع پذیر ہوا ہے۔ ہم میں سے ایک یتیم بچہ ہے اور وہ بہت بڑی بات کرتا ہے۔ وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ رسول الرحمٰن ہے۔ تو یہود نے کہا: اس کے اخلاق و صفات بیان کرو۔ چنانچہ انہوں نے وہ بیان کیے۔ انہوں نے پھر پوچھا: تم میں سے کن لوگوں نے اس کی اتباع کی ہے؟ انہوں نے بتایا: ہم میں سے کمزور اور ضعیف لوگوں نے۔ تو یہ سن کر ان میں سے ایک عالم ہنس پڑا اور اس نے کہا: یہ وہی نبی ہے جس کے اوصاف ہم پاتے ہیں اور ہم آپ کی قوم کے بارے یہ پاتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کے اعتبار سے تمام لوگوں سے زیادہ اشد اور سخت ہوگی (1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے دو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر وہ مر گیا۔ تو انہوں نے اسے اٹھالیا اور کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے نکالو اور اس پر نماز جنازہ ادا کرو۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! بنی اسرائیل نے یہ شہادت دی ہے کہ اس نے دو سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی بات اسی طرح ہے۔ لیکن ایک بار اس نے تورات کھولی اور اس کی نظر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ تو اس نے اسے چوما، اسے اپنی آنکھوں پر لگایا اور آپ پر درود پاک پڑھا۔ تو میں نے اس کی قدر افزائی فرمائی۔ اس کے گناہ معاف فرمادیے اور اس کی شادی ستر حوروں سے کر دی (2)۔

امام ابن سعد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ اخلاق میں کوئی کجی ہوگی، نہ آپ تندمزاج ہوں گے، نہ بازاروں میں چیخ و پکار کریں گے اور نہ ہی آپ برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی سے دیں گے بلکہ آپ معاف فرمادیں گے اور درگزر کریں گے (3)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جارود بن عبد اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اور کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے تحقیق میں نے آپ کے وصف و کمال کا تذکرہ انجیل میں پایا ہے۔ اور آپ کے لیے ابن بتول کی بشارت دی گئی ہے۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر نے موسیٰ بن یعقوب ربعی کی سند سے سہل مولیٰ خیثمہ رحمہم اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الطیب التحیۃ والثناء کی نعت و تعریف انجیل میں پڑھی ہے کہ بے شک آپ قد و قامت کے اعتبار سے

1۔ طبقات ابن سعد، ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ، جلد 1، صفحہ 362، بیروت
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 42 (250، مصر)
3۔ طبقات کبریٰ، ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل، جلد 1، صفحہ 363

WWW.NAFSEISLAM.COM

نہ زیادہ چھوٹے ہوں گے اور نہ زیادہ طویل، سفید بھرے ہوئے جسم والے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی، آپ اکثر احتباء کریں گے (اس طرح بیٹھنا کہ گھٹنے کھڑے ہوں اور کپڑے کو پیٹھ کے پیچھے سے گزار کر گھٹنوں کے ساتھ باندھ دیا جائے) آپ صدقہ قبول نہیں کریں گے۔ گدھے اور اونٹ پر سواری کریں گے، بکریوں کا دودھ دوہیں گے، پیوند لگی قمیص پہن لیں گے اور جو بھی ایسا کرے گا وہ کبر ونخوت سے محفوظ رہے گا اور آپ اس طرح کریں گے اور آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: ''بے شک میں ایک نبی امی بھیجنے والا ہوں۔ اس کے سبب میں بہرے کانوں کو، غافل دلوں کو اور اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا۔ اس کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے اور اس کا ملک شام ہے۔ وہ میرا بندہ ہے، متوکل ہے اور مصطفیٰ ہے۔ وہ عالی مرتبہ حبیب ہے، وہ بہت زیادہ محبت کرنے والا اور مختار ہے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دے گا، بلکہ معاف اور درگزر کرے گا، مومنین کے ساتھ انتہائی رحمت اور شفقت کا سلوک کرے گا، وہ بھاری بوجھ اٹھانے والے جانوروں کے لیے روئے گا اور کسی بیوہ کی گود میں تربیت پانے والے یتیم کے لیے بھی پیار و محبت کے آنسو بہائے گا۔ نہ اس کے اخلاق میں کوئی کجی ہو گی اور نہ وہ سخت مزاج ہو گا۔ اور نہ ہی بازاروں میں شور وشغب کرے گا۔ اس سے نہ تو فحاشی اور اعمال بد کا صدور ہو گا اور نہ ہی فحش گفتگو اس کی زبان سے نکلے گی۔ جب وہ کسی چراغ کے پہلو سے گزرے گا تو وہ اتنے سکون سے گزرے گا کہ اسے بجھا نہیں دے گا اور اگر وہ خشک گھاس پر چلے گا تو اپنے پاؤں کے نیچے سے آواز نہیں سنے گا، میں اسے مبشر و نذیر بنا کر مبعوث فرماؤں گا۔ میں ہر خوبصورتی کے لیے ان کی راہنمائی کروں گا اور تمام تر اخلاق کریمانہ انہیں عطا کروں گا، میں سکینت و وقار ان کا لباس، نیکی اور خیر ان کا شعار، مغفرت اور احسان ان کا زیور، حق ان کی شریعت، ہدایت ان کی امام اور اسلام کو ان کی ملت قرار دوں گا، ان کا اسم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا۔ میں انہیں ضلالت کے بعد ہدایت، جہالت (عدم علم) کے بعد علم، پستی کے بعد بلندی اور انکار کے بعد شہرت عطا کروں گا۔ قلت کے بعد کثرت، فقر و فاقہ کے بعد غنا اور تفرقہ کے بعد اجتماعیت عطا فرماؤں گا۔ میں دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دوں گا اور بکھری ہوئی مختلف امتوں کے نزدیک انہیں محبوب بنا دوں گا۔ اور ان کی امت کو دیگر امتوں سے بہتر اور افضل قرار دوں گا۔ آپ کی امت کو لوگوں کی طرف نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا بنا کر ظاہر کروں گا، وہ میری توحید کا اقرار اور مجھ پر ایمان لائیں گے اور میرے لیے اخلاص کا اظہار کریں گے اور میرے رسل عظام جو کچھ لائے اس کی تصدیق کریں گے اور وہ دشمنوں کے ساتھ محبت و الفت رکھنے والے ہوں گے۔

مبارک ہے ان دلوں، چہروں اور ارواح کے لیے جو میرے لیے خالص کر دیے گئے۔ میں ان کی مساجد، مجالس، ان کے آرام کرنے کی جگہوں، ان کے پلٹنے کی جگہوں اور ٹھہرنے کی جگہوں میں انہیں تسبیح و تکبیر اور تمجید و توحید کا الہام کروں گا۔ وہ اپنی

1۔ طبقات کبریٰ، ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل، جلد 1، صفحہ 363

WWW.NAFSEISLAM.COM

مساجد میں اس طرح صفیں باندھیں گے جیسے میرے عرش کے ارد گرد ملائکہ صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ وہی میرے اولیاء اور انصار ہیں۔ میں انہیں کے سبب بتوں کی پوجا کرنے والے اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا، وہ میرے لیے ہی قیام وقعود اور سجود کریں گے۔ وہ حد درجہ میری رضا کو چاہتے ہوئے اور پسند کرتے ہوئے اپنے گھروں اور اموال کو چھوڑ دیں گے اور میرے راستے میں صف بستہ اور لشکر بند ہو کر قتال کریں گے۔ میں ان کی کتاب کے سبب دیگر کتب، ان کی شریعت کے سبب دیگر شرائع اور ان کے دین کے سبب دیگر ادیان کو ختم کر دوں گا، جس کسی نے انہیں پایا اور پھر ان کی کتاب پر ایمان نہ لایا، ان کے دین اور ان کی شریعت میں داخل نہ ہوا، وہ مجھ سے نہیں ہے اور وہ میری جانب سے بری ہے۔ میں انہیں افضل الامم بناؤں گا اور میں انہیں امت وسط اور لوگوں پر شاہد بناؤں گا۔ جب وہ حال غضب میں ہوں گے تو میری تہلیل بیان کریں گے، جب ان کی روحیں قبض کی جائیں گی تو وہ میری کبریائی بیان کریں گے اور جب وہ جھگڑا کریں گے تو میری تسبیح بیان کریں گے۔ وہ اپنے چہرے اور دیگر اعضا بدن کو پاک رکھیں گے اور اپنی کمروں پر کپڑے باندھے رکھیں گے۔ وہ ٹیلوں اور بلند جگہوں پر تہلیل بیان کریں گے۔ ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے۔ اور ان کی اناجیل ان کے سینے ہوں گے (یعنی انہیں قرآن کریم حفظ ہوگا) وہ رات کے وقت راہب ہوں گے اور دن کے وقت شیر ہوں گے، ان کی منادی آسمان کی فضا ہوگی اور ان کی (آوازوں کی) بھنبھناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مثل ہوگی۔ مبارک اور بشارت ہے ان کے لیے جو ان کے ساتھ ہوں گے، ان کے دین پر ہوں گے اور ان کے مناہج اور شریعت پر چلنے والے ہوں گے۔ میرا فضل ہے جسے میں چاہوں گا عطا کروں گا اور میں صاحب فضل عظیم ہوں (1)۔

امام عالمہ بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں بیان فرمایا: اے داؤد! (علیہ السلام) عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا۔ ان کا اسم گرامی احمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا، وہ نبی صادق ہوگا۔ میں کبھی ان پر اظہار غضب نہیں کروں گا اور نہ ہی وہ کبھی میری نافرمانی کریں گے۔ میں نے ان کی سابقہ اور بعد میں ہونے والی تمام لغزشوں کی مغفرت فرما دی ہے۔ ان کی امت پر انتہائی رحم فرمایا گیا ہے۔ میں نے انہیں اسی طرح نوافل عطا فرمائے ہیں جیسے میں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے، اور میں نے اس پر وہ فرائض لازم کیے ہیں جو میں نے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فرض کیے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نور کی مثل ہوگا۔ اسی لیے میں نے ان پر فرض کیا ہے کہ وہ میری رضا کے لیے ہر نماز کے لیے طہارت کا اہتمام کریں جیسے میں نے ان سے قبل انبیاء علیہم السلام پر یہ فرض کیا۔ میں نے انہیں غسل جنابت کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جیسے ان سے قبل انبیاء علیہم السلام کو دیا۔ میں نے انہیں اسی طرح حج کرنے کا حکم دیا جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو دیا اور میں نے انہیں جہاد کرنے کا اسی طرح حکم دیا جیسے ان سے قبل رسل عظام علیہم السلام کو دیا۔ اے داؤد! (علیہ السلام) بلاشبہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میں نے انہیں چھ ایسی خصلتیں عطا

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، الفصل الخامس، جلد 1، صفحہ 82، مکتبہ عربیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

فرمائی ہیں جو ان کے علاوہ کسی امت کو عطا نہیں کیں میں خطا اور نسیان کے سبب ان کا مؤاخذہ نہیں کروں گا اور ہر وہ گناہ جس کا ارتکاب بغیر ارادے کے انہوں نے کیا، جب وہ مجھ سے اس کی مغفرت طلب کریں گے تو میں اسے بخش دوں گا۔ ان کے نفس اپنی آخرت کے لیے جو بھی اچھا کام کریں گے تو میں اس پر انہیں کئی گنا دنیا میں عطا کروں گا اور کئی گنا ان کے لیے اپنے پاس محفوظ رکھوں گا اور وہ اس سے افضل واعلیٰ ہوگا۔ جب وہ آزمائشوں میں مصائب پر صبر کرتے ہوئے یہ کہیں گے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ تو اس پر میں انہیں رحمت و برکت سے نوازوں گا اور نعمتوں بھری جنتوں کی طرف ان کی راہنمائی فرماؤں گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا مانگیں گے تو میں ان کی دعا قبول کروں گا، پس یا تو وہ اسے دنیا میں ہی دیکھ لیں گے، یا اس کے سبب ان سے دنیا میں کوئی تکلیف دور فرما دوں گا، یا پھر اسے ان کے لیے آخرت تک مؤخر کر دوں گا۔ اے داؤد! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں سے جو کوئی مجھے اس حال میں ملا کہ وہ شہادت دیتا ہو کہ میں یکتا ہوں، میرے سوا کوئی الہٰ نہیں اور میرا کوئی شریک نہیں اور وہ اس کی تصدیق کرتا ہو تو وہ میرے ساتھ میری جنت اور عزت و تکریم میں ہوگا۔ اور جو مجھے اس حال میں ملا کہ اس نے محمد ﷺ کی تکذیب کی ہو، اس (دین) کو جھٹلایا ہو جو وہ لے کر آئے اور میری کتاب کے ساتھ استہزا کیا، تو میں قبر میں اس پر شدید عذاب مسلط کر دوں گا اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت ملائکہ اس کے چہرے اور سرین پر ماریں گے اور پھر میں اسے جہنم کے درک اسفل میں داخل کروں گا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں کتابوں میں یہ ذکر پاتا ہوں کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح پسند کرتی ہے جیسے فاختہ اپنے گھونسلے سے محبت کرتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف اس اونٹ سے بڑھ کر تیزی سے آتے ہیں جو پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے (1)۔

قول باری تعالیٰ ''وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ'' الآیہ کے بارے طبرانی نے حبیب بن سلیمان بن سمرہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کے پاس اعرابی حاضر ہوا، اور ایک آدمی کے بارے پوچھنے لگا کہ اس کے مال، قربانیوں، جانوروں، بکریوں، حاملہ اونٹنیوں ان کے بچوں اور ریوڑوں میں سے کون سی شے اس کے لیے لال ہے اور کون سی شے اس پر حرام ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزہ چیزیں تیرے لیے حلال کی گئی ہیں اور ناپاک تجھ پر حرام کی گئی ہیں۔ مگر یہ کہ تجھے شدید بھوک لگی ہو تو تو اتنی مقدار کھا سکتا ہے کہ تیری وہ شدت اور حاجت باقی نہ رہے۔ اس نے عرض کی: میرے فقر کی وہ کون سی حالت ہے کہ جب میں اس تک پہنچ جاؤں تو میں وہ شے کھا سکتا ہوں؟ یا میرے غنا کی وہ کون سی کیفیت ہے جو میری اس حاجت کو پورا کر دے گی (اور اس کے بعد اس شے کا استعمال میرے لیے حلال نہیں)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نتاج (بچہ جننے کی حالت) کا امیدوار ہو تو تو اپنے جانور کے گوشت (مردار کے گوشت) کے سبب اپنے نتاج تک پہنچ سکتا ہے۔ یا جب تو عشاء (رات کا کھانا) کا امیدوار ہو کہ تو اسے پا لے گا تو تو اپنے جانور کے گوشت (مردار کے گوشت) کے سبب اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اور جب تجھے ان میں سے کسی شے کی بھی

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 34، دار صادر بیروت

امید نہ ہو تو پھر جو تجھے میسر آئے وہی اپنے گھر والوں کو کھلا دے یہاں تک کہ تو اس سے مستغنی ہو جائے۔ اعرابی نے پوچھا: میرے لیے وہ کون سا عشاء (رات کا کھانا) ہے کہ جب میں اسے پالوں تو میں اسے چھوڑ دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو شام کے وقت نکالے گئے دودھ سے اپنے گھر والوں کو سیراب کر دے، تو پھر اس کھانے سے اجتناب کر جو تجھ پر حرام کیا گیا ہے۔ رہا تیرا مال! تو چونکہ وہ سب کا سب خوشحالی اور راحت کا سبب ہے، اس میں سے کوئی بھی حرام نہیں، مگر تیرے وہ اونٹ جو بچہ جننے کے قریب ہوں اور بکریوں اور بھیڑوں میں سے جو حاملہ ہوں اور بچہ جننے کے قریب ہوں تو ان کا بچہ اپنے مویشوں کو کھلا سکتا ہے یہاں تک کہ تو مستغنی ہو جائے (یعنی تیری حاجت باقی نہ رہے)۔ پھر اگر تو چاہے تو اپنے گھر والوں کو کھلا اور اگر چاہے تو اس کا گوشت صدقہ کر دے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے حکم ارشاد فرمایا کہ اپنے ریوڑ کی ہر سو میں سے دس بکریوں کو بانجھ رکھے (1)۔

امام ابن منذر اور بیہقی نے سنن میں نقل کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ'' میں حلال کا ذکر ہے اور ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ'' میں ان ثقیل چیزوں کا تذکرہ ہے جو ان کے دین میں تھیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں قول باری تعالیٰ ''وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ حرام کردہ چیزوں میں سے خنزیر کا گوشت، سود (ربا) اور وہ چیزیں ہیں جو ان حرام کھانوں میں سے انہوں نے حلال کر رکھی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔ اور ارشاد خداوندی ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ'' کے بارے فرمایا کہ اس میں اس عہد کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان چیزوں کے بارے لیا جو ان پر حرام قرار دیں (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں ان کے ان عہدوں اور معاہدوں کا ذکر ہے جو ایسی چیزوں کو حرام کرنے کے بارے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کی تھیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے سدی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان عہدوں اور معاہدوں کا بوجھ اتارتا ہے جن کا بوجھ تورات اور انجیل میں ان پر ڈالا گیا (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ'' کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ اس سے مراد عبادت میں شدت اور سختی کو اپنانا ہے۔ ان میں سے کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دروازے پر یہ لکھا جاتا کہ تیری توبہ یہ ہے کہ تو اپنے اہل اور مال کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف نکلے اور پھر واپس نہ لوٹے یہاں تک کہ تمہارے آخری فرد کو موت آ جائے ''اِنَّ تَوْبَتَكَ اَنْ تَخْرُجَ اَنْتَ وَاَهْلُكَ وَمَالُكَ اِلَى الْعَدُوِّ فَلَا تَرْجِعَ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَوْتُ عَلٰى اٰخِرِكُمْ''

1۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 752، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 102، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 103

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِصۡرَهُمۡ سے مراد شدت اور تکلیف ہے جو بنی اسرائیل کو اپنے جسم سے جلد کے اس مقام کو کاٹتے وقت ہوتی تھی جس پر پیشاب یا اس جیسی کوئی اور غلاظت لگ جاتی تھی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ'' کے بارے ابن شوذب نے کہا ہے۔ کہ اغلال سے مراد ان پر عائد کی جانے والی سختیاں اور شدتیں تھیں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ''وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ انتہائی شدید اور سخت احکام ہیں جو قوم پر نافذ تھے کہ اتنے میں حضور نبی رحمت محمد مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء تشریف لائے اور لوگوں سے ان شدتوں اور سختیوں کو اٹھا لیا گیا (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اِصۡرَهُمۡ سے مراد وہ شدت اور تکلیف ہے جو پیشاب کے اثر کو اپنے جسموں سے کاٹ کر اپنے آپ کو پہنچایا کرتے تھے اور گوشت میں رگیں تلاش کی جاتی تھیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِصۡرَهُمۡ سے مراد ان کے عہد ہیں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''وَعَزَّرُوۡهُ'' کا معنی ہے کہ جنہوں نے آپ کی تعظیم کی اور عزت و توقیر کی (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے ''وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ'' کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ جنہوں نے آپ کی تعظیم کی اور تلوار کے ذریعے آپ کی مدد اور معاونت کی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ'' کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے اور آپ کی تعظیم کرنے میں تم سبقت بھی لے جاؤ، لیکن تم میں سے بہتر اور افضل وہ ہوگا جو ایمان لایا اور اس نور کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے ''وَعَزَّرُوۡهُ'' کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور مدد کرو (5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''وَعَزَّرُوۡهُ'' کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعَا الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۪ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 103 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 104 5۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

"آپ فرمایئے اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے۔ جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ"۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفےٰ ﷺ کو ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا اور ارشاد فرمایا "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا"

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے مابین گفتگو ہوئی۔ اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر غصے ہو گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر آپ کے پاس سے واپس چلے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے آئے اور آپ سے کہا کہ آپ مجھے معاف فرما دیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور آپ پر اپنا دروازہ بند کر لیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے کیے پر ندامت ہوئی، وہ بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں آ پہنچے اور سلام عرض کر کے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ وہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا کیا تم میرے اس ساتھی کو چھوڑ رہے ہو کہ جب میں نے کہا: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں" تو تم نے کہا تم نے جھوٹ کہا ہے اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے "فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: "هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْلِیْ صَاحِبِیْ، اِنِّیْ قُلْتُ "یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا" فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: صَدَقْتَ" (1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ارشاد باری تعالیٰ "یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ" میں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ" میں کلمات کو جمع کی صورت میں پڑھا ہے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ

1۔ صحیح بخاری، باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 17-516، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 106، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

''اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے اور ہم نے بانٹ دیا انہیں بارہ قبیلوں میں جو الگ الگ قومیں ہیں اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف جب پانی طلب کیا آپ سے آپ کی قوم نے (ہم نے وحی کی) کہ مارو اپنے عصا سے اس پتھر کو، تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے۔ جان لیا ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ۔ اور ہم نے سایہ کر دیا ان پر بادل کا اور ہم نے اتارا ان پر من وسلویٰ (اور فرمایا) کھاؤ ان پاک چیزوں کو جو ہم نے دی ہیں تمہیں۔ اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے اور جب کہا گیا انہیں کہ آباد ہو جاؤ اس شہر میں اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو اور کہو (اے کریم) بخش دے ہمیں اور داخل ہو دروازہ سے جھکتے ہوئے، ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں (اور) زیادہ دیں گے احسان کرنے والوں کو تو بدل ڈالی جنہوں نے ظلم کیا تھا ان سے بات خلاف اس کے جو کہی گئی تھی انہیں، تب ہم نے بھیج دیا ان پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ وہ ظلم کیا کرتے تھے''۔

امام فریابی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ ان کی انجیل ان کے دلوں میں محفوظ ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے اور وہ تمہارے بعد ہوگی۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں ایک امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو پانچ نمازیں پڑھتی ہوگی اور وہ نمازیں ان گناہوں کا کفارہ ہوں گی جو ان کے درمیانی اوقات میں وقوع پذیر ہوں گے؟ رب کریم نے فرمایا: وہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے جو تمہارے بعد آئے گی، پھر عرض کی: اے میرے محبوب! میں ایک امت کے بارے پاتا ہوں کہ وہ اپنے مالوں میں سے صدقات دیں گے پھر وہ صدقات انہیں میں لوٹ جائیں گے اور وہ انہیں کھالیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے جو تمہارے بعد آئے گی۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! مجھے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پسندیدہ حالت وکیفیت کی خاطر یہ آیت نازل فرمائی'' وَ

28B

مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ '' (اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے)۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابولیلیٰ کندی سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی '' وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ '' تو ایک آدمی نے کہا میرے نزدیک اس سے بڑھ کر پسندیدہ نہیں کہ میں ان میں سے ہوں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں، ان کی مثل ہونے کی بنا پر تمہارے صالحین بڑھ جائیں گے؟

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ '' مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ '' الآیہ کے بارے انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور کفر اختیار کیا۔ تو اس وقت ان کے بارہ قبیلے تھے۔ ان میں سے ایک قبیلے نے دوسروں کے ساتھ کارروائی میں شریک ہونے سے برأت اختیار کی اور معذرت کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کی کہ وہ انہیں دوسرے قبائل سے جدا کر دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین میں ایک سرنگ کھول دی۔ وہ اس میں چلتے رہے یہاں تک کہ چین سے پرے جا کر نکلے۔ پس وہی لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر کاربند تھے اور ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا (الاسراء) '' اور ہم نے حکم دیا فرعون کو غرق کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو کہ تم آباد ہو جاؤ اس سرزمین میں پس جب آئے گا آخرت کا وعدہ تو ہم لے آئیں گے تمہیں سمیٹ کر''۔ اور وعد الآخرۃ سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ لوگ اس سرنگ میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اکہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک کے سوا وہ تمام کے تمام جہنمی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک کے سوا تمام کے تمام جہنمی ہیں۔ اور یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان میں سے ایک کے سوا تمام فرقے ناری ہوں گے۔ پس یہود کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '' وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ '' اور نصاریٰ کے بارے ارشاد خداوندی ہے '' مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ '' (المائدہ: 66) '' ان میں ایک جماعت اعتدال پسند بھی ہے''۔ اور وہی جماعت نجات پانے والی ہے اور ہمارے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ (الاعراف) '' اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ایک امت ہے جو راہ دکھاتی ہے حق کے ساتھ اور حق کے ساتھ ہی عدل و انصاف کرتی ہے''۔ پس یہی وہ جماعت ہے جو اس امت میں سے نجات پائے گی۔

امام ابوالشیخ نے حضرت مقاتل سے یہ بیان کیا ہے کہ جن چیزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم جان دو عالم حضرت محمد

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 107۔

ﷺ کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ان افراد کو دیکھا جو چین سے پرے سکونت پذیر تھے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب کیا اور ان انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا جو لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم دیتے تھے تو ان لوگوں نے ارض مقدس میں رہتے ہوئے اپنے رب سے یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں ان کے درمیان سے نکال لے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لیے زمین میں ایک سرنگ بنادی۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ ان کے ساتھ ایک نہر جاری کردی اور ان کے لیے ان کے آگے نور کے چراغ روشن کردیے اور وہ لوگ اس میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے۔ اور وہ بیت المقدس سے ان کی مجلس (بیٹھنے کی جگہ) کی طرف ہے جس میں وہ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمین کی طرف نکال دیا جس میں کیڑے مکوڑے، چوپائے اور درندے باہم مل جل کر رہتے ہیں۔ وہاں گناہ اور معصیت کا کوئی تصور نہیں۔ پس شب معراج حضور نبی مکرم ﷺ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی معیت میں ان کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے انہیں نماز کی تعلیم دی۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اس کے بارے بشارت دی تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ'' کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارے اور ان کے درمیان ریت کی ایک نہر جاری ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ صفوان بن عمرو نے کہا: وہ لوگ جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ'' وہ لوگ بنی اسرائیل کے قبائل میں سے ایک قبیلے کے لوگ ہیں جنہوں نے بہت بڑی گھمسان کی جنگ کے دن اسلام اور اہل اسلام کی مدد کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اندلس سے پار اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے تھے۔ اندلس اور ہمارے درمیان یہ نہیں دیکھا گیا کہ مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو۔ ان کے کنکر موتی اور یاقوت کے ہیں اور پہاڑ سونے اور چاندی کے ہیں، نہ وہ کچھ کاشت کرتے ہیں اور نہ کچھ کاٹتے ہیں اور نہ ہی وہ کوئی کام کرتے ہیں، ان کے دروازوں پر درخت ہیں، ان کے پتے اتنے چوڑے ہیں کہ وہ ان کے لباس ہیں اور ان کے دروازوں پر ایسے درخت ہیں جن پر پھل لگے ہوئے ہیں اور انہیں سے وہ خوراک حاصل کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فَانْۢبَجَسَتْ کا معنی فَانْفَجَرَتْ ہے، یعنی پھوٹ نکلے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ کو کہا کہ مجھے اس ارشاد خداوندی کے بارے کچھ بتائیے ''فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا'' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ ہر قبیلے کے لیے ایک چشمہ تھا جس سے ان کے افراد پانی پیتے تھے۔ انہوں نے عرض

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی: کیا اہل عرب یہ مفہوم جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ بشر بن حازم کہتا ہے:

فَاسْبَلَتِ الْعَيْنَانِ مِنِّي بِوَاكِفٍ كَمَا انْهَلَّ مِنْ وَاهِي الْكُلَى الْمُتَبَجِّسِ

''میری دونوں آنکھیں موسلا دھار آنسو بہاتی ہیں جیسے کمزور گردے والے کا پیشاب بہتا ہے''۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي
السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا
تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ
مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ
قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ
اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ
بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ
كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

''اور پوچھو ان سے حال اس بستی کا جو آباد تھی ساحل سمندر پر، جب کہ وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتہ (کے حکم کے بارے) میں جب آیا کرتیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی اور جو دن ہفتہ کا نہ ہوتا تو وہ نہ آتیں ان کے پاس (اس طرح بے دھڑک)۔ ہم نے آزمائش میں ڈالا انہیں بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے کہ تم کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب؟ انہوں نے کہا تا کہ معذرت پیش کر سکیں تمہارے رب کے دربار میں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا) اور شاید وہ ڈرنے لگیں پھر جب انہوں نے فراموش کر دی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا برے عذاب سے، بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے پھر جب انہوں نے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے ہم نے حکم دیا انہیں کہ بن جاؤ بندر راندے ہوئے''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ''وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ'' اور فرمایا: اے عکرمہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا گاؤں ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: یہ گاؤں ایلہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ اس آیت میں الْقَرْيَةِ سے مراد طبریہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ الْقَرْيَةِ سے مراد وہ گاؤں ہے جسے مقنا کہا جاتا ہے جو مدین اور عینونا کے درمیان ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ الْقَرْيَةِ سے مراد مدین ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ''اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ'' کے بارے فرمایا کہ یہاں يَعْدُوْنَ بمعنی یظلمون ہے۔ یعنی وہ ہفتہ کے حکم کے بارے میں زیادتی کرنے لگے اور حد سے بڑھنے لگے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''شُرَّعًا'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ ان کی مچھلیاں ہر جانب سے پانی پر تیرتی ہوئی آتیں تھیں۔ یعنی شُرَّعًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شُرَّعًا سے مراد ہے پانی پر ظاہر(2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شُرَّعًا کا معنی واردۃ ہے، یعنی پانی پر آنے والی (مچھلیاں)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مصر اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے ایلہ نامی ایک گاؤں ہے۔ وہاں کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلیاں حرام قرار دیں۔ چنانچہ ان کے پاس ہفتہ کے دن ہر جانب سے مچھلیاں تیرتی ہوئیں ساحل سمندر پر آ جاتیں اور جب ہفتے کا دن گزر چکتا تو پھر وہ انہیں نہ پکڑ سکتے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اس حکم پر کاربند رہے۔ بالآخر ان میں سے ایک گروہ نے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنا شروع کر دیں۔ تو دوسرے گروہ نے انہیں منع کیا۔ لیکن اس سے ان کی گمراہی میں اور اضافہ ہو گیا۔ تو پھر منع کرنے والوں میں سے ایک گروہ نے کہا: تم جانتے ہو یہ وہ قوم ہے جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے ''لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ '' اور وہ دوسرے گروہ سے سخت ناراض اور غصے ہوئے اور ان تمام افراد سے بھی جو انہیں منع کرتے تھے، سو جب ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غضب اور عذاب آیا، تو وہی دو گروہ محفوظ رہے جنہوں نے یہ کہا تھا، تم کیوں نصیحت کرتے ہو؟ اور وہ جنہوں نے یہ کہا: تا کہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں۔ اور وہ تمام لوگ جنہوں نے مچھلیاں پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور نافرمانی کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا اور انہیں بندر بنا دیا(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ایک دن فرض کیا تھا جیسے تم پر جمعہ کا دن فرض کیا۔ لیکن انہوں نے مخالفت کی اور ہفتہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 111، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 13-110

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے دن کو عظیم سمجھنے لگے۔ اور جو کچھ انہیں حکم دیا گیا انہوں نے اسے ترک کر دیا۔ سو جب انہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کا آغاز کیا تو وہ آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے اور ان پر مچھلیاں حرام کر دی گئیں۔ اور یہ ایک گاؤں تھا جسے مدین کہا جاتا تھا اور یہ ایلہ اور طور کے درمیان واقع تھا۔ پس جب ہفتے کا دن آتا تو ان کے لیے مچھلیاں تیرتی ہوئی آتیں اور وہ سمندر میں ہر طرف انہیں دیکھتے تھے۔ مگر جب ہفتے کا دن گزر جاتا تو وہ واپس چلی جاتیں اور دکھائی نہ دیتیں۔ حتیٰ کہ آنے والے ہفتہ کے دن تک اسی طرح ہوتا رہتا۔ پھر جب ہفتہ کا دن آتا تو وہ دوبارہ تیرتی ہوئی آجاتیں، آخر کار ان میں سے ایک آدمی نے مچھلی کو پکڑا اور اسے دھاگے کے ساتھ باندھا۔ پھر ساحل پر ایک کیل گاڑ کر دھاگے کو اس کے ساتھ باندھ دیا اور مچھلی کو پانی میں چھوڑ دیا۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو اس نے اسے پکڑا اور چھپ کر کھالیا، پس وہ اسی طرح کرنے لگے اور وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان میں سے بقیہ لوگ انہیں روکیں گے۔ سو انہوں نے انہیں روکا مگر وہ نہ رکے۔ یہاں تک کہ بازاروں میں جب اعلانیہ ایسا ہونے لگا تو ان میں سے ایک گروہ نے ان منع کرنے والوں کو کہا کہ تم کیوں اس قوم کو نصیحت کرتے ہو، اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت ترین عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا: تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں کہ ہم نے ان کے اعمال پر اپنی ناراضگی اور غصے کا اظہار کر دیا اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ تو اس طرح وہ تین گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک وہ جنہوں نے منع کیا دوسرا وہ جنہوں نے کہا تم نصیحت کیوں کرتے ہو؟ اور تیسرا وہ جو گناہ اور خطا کا ارتکاب کرنے والے تھے۔ ان میں سے صرف منع کرنے والے ہی عذاب سے محفوظ رہے۔ باقی تمام کے تمام ہلاک ہو گئے۔ دوسرے دن منع کرنے والوں نے جب صبح کی تو اپنی مجالس سے لوگوں کو مفقود پایا اور وہ انہیں کہیں نظر نہ آئے۔ حالانکہ رات کے وقت وہ اپنے گھروں میں تھے اور انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کیے تھے۔ چنانچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: لوگوں کے کئی حالات ہوتے ہیں۔ پس تم انہیں دیکھو ان کا کیا حال ہے؟ چنانچہ وہ ان کے گھروں میں داخل ہوئے تو دیکھا قوم کی شکلیں مسخ کر دی گئی ہیں، انہوں نے پہچان لیا کہ فلاں آدمی بندر بنا دیا گیا ہے اور فلاں عورت کو بندریا بنا دیا گیا ہے (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو وہ رو رہے تھے اور مصحف ان کی گود میں تھا۔ تو میں نے کہا اے ابن عباس! آپ کو کونسی شے رلا رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کاغذ۔ جن میں سورۂ اعراف لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم ایلہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے کہا: وہاں یہود کا ایک قبیلہ تھا، ہفتہ کے دن ان کی مچھلیاں تیرتی ہوئی آیا کرتی تھیں پھر وہ پانی میں غوطہ زن ہو جاتیں اور وہ انہیں نہ پکڑ سکتے۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے پیچھے شدید محنت اور مشقت کے ساتھ غوطے لگانا پڑتے تھے اور ہفتہ کے دن سفید اور اتنی موٹی مچھلیاں تیرتی ہوئی آتیں گویا کہ وہ حاملہ ہیں۔ کچھ عرصہ تک یہی صورت حال رہی۔ پھر شیطان نے ان کے ذہنوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہفتہ کے دن تمہیں مچھلیاں کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ تو تم ہفتے کے دن انہیں پکڑ لیا کرو اور دوسرے دنوں میں انہیں کھالیا کرو۔ تو ان میں سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 117

ایک گروہ نے اس طرح کیا۔ اور ایک گروہ نے کہا: نہیں۔ بلکہ تمہیں ہفتہ کے دن مچھلیاں کھانے، پکڑنے اور ان کا شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے، پس ان میں سے ایک گروہ نے اپنے آپ کو، بیٹوں اور عورتوں کو اس پر تیار کرلیا اور سیدھی جانب والا گروہ الگ ہو گیا۔ اور بائیں جانب والا گروہ بھی دور ہو کر الگ ہو گیا اور خاموش رہا۔ سیدھی جانب والوں نے کہا: تمہاری ہلاکت ہو......؟ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو اور بائیں جانب والے گروہ نے کہا''تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟'' تو دائیں جانب والے گروہ نے کہا: تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کرسکیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کردیا اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ اگر وہ باز آگئے تو یہ ہمارے لیے پسندیدہ ہے کہ نہ وہ تکلیف میں مبتلا کیے جائیں گے اور نہ ہلاک کیے جائیں گے۔ اور اگر وہ باز نہ آئے تو تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کرسکیں گے۔ لیکن وہ لوگ گناہ اور غلطی کرتے ہی رہے۔ تو انہیں دائیں جانب والوں نے کہا: اے اللہ کے دشمنو! تم نے اس طرح کیا ہے۔ قسم بخدا! آج کی رات ہم تمہیں تمہارے شہر میں چھوڑ کر جائیں گے اور قسم بخدا! تم صبح کو نہیں دکھائی دو گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صبح تک یا تو زمین میں دھنسا دے گا، یا تم پر پتھروں کی بارش کرے گا، یا اپنے پاس سے کوئی اور عذاب تم پر مسلط کردے گا۔ چنانچہ انہوں نے جب صبح کی تو آکر انہوں نے ان کے دروازوں پر دستک دی اور انہیں پکارا۔ مگر انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ تو انہوں نے سیڑھی رکھی اور شہر کی فصیل پر ایک آدمی کو چڑھایا۔ اس نے ان کی طرف دیکھا تو کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے یہ بندے تو بندر بن چکے ہیں۔ ان کی دمیں لٹک رہی ہیں۔ پھر انہوں نے دروازے کھولے اور ان کے پاس داخل ہوئے۔ تو بندروں نے انسانوں میں سے اپنے رشتہ داروں کو پہچان لیا۔ مگر انسان بندروں میں سے اپنے رشتہ داروں کو نہیں پہچانتے تھے۔ جنہیں بندر بنا دیا گیا تھا جب ان کے پاس انسانوں میں سے کوئی رشتہ دار آتا، تو اس کے کپڑے سونگھتا اور رونے لگتا۔ تو وہ اسے کہتا: کیا ہم نے تمہیں روکا نہیں تھا۔ تو وہ اپنا سر ہلا کر کہتا، ہاں کیوں نہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی'' فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍۭ '' ''پھر جب انہوں نے فراموش کردی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا برے عذاب سے''۔ فرمایا بَىِٕیْسٍۭ کا معنی دردناک اور سخت تکلیف دہ عذاب ہے۔ فرمایا سو میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جنہوں نے منع کیا کہ وہ نجات پا گئے۔ اور دوسرے جن کا ذکر کیا گیا ہے میں انہیں نہیں دیکھتا۔ اور ہم کئی چیزیں دیکھتے ہیں، ہم ان کا انکار کردیتے ہیں اور ان کے بارے کچھ نہیں کہتے۔ میں نے کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ پر فدا ہونے کے لیے بنایا ہے۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ انہوں نے ان کے عمل کو ناپسند کیا اور ان کی مخالفت کی اور انہوں نے کہا''تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو۔ اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے۔'' حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ پھر آپ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا، تو میں نے دو موٹے کپڑے پہن لیے (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ساحل سمندر پر ایک گاؤں تھا

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 96، دار الکتب العلمیہ بیروت

جسے ایلہ کہا جاتا تھا اور ساحل سمندر پر پتھر کے بنے ہوئے دو بت تھے جن کے منہ پانی کی طرف تھے۔ ان میں سے ایک کو لقیم اور دوسرے کو لقمانہ کہا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں کو یہ الہام فرمایا کہ وہ ہفتہ کے دن ان دونوں بتوں کے پاس جائیں، اور گاؤں والوں کو یہ الہام کیا، کہ میں نے مچھلیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہفتہ کے دن ان دونوں بتوں کا قصد کریں۔ چنانچہ تم میں سے کوئی اس دن نہ مچھلیوں سے تعرض کرے اور نہ انہیں روکے اور جب ہفتے کا دن گزر جائے تو پھر تمہارے لیے ان کا شکار کرنا مباح ہے۔ سو جب ہفتے کی فجر طلوع ہوئی تو مچھلیاں تیرتی ہوئی ان بتوں کے پاس آئیں اور کئی پکڑنے والے شکار سے باز نہ رہے۔ اور ہفتے کے دن شہر میں مچھلی عام ہو گئی۔ انہوں نے کہا: ہم ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑیں گے اور اتوار کے دن کھائیں گے۔ چنانچہ جب دوسرا ہفتہ آیا تو پہلے کی نسبت بھی زیادہ مچھلیاں آئیں اور دوسرے ہفتے شہر میں مچھلیوں کی بہتات ہو گئی۔ تو پھر انہیں میں سے ایک جماعت ان کے پاس گئی اور انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تو ایک دوسری جماعت نے انہیں یہ کہا تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے) اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ پس انہی ہفتوں میں سے ایک ہفتہ تھا کہ شہر میں مچھلیاں پھیل گئیں۔ تو اس پر برائی سے روکنے والے اٹھے اور انہوں نے کہا: ہم آج کی رات تمہارے ساتھ اس شہر میں نہیں گزاریں گے تو انہیں یہ کہا گیا: اگر تم صبح کر لو تو پھر اپنی اولادوں اور عورتوں کے ساتھ پلٹ آنا، انہوں نے جواب دیا: ہم آج کی رات تمہارے ساتھ اس گاؤں میں نہیں بسر کریں گے۔ اور اگر ہم نے صبح کر لی تو ہم اپنی اولادوں اور ساز و سامان کو تمہارے درمیان سے نکال لیں گے۔ یہ قوم دونوں کناروں پر آباد تھی۔ شام کے وقت انہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے۔ جب انہوں نے صبح کی تو نہ اس قوم کی انہوں نے کوئی آواز سنی، اور نہ کوئی چراغ دیکھا جسے لے کر کوئی گاؤں سے باہر نکلا ہو۔ تو وہ کہنے لگے: اس بستی والوں کو عذاب نے آلیا ہے چنانچہ انہوں نے حال معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ شہر کے پاس آیا تو دیکھا ابھی ان کے دروازے بند ہیں۔ پھر ایک گھر میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا وہ سب بندر بنے ہوئے ہیں۔ عورتیں مؤنث اور مرد مذکر صنف بنے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے ایک دوسرے گھر میں جھانکا۔ تو اسی طرح وہاں بھی دیکھا کہ بچے چھوٹے بندر بنے ہوئے ہیں اور بڑے آدمی بڑے بندر بن چکے ہیں۔ وہ لوٹ کر اپنی قوم کی طرف گیا اور جا کر کہا: اے میری قوم! اس گاؤں والوں پر وہ عذاب آچکا ہے جس سے تم انہیں ڈراتے تھے۔ وہ سب بندر بن گئے ہیں اور وہ اپنے دروازے کھولنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب بندر ہیں۔ ایک آدمی ایک بندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے کہتا کہ کیا تو فلاں ہے؟ تو وہ اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے جواب دیتا: ہاں میں وہی ہوں۔ اب وہ رونے لگے۔ تو انہوں نے انہیں کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے، ہم نے تمہیں اسی سے ڈرایا تھا۔ پھر انہوں نے ان کے دروازے کھولے اور وہ نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

روکنے والے نجات پا گئے، نافرمانی کرنے والے ہلاک ہوگئے اور میں یہ نہیں جانتا کہ خاموش رہنے والوں کے ساتھ کیا ہوا؟(1)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم بخدا! اگر میں جانتا ہوتا کہ وہ جماعت جنہوں نے یہ کہا ''تم اس قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے'' وہ برائی سے روکنے والوں کے ساتھ نجات پا گئے ہیں تو میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہوتا اس سے جس سے کے سبب عدول کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں الفاظ ہیں کہ سرخ اونٹوں کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہوتا لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ وہ عذاب ان تمام پر اکھٹا نازل ہوا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ان لوگوں کے بارے نہیں جانتا جنہوں نے یہ کہا کہ تم اس قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو؟ کیا انہوں نے نجات پائی یا نہیں؟ سو میں مسلسل آپ کے ساتھ غور وفکر کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ نجات پا گئے۔ تو پھر آپ نے مجھے ایک حلہ پہنایا(2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کی صورتوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا گیا جنہوں نے یہ کہا ''تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے''

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ '' وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ...... '' الآیہ کے متعلق حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک مچھلی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن میں حرام کر دیا۔ اور اس کے سوا بقیہ تمام دنوں میں اسے حلال قرار دیا۔ اور وہ اسی دن آتی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر رکھی تھی۔ گویا وہ خالص دودھ ہے جس سے ہر ایک کو روکا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اسے روکنے اور پکڑنے کی کوشش اور قصد کرنے لگے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ جب کوئی بھی کثرت سے گناہ کا اہتمام کرتا ہے تو وہ اسے کر گزرتا ہے۔ چنانچہ وہ اہتمام کرتے رہے اور اسے روکنے کی کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہوگئے اور اسے کھا لیا۔ قسم بخدا! وہ سب سے بڑھ کر ثقیل اور نہ ہضم ہونے والا کھانا ہے جس قوم نے کبھی بھی اسے کھایا۔ تو اس نے دنیا میں اسے پریشان اور رسوا باقی رکھا اور آخرت میں اس کی سزا انتہائی شدید اور سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندۂ مومن کی حرمت مچھلی سے کہیں زیادہ اور بڑھ کر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قیام ساعت کا وعدہ کر رکھا ہے اور قیامت کا دن انتہائی شدید اور سخت تکلیف دہ ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو پکڑا جو ہفتے کے دن لکڑیاں اٹھائے جا رہا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہفتہ کا دن منا رہے تھے۔ تو آپ نے اسے سولی چڑھا دیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے ہفتے کے دن لکڑیاں چنیں اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 117 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 114 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 118

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت داوٗد علیہ السلام ہفتہ کا دن منا رہے تھے۔ تو آپ نے اسے سولی دے دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ حفظ کیا تھا کہ " بِعَذَابٍ بَئِيسٍ " فعیل کے وزن پر ہے، پھر اس کے بارے مجھے شک لاحق ہوگیا، تو میں نے حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس روایت کو چھوڑ دیا۔ اور اعمش سے " بِعَذَابٍ بَئِيسٍ " بروزن فعیل روایت شروع کردی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے " بِعَذَابٍ بَئِيسٍ " کے متعلق فرمایا کہ اس عذاب میں کوئی رحمت (اور نرمی) نہیں۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ " بِعَذَابٍ بَئِيسٍ " کا معنی ہے دردناک اور تکلیف دہ عذاب (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اس کا معنی ہے انتہائی سخت تکلیف دینے والا عذاب۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطا رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ہفتہ کے دن حدود سے تجاوز کیا تو انہیں تین آوازوں میں پکارا گیا۔ ایک بار آواز دی گئی: اے گاؤں کے رہنے والو! تو ان میں سے ایک گروہ بیدار ہوگیا۔ پھر آواز دی گئی اے بستی والو! تو پہلے کی نسبت زیادہ طائفہ بیدار ہوگیا۔ پھر تیسری بار ندا دی گئی اے اس شہر کے باسیو! تو اس آواز کے ساتھ مرد، عورتیں اور بچے سب کے سب بیدار ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا " كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ " راندے ہوئے بندر ہوجاؤ۔ سو وہ لوگ جنہوں نے انہیں منع کیا تھا وہ ان پر داخل ہوتے اور انہیں کہتے اے فلاں! کیا ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا؟ تو وہ اپنے سر ہلا کر جواب دیتے ہاں کیوں نہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر اور ماہان حنفی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب ان کی صورتوں کو مسخ کردیا گیا۔ تو ہر آدمی کو آدمی کے مشابہ بندر بنا دیا گیا۔ سو جب اسے کہا جاتا کیا تو فلاں ہے؟ تو وہ اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا کہ یہ میرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے۔

ابن بطہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسے کاموں کا ارتکاب مت کرو جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ سے حیلہ کے ساتھ حلال سمجھنے لگو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز العمری سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے کہا کہ تم انہیں حکم دیتے ہو جو وہ آپ سے قبول نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: تا کہ (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) معذرت پیش کرسکوں (کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا) اور پھر یہ آیت پڑھی " قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ "۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 121

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ
قَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ
بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

”اور یاد کرو جب اعلان کر دیا آپ کے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا ان پر روز قیامت تک ایسے (جابر) جو چکھائیں گے انہیں بڑا عذاب، بے شک آپ کا رب جلدی عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ غفور رحیم (بھی) ہے اور ہم نے بانٹ دیا انہیں زمین میں کئی گروہوں میں ان میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح ہیں اور ہم نے آزمایا انہیں نعمتوں اور تکلیفوں کے ساتھ تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف رجوع کریں“۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ”وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ ...... الآیہ“ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جن کے پاس اللہ تعالیٰ روز قیامت تک ایسے جابر بھیجتا رہے گا جو انہیں بڑا عذاب چکھائیں گے، وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی قیامت تک آنے والی امت ہے۔ اور سُوْٓءَ الْعَذَابِ سے مراد جزیہ ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی مذکورہ آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان لوگوں سے مراد یہود ہیں، ان پر عربوں کو مسلط کیا گیا اور وہ ان سے خراج وصول کرنے لگے۔ اور یہی خراج بڑا عذاب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی نبی نے خراج وصول نہیں کیا۔ آپ نے تیرہ برس تک خراج لیا۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نہیں لیا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ”وَ قَطَّعْنٰهُمْ ...... الآیہ“ کے بارے انہوں نے فرمایا کہ اس میں بھی یہود کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں پھیلا دیا اور زمین میں کوئی حصہ باقی نہ رہا جس میں یہودیوں کی کوئی چھوٹی جماعت یا بڑا گروہ موجود نہ ہو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ“ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آپ کے رب نے یہ اعلان کیا کہ وہ یہود و نصاریٰ پر روز قیامت تک بھیجتا رہے گا، ایسے (جابر) جو انہیں بڑا عذاب چکھائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا جو ان سے جزیہ وصول کرتے ہیں حالانکہ وہ تھوڑے ہیں۔ اور ہم نے (یہود) کو زمین میں کئی گروہوں میں بانٹ دیا۔ (فرمایا) (یہود) میں سے کچھ نیک ہیں اور وہ مسلمان اہل کتاب ہیں اور کچھ ان کے سوا ہیں یعنی وہ یہودی ہیں۔ اور ہم نے انہیں نعمتوں یعنی خوشحالی اور عافیت اور تکلیفوں یعنی آزمائشوں اور سزا کے ساتھ آزمایا(2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 123
2۔ ایضاً جلد 9، صفحہ 25-123

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ سے کہا: کہ قول باری تعالیٰ ”وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا“ میں امم سے مراد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد گروہ اور فرقے ہیں۔ اور بطور استشہاد بشر بن ابی حازم کا یہ شعر بیان کیا:

مِنْ قَيْسِ غَيْلَانَ فِي ذَوَائِبِهَا مِنْهُمْ وَهُمْ بَعْدَ قَادَةِ الْأُمَمِ

”وہ قیس غیلان سے ہیں اور انہیں میں سے کچھ پہاڑ کی چوٹیوں پر موجود ہیں اور یہی لوگ بعد میں جماعتوں کے قائد بنے“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت طیبہ میں بِالْحَسَنٰتِ سے مراد خوشحالی اور شادابی ہے اور السَّيِّاٰتِ سے مراد قحط سالی ہے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

”پھر جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف جو وارث ہوئے کتاب کے، وہ لیتے ہیں مال اس دنیا کا اور (بایں ہمہ) کہتے ہیں کہ ضرور بخش دیا جائے گا ہمیں۔ اور اگر آجائے ان کے پاس اور مال اس جیسا تو لے لیں اسے بھی۔ کیا نہیں لیا تھا ان سے پختہ وعدہ کتاب میں کہ نہ منسوب کریں اللہ کی طرف کوئی بات سوائے حق کے اور پڑھ لیا انہوں نے جو کتاب میں تھا؟ اور دار آخرت بہتر ہے ان کے لیے جو متقی ہیں۔ تو کیا تم (اتنا) بھی نہیں سمجھتے اور جنہوں نے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے کتاب کو اور قائم کیا نماز کو۔ بے شک ہم ضائع نہیں کریں گے اجر اصلاح کرنے والوں کا“۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے سوال کیا گیا ”فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى“ تو آپ نے فرمایا: اس میں ان اقوام کا ذکر ہے جو دنیا کی طرف متوجہ ہو کر اسے خوب کھاتے ہیں اور قرآن کریم کی رخصتوں کی پیروی کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا۔ دنیا کی جو شے بھی ان کے سامنے آتی ہے وہ اسے پکڑ لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ'' سے مراد نصاریٰ ہیں۔ اور ''يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى'' کے بارے فرمایا کہ دنیا کی جو چیز بھی انہیں پیش آ جائے چاہے وہ حلال ہو یا حرام، وہ اس کے حریص ہو کر اسے لے لیتے ہیں اور تمنا مغفرت کی کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس کی مثل کوئی دوسری چیز پا لیں تو اسے بھی لے لیتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ...... الآیہ'' کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن چیزوں تک وہ پہنچیں انہیں لے لیتے ہیں اور جنہیں چاہیں چھوڑ دیتے ہیں چاہے وہ حلال ہوں یا حرام اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: خلف سے مراد ناخلف، نااہل وارث ہیں۔ ''وَّرِثُوا الْكِتٰبَ'' یعنی وہ ناخلف کتاب کے وارث ہوئے اپنے ان انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد جنہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا فرمائی اور ان سے عہد و پیمان لیے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ''يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا'' کے بارے فرمایا: یہ ان کی ایسی آرزوئیں اور خواہشیں ہیں جن کی تمنا انہوں نے اللہ تعالیٰ (کی منشا اور مرضی) کے خلاف کی اور یہ ایسا فریب اور دھوکہ ہے جس کے سبب وہ دھوکہ اور فریب میں مبتلا رہتے ہیں ''وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ'' یعنی کوئی شے بھی انہیں کسی شے سے مشغول نہیں کرتی، اور نہ کوئی شے انہیں اس دنیا سے روکتی ہے۔ بلکہ جب بھی دنیا کی کوئی شے ان کے پاس آ جائے تو وہ اسے لے لیتے ہیں اور قطعاً یہ پرواہ نہیں کرتے کہ یہ شے حلال ہے یا حرام۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور علامہ بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ارشاد خداوندی ''يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا'' کے ضمن میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اعمال گناہوں کے کرتے ہیں۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت عطا رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سامان دنیا میں سے جو بھی ان کے پاس آ جائے وہ اسے لے لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور اس کی طرف رجوع (توبہ) کرتے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کسی کو بھی قاضی مقرر نہیں کرتے تھے مگر ایسے شخص کو جو فیصلہ کرتے وقت رشوت لیتا۔ پھر جب اسے اس کے بارے کہا جاتا تو وہ کہتا مجھے بخش دیا جائے گا۔

امام ابو الشیخ نے ابو جلد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے سینے قرآن سے خالی ہو جائیں گے اور وہ اس طرح گرنے لگیں گے اور بوسیدہ ہو جائیں گے جیسے کپڑے بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے لیے کوئی حلاوت اور لذت نہیں پائیں گے۔ جن امور کے بجا لانے کا انہیں حکم دیا گیا اگر وہ ان میں کوتاہی کریں گے، تو ساتھ یہ کہیں گے بے شک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 128

2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 161، دار الصمیعی الریاض

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور اگر ان کاموں کا ارتکاب کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا۔ تو ساتھ یہ کہیں گے ہمیں بخش دیا جائے گا، بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ان کے تمام تر امور میں طمع اور لالچ ہوگا اور اس میں خوف نہیں ہوگا۔ وہ بھیڑیوں کے دلوں پر بھیڑوں کے چمڑے پہنا دیں گے۔ ان میں سے افضل فی نفسہ دھوکا باز ہوگا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمادیا ہے ویسے ہی ہے۔ بندہ مومن انتہائی حسین عمل کرتا ہے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر دل میں خوف رکھتا ہے۔ اگر وہ اس مال میں سے پہاڑ بھی خرچ کر ڈالے جو ریا کاری اور دکھاوے سے محفوظ ہو۔ تو وہ بھی اس کی صلاح، نیکی اور عبادت میں اضافہ نہیں کرسکتا۔ البتہ اس کے خوف میں اضافہ کردیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کیا میں نجات پا جاؤں گا؟ اور منافق یہ کہتا ہے: عوام الناس بہت زیادہ ہیں۔ مجھے بخش دیا جائے گا۔ میرے لیے کوئی حرج نہیں۔ سو وہ اعمال برے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تمنا اس کے برعکس کی کرتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے "اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ" کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ اپنے ایسے گناہوں کی بخشش کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے جن کا ارتکاب بار بار مسلسل کرتے ہیں اور ان سے توبہ نہیں کرتے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے "وَدَرَسُوْا مَا فِیْهِ" کے بارے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کتاب میں پڑھا جہالت کے سبب انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے "وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان میں سے اہل ایمان کے لیے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ" کا معنی ہے یہود و نصاریٰ میں سے جنہوں نے کتاب کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: مذکورہ آیت میں کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

"اور جب ہم نے اٹھایا پہاڑ ان کے اوپر اس طرح گویا وہ سائبان ہے اور خیال کرنے لگے کہ وہ ضرور گر پڑے گا ان پر (ہم نے کہا) پکڑ لو جو ہم نے دیا ہے تمہیں (پوری) قوت سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 130

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے علی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: آیت کریمہ میں ''وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ'' کا معنی ہے رَفَعْنَاهُ یعنی جب ہم نے پہاڑ ان کے اوپر اٹھایا۔ جیسا کہ یہ ارشاد ہے ''وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ'' (النساء: 154) اور فرمایا ''خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ'' (پکڑ لو جو ہم نے دیا ہے تمہیں (پوری) قوت سے) ورنہ میں اس (پہاڑ) کو تم پر چھوڑ دوں گا (یعنی تمہارے اوپر اس پہاڑ کو گرا دوں گا)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے سروں پر ملائکہ نے پہاڑ کو اوپر اٹھالیا اور ان سے یہ کہا گیا ''خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ'' کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے پوری قوت سے پکڑ لو۔ تو جب وہ پہاڑ کی طرف دیکھتے تو کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور جب کتاب کی طرف دیکھتے تو کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بالیقین جانتا ہوں کہ یہود نے اس حرف پر سجدہ نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ'' فرمایا تم میرے حکم کو ضرور بہ ضرور پکڑ لو ورنہ میں تم پر یہ پہاڑ پھینک دوں گا، تو انہوں نے سجدہ کیا اور ساتھ ہی پہاڑ کی طرف اس خوف سے دیکھ رہے تھے کہ وہ ان پر گر نہ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی سجدہ کو پسند کر لیا اور انہوں نے اسے ہی اختیار کر لیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک یہودی اور ایک عیسائی حاضر ہوا۔ تو آپ نے یہودی سے کہا: کس شے نے تمہیں یہ دعوت دی کہ تم اپنی پیشانیوں کے ساتھ سجدہ کرو؟ تو اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی پیشانیوں کے ساتھ اس ارشاد خداوندی کے سبب سجدہ کیا ''وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ'' سو تم پیشانیوں کے بل گر گئے اور پہاڑ کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اور آپ نے نصرانی کو کہا۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے مشرق کی طرف سجدہ کیا: اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا (مریم) ''جب وہ الگ ہوگئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے اس آیت میں جس پہاڑ کا ذکر ہے وہ جبل طور ہے، اسے ہی بنی اسرائیل پر اٹھایا گیا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ'' کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح مکھن نکالا جاتا ہے ہم نے پہاڑ کو نکال لیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ثابت بن حجاج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات مکمل طور پر ایک ہی بار ان پر نازل ہوئی تو یہ ان پر گراں گزری۔ تو انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ان پر سائبان کی مثل کھڑا کر دیا۔ تو پھر انہوں نے تورات کو لے لیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 131

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ'' کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اپنی بنیادوں سے اکھیڑ کر ان کے سروں کے اوپر کھڑا کر دیا، اور پھر فرمایا: تم میرے حکم کو پکڑ لو ورنہ میں اس پہاڑ کو تم پر پھینک دوں گا۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الموفقیات میں حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ شہنشاہ روم ہرقل نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط تحریر کیا۔ اس میں وہ آپ سے استفسار کرتا ہے۔ شے اور لاشے کے بارے میں، اپنے دین کے بارے میں جس کے سوا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا، مفتاح الصلوٰۃ کیا ہے، جنت میں لگائی جانے والی چیز کیا ہے، ہر شے کی صلوٰۃ کیا ہے۔ ایسی چار چیزوں کے بارے پوچھا جن میں روح ہے اور انہوں نے مردوں کی صلبوں اور عورتوں کی رحموں میں کوئی حرکت نہیں کی۔ ایسے آدمی کے بارے سوال کیا جس کا باپ نہیں، ایسے آدمی کے بارے پوچھا جس کی کوئی قوم نہیں اور ایسی قبر کے بارے پوچھا جو صاحب قبر کے ساتھ چلی۔ قوس قزح کیا ہے؟ اور وہ کون سا خطۂ زمین ہے جس پر صرف ایک بار سورج طلوع ہوا، نہ اس سے پہلے اس پر طلوع ہوا اور نہ اس کے بعد ہوگا۔ ایسے کوچ کرنے والے کے بارے پوچھا جس نے ایک بار کوچ کیا، نہ اس سے پہلے کوچ کیا اور نہ اس کے بعد کرے گا اور ایسے درخت کے بارے استفسار کیا جو بغیر پانی کے اگا۔ ایسی شے کے بارے سوال کیا جو سانس لیتی ہے حالانکہ اس میں روح نہیں۔ اور الیوم، امس، غد اور بعد غد کے بارے پوچھا کہ کلام میں ان کے اجزاء کیا ہیں۔ گرج، بجلی اور اس کی آواز کے بارے استفسار کیا۔ کہکشاں اور چاند میں دکھائی دینے والے سیاہ داغ کے بارے استفسار کیا، کہ یہ سب کیا ہے؟ تو آپ سے کہا گیا: یہ آپ کے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ اس کے خط کا جواب لکھنے میں کسی شے میں آپ سے خطا ہوگئی تو وہ اسی کے بارے آپ کو طعنہ دے گا۔ اس لیے آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف لکھ بھیجیں۔ سو آپ نے ان کی طرف لکھ بھیجا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خط کا جواب تحریر کیا۔ آپ نے لکھا: تم نے شے کے بارے سوال کیا ہے۔ تو وہ پانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء: 30) اور رہی لاشے تو وہ دنیا ہے کیونکہ وہ ہلاک ہو جائے گی اور فنا ہو جائے گی۔ اور وہ دین جس کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی اور قبول نہیں کرے گا وہ لا الہ الا اللہ ہے اور مفتاح الصلوٰۃ اللہ اکبر ہے۔ غرس الجنت کے بارے پوچھا تو وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ تم نے پوچھا ہر شے کی صلوٰۃ کیا ہے۔ تو وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے اور وہ چار جن میں روح تو ہے مگر انہوں نے مردوں کی اصلاب اور عورتوں کی رحموں میں حرکت نہیں کی۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا علیہا السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور وہ دنبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی جگہ قربان کیا (1)۔ اور وہ آدمی جس کا باپ نہیں وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ وہ آدمی جس کی کوئی قوم نہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور وہ قبر جو صاحب قبر کے ساتھ چلی اس سے مراد وہ مچھلی ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر سمندر میں چلتی رہی۔ رہی قوس قزح، تو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے غرق ہونے سے امان ہے۔ اور وہ ٹکڑا زمین جس پر ایک بار سورج

1۔ راجح قول یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ضیاء القرآن، سورۂ صافات، آیت نمبر 103 کا حاشیہ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

طلوع ہوا نہ اس سے پہلے اس پر سورج طلوع ہوا اور نہ پھر اس کے بعد۔ تو اس سے مراد سمندر کا وہ مقام ہے جہاں سے وہ بنی اسرائیل کے لیے دولخت ہوا تھا۔ اور وہ کوچ کرنے والا جس نے ایک بار کوچ کیا نہ اس سے پہلے کوچ کیا اور نہ بعد تو وہ جبل طور سیناء ہے۔ اس کے اور ارض مقدسہ کے درمیان چار راتوں کی مسافت تھی۔ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے نور کے دو پردوں کے ساتھ اڑایا جس میں عذاب کی علامات تھیں اور اسے ان پر سایہ فگن کر دیا۔ اور ایک ندا دینے والے نے انہیں ندا دی، اگر تم نے تورات کو قبول کر لیا تو میں اسے تم سے اٹھا لوں گا، ورنہ میں اسے تم پر پھینک دوں گا، سو انہوں نے معذور ہو کر تورات کو لے لیا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو اپنی جگہ پر واپس لوٹا دیا۔ اسی کا تذکرہ اس ارشاد میں کیا ''وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ'' الآیہ۔ اور وہ درخت جو بغیر پانی کے اگا اس سے مراد بغیر تنے کے وہ بیل ہے جو حضرت یونس علیہ السلام پر اگی تھی۔ اور وہ شے جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔ جیسے ارشاد خداوندی ہے وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ (التکویر) ''اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے''۔ رہا سوال الیوم کا تو یہ عمل ہے، اور امس یہ مثل ہے اور غد یہ اجل (موت) ہے اور بعد غد یہ امل (امید، آرزو) ہے رہی برق (بجلی) تو اس سے مراد فرشتوں کے ہاتھوں میں وہ کوڑے ہیں جن کے ساتھ بادلوں کو پیٹا جاتا ہے۔ اور رعد، اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے اور اس کی آواز اس کی جھڑک ہوتی ہے۔ اور کہکشاں یہ آسمان کے دروازے ہیں اور انہی سے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور چاند میں جو سیاہ داغ دکھائی دیتا ہے تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ (الاسراء:12) ''اور ہم نے بنایا ہے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں اور ہم نے مدہم کر دیا رات کی نشانی کو''۔ اگر وہ داغ نہ ہوتو نہ رات کو چاند سے پہچانا جائے اور نہ دن کو رات سے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر کی طرف خط بھیجا، اس کی طرف سوالات کے جوابات لکھ بھیجے۔ تو قیصر روم نے کہا: نبی یا نبی کی اہل بیت میں سے کسی آدمی کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا۔ ''فَقَالَ قَیْصَرُ: مَا یَعْلَمُ هٰذَا اِلَّا نَبِیٌّ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِ نَبِیٍّ'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ۙ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

''اور (اے محبوب!) یاد کرو جب نکالا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنا دیا خود ان کو ان کے نفسوں پر (اور پوچھا) کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے، ہم نے

9B

گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے یا یہ نہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا (ہم سے) پہلے اور ہم تو تھے ان کی اولاد ان کے بعد تو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس شرک کی وجہ سے جو کیا تھا باطل پرستوں نے اور اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں نشانیاں تا کہ وہ (ان میں غور کریں) اور کفر سے باز آجائیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ "وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ ...... الآیہ" کے متعلق روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب ہے اور ان کی عمر، رزق اور مصیبت کے بارے لکھ دیا پھر ان کی پشت سے چیونٹیوں کی طرح ان کی اولاد نکالی اور ان تمام سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ پھر ان کی عمریں، رزق اور مصائب لکھ دیئے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی مثل نکالا۔ پھر انہیں ان کے ناموں کے ساتھ پکارا اور کہا: یہ فلاں بن فلاں ہے، یہ ایسے ایسے عمل کرے گا۔ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہ ایسے ایسے عمل کرے گا۔ پھر انہیں اپنے دست قدرت کے ساتھ دونوں مٹھیوں میں پکڑا اور فرمایا یہ جنت میں ہوں گے اور یہ جہنم میں ہوں گے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر ان کی پشت سے چیونٹیوں کی مثل اولاد نکالی اور پھر ان سے کہا تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر انہیں آپ کی پشت میں واپس لوٹا دیا یہاں تک کہ قیامت قائم ہونے تک وہ سب پیدا ہوں گے جن سے میثاق لیا گیا، نہ ان میں زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی ان میں کمی کی جائے گی (3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو (زمین پر) اتارا گیا، تو اس وقت آپ کو دحناء (جگہ کا نام) میں اتارا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت کو مس فرمایا اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا، جنہیں قیامت تک اس نے پیدا فرمانا تھا۔ پھر ان سے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ان تمام نے عرض کی: کیوں نہیں۔ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ پس اس دن قلم وہ سب کچھ لکھ کر خشک ہو گیا جو یوم قیامت تک ہونے والا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا اور ان کی پیٹھ سے قیامت تک پیدا ہونے والی ان کی اولاد کو نکالا اور پھر ان سے یہ میثاق لیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح جواب دیا کہ جب کسی کافر اور کسی دوسرے سے یہ سوال کیا جاتا ہے، تیرا رب کون ہے؟ تو وہ یہی کہتا ہے اللہ۔ یعنی میرا رب اللہ ہے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 134، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 136
4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 98، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنۃ میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکالی جاتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مندہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا، گویا کہ وہ پانی کی موج میں آنے والی چیونٹیاں ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے کندھے پر ضرب لگائی تو اس سے موتیوں کی مثل چمکتی ہوئی اولاد ہتھیلی میں نکلی۔ تو فرمایا یہ جنت کے لیے ہیں۔ پھر دوسرے دست قدرت کے ساتھ بائیں کندھے پر ضرب لگائی۔ تو اس سے کوئلے کی مثل سیاہ اولاد نکلی۔ تو فرمایا: یہ آگ کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ فرمایا: اسی کا ذکر اس آیت میں ہے وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (الاعراف:179) ''اور بے شک ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان''۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا۔ آپ اس وقت عرفات کے پہلو میں وادیٔ نعمان میں تھے اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا جنہیں قیامت تک پیدا فرمانا ہے پھر ان سے میثاق لیا اور یہ آیت تلاوت کی: ''اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' آپ نے اس آیت کو اسی طرح یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالکریم بن ابی امیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں کی طرح (اولاد) نکالی گئی۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ارواح نے اپنے اجساد کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے اور اس کی معرفت کا اقرار کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجساد کی تخلیق سے پہلے پیدا فرمایا اور ان سے میثاق لیا۔

امام ابن عبدالبر نے التمہید میں سدی کی سند سے ابو مالک اور ابو صالح رحمہم اللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مرۃ الہمدانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دیگر کئی افراد نے ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ کے متعلق فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تو انہیں آسمان سے نیچے اتارنے سے پہلے ان کی پشت کی دائیں جانب کو مس فرمایا اور اس سے موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 134 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 140

WWW.NAFSEISLAM.COM

اولاد کو باہر نکالا اور وہ چیونٹیوں کی ہیئت میں تھی۔ اور انہیں فرمایا: تم میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر پشت کی بائیں جانب کو مس فرمایا اور اس سے چیونٹیوں کی طرح سیاہ رنگ میں اولاد نکالی اور انہیں کہا: تم جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ سو اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال فرمایا۔ پھر ان سے میثاق لیا اور فرمایا ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۚ قَالُوْا بَلٰى (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے) اس کے سبب دو گروہ معرض وجود میں آئے، ایک گروہ پیروی کرنے والوں کا، جنہوں نے پسند اور رضامندی سے قَالُوْا بَلٰى کہا۔ اور دوسرا گروہ ان کا جنہوں نے تقیہ کی بنا پر مجبوراً بغیر رضامندی کے یہ اقرار کیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ نے کہا شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ''ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے، یا یہ نہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا (ہم سے) پہلے''۔ صحابہ کرام نے کہا: کہ اولاد آدم میں سے کوئی بھی نہیں مگر وہ پہچانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔ اسی لیے یہ ارشاد خداوندی ہے وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا (العمران: 83) '' حالانکہ اس کے حضور سر جھکا دیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا مجبوری سے''۔ اور یہ ارشاد گرامی بھی ہے قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ (الانعام) '' آپ فرمائیے اللہ ہی کے لیے کامل دلیل ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت فرما تا تم سب کو''۔ یعنی میثاق لینے کے دن۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اہل مدینہ میں سے ایک آدمی ابو محمد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ارشاد ربانی '' وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ '' کے متعلق حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے پوچھا جس طرح تو نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا '' اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور ان میں روح پھونکی، پھر انہیں بٹھایا اور اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا اس اولاد کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے، پھر دوسرے دست قدرت کے ساتھ اس کی پشت کو مس کیا۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور فرمایا اس اولاد کو میں نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ وہ اعمال کرتے رہیں گے جو میں نے چاہے۔ پھر میں ان کا خاتمہ برے اعمال کے ساتھ کروں گا اور انہیں جہنم میں داخل کر دوں گا (1)۔

امام عبد بن حمید، عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مندہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں، لالکائی، ابن مردویہ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ کے ضمن میں کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 136

WWW.NAFSEISLAM.COM

علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کو نکالا، تو ارواح کو ان کی صورتوں میں رکھا، پھر انہیں قوت گویائی عطا فرمائی، چنانچہ انہوں نے گفتگو کی پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و میثاق لیا۔ اور خود انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بناتے ہوئے ان سے پوچھا گیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ان سب نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر سات آسمانوں کو گواہ بنا رہا ہوں اور تم پر تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو گواہ بنا رہا ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں تو اس کے بارے علم نہیں تھا۔ تم جان لو بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے بغیر کوئی رب نہیں۔ تم میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا، وہ تمہیں میرا عہد و میثاق یاد دلائیں گے اور میں تم پر کتابیں نازل کروں گا۔ سب نے جواب دیا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو ہی ہمارا رب اور ہمارا اللہ ہے تیرے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے اور نہ ہی کوئی اللہ ہے۔ پس ان تمام نے اقرار کر لیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ان پر بلند کیا گیا تاکہ آپ ان کی طرف دیکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے غنی و فقیر اور حسین و جمیل صورت رکھنے والوں اور ان کے سوا دوسرے افراد کو دیکھا۔ تو کہا: اے میرے رب! تو نے اپنے بندوں کے مابین مساوات قائم کیوں نہیں کی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے یہ پسند کیا ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ آپ نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، جو چراغوں کی مثل منور اور روشن تھے۔ ان سے نبوت و رسالت کے بارے میں خصوصی علیحدہ میثاق لیا گیا کہ وہ پیغام حق اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچائیں گے۔ اس کا ذکر اس ارشاد میں ہے: وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ (الاحزاب: 7) الآیہ۔ اسی طرح ارشاد خداوندی ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (الروم: 30) ''اللہ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے''۔ اسی کے بارے یہ ارشاد بھی ہے: وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَ اِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ (الاعراف) ''اور نہ پایا ہم نے ان کی اکثریت کو وعدہ کا پابند اور ضرور پایا ان میں سے بہتوں کو حکم عدولی کرنے والا''۔ اسی کے بارے مزید کہا فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ (الاعراف: 101) ''اور نہ ہوا یہ کہ ایمان لائے اس پر جس کو جھٹلا چکے تھے اس سے پہلے''۔ فرمایا: اس دن اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کون اسے جھٹلائے گا اور کون اس کی تصدیق کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ان ارواح میں موجود تھی جن سے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں عہد و میثاق لیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے (جبرئیل علیہ السلام کو) حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بشر کی صورت میں بھیجا۔ پس وہ اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضرت ابی نے کہا: وہ روح حضرت مریم علیہا السلام کے منہ سے ان کے اندر داخل ہوئی (1)۔

حضرت امام مالک نے موطا میں، امام احمد، عبد بن حمید، بخاری نے تاریخ میں، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، آجری نے الشریعہ میں، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مسلم بن یسار جہنی رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ '' وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ '' الآیہ کے بارے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 137

WWW.NAFSEISLAM.COM

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ سے سنا کہ آپ سے اسی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر اپنے دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس فرمایا اور اس سے ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا: میں نے انہیں جنت کے لیے اور ایسے اعمال کے ساتھ پیدا کیا ہے جو اعمال اہل جنت کرتے ہیں۔ پھر ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد کو نکالا۔ اور فرمایا: میں نے انہیں جہنم کے لیے اور ایسے اعمال کے ساتھ پیدا کیا ہے جو اعمال اہل جہنم کریں گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر عمل کی کیا حیثیت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو پھر اس سے اہل جنت کے اعمال کراتا ہے یہاں تک کہ اہل جنت جیسے اعمال کرتے ہوئے اسے موت آجاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ اور جب کسی کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو پھر اس سے اہل جہنم کے اعمال کی مثل اعمال کراتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایسے اعمال کرتے کرتے اسے موت آجاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کردے گا(1)۔

امام احمد، نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن وادیٔ نعمان میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد نکال کر میثاق لیا اور آپ کی صلب سے اس ساری اولاد کو نکالا جسے پیدا فرمانا تھا اور اسے آپ کے سامنے چیونٹیوں کی طرف بکھیر دیا۔ پھر ان سے یہ کہہ کر کلام فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ۔(2)

امام ابن جریر اور ابن مندہ رحمہما اللہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ''۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اولاد کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکالی جاتی ہے اور انہیں فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي۔ تو ملائکہ نے کہا شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِيْنَ (ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے)(3)

امام ابن ابی حاتم، ابن مندہ، ابو الشیخ نے العظمہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا، تو اس سے وہ تمام روحیں باہر آئیں جنہیں قیامت تک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمانا ہے اور آپ کی پسلیوں میں سے ایک کو اکھیڑا، تو اس سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر ان سے یہ عہد لیا '' اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي '' (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے) پھر بنی آدم میں سے ہر روح نے اس کا نور اپنے چہرے پر کھینچا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی آزمائش میں ڈال

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 136 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 133 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 135

WWW.NAFSEISLAM.COM

دیا، جو اس کے لیے لکھ دی کہ وہ اسے دنیا میں طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر دے گا پھر ان تمام کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پیش کیا اور فرمایا: اے آدم! یہ تیری اولاد ہے۔ ان میں جذام اور برص کے مریض بھی ہیں، اندھے اور دیگر طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا لوگ بھی ہیں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے میری اولاد کے ساتھ اس طرح کیوں کیا ہے؟ تو رب کریم نے جواباً ارشاد فرمایا: تاکہ تو میری نعمتوں کا شکر ادا کرے اور حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں جنہیں میں اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ نور کے سبب تمام لوگوں میں اظہر اور عیاں ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ تیری اولاد میں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر عرض کی۔ یہ کون ہے جسے میں نے اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کا نور تمام لوگوں سے بڑھ کر ظاہر اور واضح ہے؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں جو آخری امتوں میں ہوں گے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو نے ان کی عمر کتنی بنائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ساٹھ برس۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میری عمر کتنی بنائی ہے؟ فرمایا: اتنے اتنے برس۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال کا ان کی عمر میں اضافہ فرما دے یہاں تک کہ ان کی عمر سو برس ہو جائے۔ رب کریم نے فرمایا: اے آدم! کیا تو ایسا کرے گا؟ عرض کی: ہاں اے میرے رب۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے لکھ دیا جائے گا اور اس پر مہر لگا دی جائے گی بلاشبہ ہم نے لکھ کر مہر لگا دی ہے اور ہم اسے تبدیل نہیں کریں گے۔ عرض کی: اے میرے رب! ایسا کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب ملک الموت علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: اے ملک الموت! تم کیا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں، تو آپ نے فرمایا: کیا ابھی میری عمر سے چالیس برس باقی نہیں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا آپ نے وہ اپنے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام کو نہیں عطا کر دیے تھے؟ تو آپ نے کہا: نہیں۔ راوی نے کہا: کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھولے اور آپ کی ساری اولاد بھول گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو آپ کی ذریت نے بھی انکار کیا (1)۔

امام ابن جریر نے جویبر سے نقل کیا ہے کہ ضحاک بن مزاحم کا بیٹا چھ دن کی عمر پا کر فوت ہو گیا تو انہوں نے کہا: جب میں نے اپنے بیٹے کو لحد میں رکھا تو اس کا چہرہ ظاہر کر دیا اور کفن کی گرہ کھول دی۔ اس لیے کہ میرے بیٹے کو بیٹھایا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا۔ تو یہ سن کر میں نے ان سے کہا: کیا اس سے بھی سوال کیے جائیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں اس میثاق کے بارے میں جس کا اقرار اس نے آدم علیہ السلام کی صلب میں کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس کیا اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا جنہیں قیامت تک پیدا فرمانا ہے۔ پھر ان سے یہ میثاق لیا کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور ان کے لیے رزق کی کفالت اٹھائی۔ بعد ازاں انہیں آپ کی پشت میں لوٹا دیا۔ اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 7، صفحہ 395، دار الفکر بیروت

ان تمام کو پیدا فرمادے گا جن سے اس دن میثاق لیا۔ سو جس نے ان میں سے دوسرے میثاق کا ادراک کرلیا اور اسے پورا کردیا اسے پہلا میثاق نفع دے گا۔ اور جس نے دوسرے میثاق کا ادراک کیا اور اس کا اقرار نہ کیا تو اسے پہلے میثاق نے کوئی نفع نہیں دیا۔ اور جو دوسرے میثاق کو پانے سے پہلے ہی صغر سنی میں فوت ہو گیا تو وہ پہلے میثاق کے مطابق اپنی فطرت پر فوت ہوا(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں کو نکالا۔ اور ان کی عمروں، رزق، اعمال اور شقاوت وسعادت کے بارے لکھ دیا۔ پس جسے سعادت کا علم ہوا اس نے افعال خیر اور مجلس خیر کو اختیار کیا اور جسے شقاوت کا علم ہوا اس نے افعال شر اور مجالس شر کو اپنایا۔

امام عبد بن حمید، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابو الشیخ نے العظمہ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کی قضا کا فیصلہ فرمایا اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اہل یمین (دائیں طرف والے) کو اپنے دائیں دست قدرت سے پکڑا اور اہل شمال کو دوسرے دست قدرت سے پکڑا۔ رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں (ان میں کوئی بھی بایاں ہاتھ نہیں) اور فرمایا اے اصحاب یمین! تو انہوں نے جواباً عرض کی اے ہمارے رب! لبیک وسعدیک۔ تو رب کریم نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اصحاب شمال! تو انہوں نے جواباً عرض کی: اے ہمارے رب لبیک وسعدیک۔ فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر ان میں سے بعض آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔ تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں کیوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ (المومنون) ''اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں۔ یہ (نابکار) ان برے کاموں کو ہی کرنے والے ہیں''۔ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ''یہ اس لیے ہوا کہ وہ قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے''۔ پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا۔ پس اہل جنت اسی کے اہل ہیں۔ اور اہل نار اسی کے اہل ہیں۔ تو کسی کہنے والے نے یہ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو پھر اعمال کس لیے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر قوم اپنے مراتب اور درجات کے لیے عمل کرتی ہے۔ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا تب ہم محنت اور کوشش کریں گے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا اس میں سے وہ روحیں باہر آئیں جنہیں قیامت تک اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں سے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 135، بیروت

2۔ نوادر الاصول، صفحہ 8، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے درمیان نور کی چمک رکھ دی۔ پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام پر پیش فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے۔ پھر آپ نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے مابین موجود نورانی چمک نے آپ کو انتہائی تعجب اور ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ تو عرض کی۔ اے میرے پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ کی اولاد میں آخری امتوں کا ایک آدمی ہے۔ اسے داؤد کہا جائے گا۔ عرض کی: اے میرے رب! اس کی عمر کتنی بنائی ہے؟ فرمایا: ساٹھ برس۔ عرض کی: اے میرے پروردگار! میری عمر سے چالیس برس کا اس میں اضافہ کر دے، تو جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر گزر گئی تو ان کے پاس ملک الموت علیہ السلام آئے۔ تو آپ نے ان سے کہا: کیا ابھی میری عمر کے چالیس برس باقی نہیں ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: کیا وہ تم نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے انکار کر دیا۔ پس آپ کی اولاد نے بھی انکار کیا اور آپ بھول گئے۔ تو آپ کی اولاد بھی بھول گئی۔

امام ابن ابی الدنیا نے الشکر میں، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اہل جنت کو آپ کی پشت کی دائیں جانب سے نکالا اور اہل نار کو پشت کی بائیں جانب سے نکالا تو وہ سب زمین پر رینگنے لگے۔ ان میں اندھے، بہرے، برص کے مریض، اپاہج اور طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا لوگ تھے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تو نے میری اولاد کو ایک جیسا (ایک دوسرے کے مساوی) نہیں بنایا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے آدم! میں نے چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو آپ کی پشت میں لوٹا دیا (1)۔

عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت قتادہ اور حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان دونوں نے کہا: جب حضرت آدم علیہ السلام پر ان کی اولاد پیش کی گئی۔ تو آپ نے ان میں سے بعض کو بعض پر افضل دیکھا۔ تو عرض کی: اے میرے رب! تو نے ان کے درمیان مساوات کیوں نہیں رکھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ جب صاحب فضل اپنی فضیلت کو دیکھے گا تو وہ میری حمد بیان کرے گا اور میرا شکر ادا کرے گا (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں حضرت بکر رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

ابن جریر، بزار، طبرانی، اجری نے الشریعہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ہشام بن حکیم سے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: کیا اعمال کو دیکھا جائے گا یا حتمی فیصلہ کر دیا گیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشتوں سے پکڑا۔ پھر انہیں اپنے نفسوں پر گواہ بنایا۔ پھر اپنی دو ہتھیلیوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا یہ جنت میں ہوں گے اور یہ جہنم میں ہوں گے پس اہل جنت پر اہل جنت کے اعمال آسان کر دیے جاتے ہیں۔ اور اہل نار کے لیے اہل نار کے اعمال آسان بنا دیئے جاتے ہیں (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 107 (4441)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (4442)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 140

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ان کی پشت سے باہر نکالی۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمین کو بھر دیا اور وہ اس طرح تھے۔ اور آپ نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے پر ملا دیا(1)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ تو اس نے مشرکین کے بچے اہل جنت کی خدمت کے لیے مجھے عطا فرمائے۔ اس لیے کہ جو شرک ان کے آباء نے کیا انہوں نے اس کو نہیں پایا اور وہ پہلے میثاق میں شامل تھے (اسی پر وہ فوت ہو گئے)(2)

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: قیامت کے دن اہل جہنم میں سے ایک آدمی کو کہا جائے گا: تیرا کیا خیال ہے اگر زمین پر موجود ہر شے تیری ہو جائے تو کیا تو اس کے عوض اسے قربان کر دے گا؟ تو وہ کہے گا ہاں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تو اس سے آسان تر شے کا تجھ سے ارادہ کیا تھا کہ تو جب اپنے باپ آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا تو میں نے تجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا مگر تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شریک ٹھہراتا رہا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ عزل کرتے تھے اور اس آیت کی تاویل کرتے تھے وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔(4)

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور نبی مکرم ﷺ سے عزل کے بارے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم نہیں کہ تم نہ کرو۔ اگر وہ ان میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا ہے، تو وہ چٹان پر بھی ہوا تو اس میں روح پھونک دی جائے گی(5)۔

امام احمد اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ پانی وہ ہے جس سے بچہ پیدا ہونا ہے تو اگر وہ چٹان پر بھی ٹپکا دیا جائے۔ تو بالیقین اللہ تعالیٰ اس سے وہ نکالے گا جو اس نے مقرر کیا ہے تو بالیقین اللہ تعالیٰ نفس کو پیدا کر دے گا کیونکہ وہی اس کا خالق ہے(6)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان سے عزل کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اگر کسی آدمی کی صلب سے پیدا ہونے والے نفس سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لے رکھا ہے۔ پھر وہ اسے کسی چٹان پر بھی ٹپکا دے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسی چٹان سے اسے نکال لائے گا۔ اب اگر تو چاہے تو عزل کر اور اگر نہ چاہے تو عزل نہ کر۔

1۔ معجم کبیر، جلد 19، صفحہ 383 (898) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ نوادر الاصول، صفحہ 44، بیروت

3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب طلب الکافر الفداء بملاء الارض ذھبا، جلد 17، صفحہ 22-121، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 11-510 (16589) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 167 (969) دار الصمیعی الریاض 6۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 140، دار صادر بیروت

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا وہ کہتے تھے کہ وہ نطفہ جس سے اللہ تعالیٰ نے بچے کا فیصلہ فرما رکھا ہے، اگر وہ چٹان پر بھی گر جائے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا فرما دے گا۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابوالشیخ نے حضرت فاطمہ بنت حسین سے یہ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے میثاق لیا تو اسے رکن میں رکھا دیا پس استلام حجر (حجر اسود کا بوسہ) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ابومحمد بن علی کے ساتھ تھا۔ اسی اثناء میں ایک آدمی نے آپ سے پوچھا: اے ابوجعفر! اس رکن کی تخلیق کی ابتداء کیسے ہوئی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، تو اولاد آدم سے فرمایا ''الست بربکم'' تو ان تمام نے اقرار کرتے ہوئے کہا ''بلی'' بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نہر جاری فرمائی، جو شہد سے زیادہ میٹھی اور مکھن سے بڑھ کر نرم تھی۔ پھر قلم کو حکم دیا کہ اس نہر سے سیاہی حاصل کرلے۔ چنانچہ قلم نے ان کا اقرار اور قیامت تک ہونے والے سارے معاملات لکھ دیئے۔ پھر اس کتاب کو اس پتھر نے لقمہ بنالیا اور یہ استلام (بوسہ) جو تو دیکھ رہا ہے یہ ان کے اس اقرار کے مطابق معاہدہ ہے جو اقرار انہوں نے کیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ پر ضرب لگائی، تو وہ تمام نفوس جنہیں جنت کے لیے پیدا کیا گیا، وہ انتہائی صاف سفید رنگ میں اس سے باہر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب اہل جنت ہیں اور وہ تمام نفوس جو جہنم کے لیے پیدا کیے گئے وہ سیاہ رنگ میں باہر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب اہل نار ہیں۔ یہ رائی کے دانے کی طرح چیونٹیوں کی صورتوں میں تھے اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرو۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ سب نے عرض کی: اے اللہ! ہم حاضر ہیں، ہم نے تیری اطاعت کی۔ اے اللہ! ہم نے تیری اطاعت کی۔ اے اللہ! ہم نے تیری اطاعت کی۔ ''لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ اَطَعْنَاكَ، اَللّٰهُمَّ اَطَعْنَاكَ، اَللّٰهُمَّ اَطَعْنَاكَ'' اور یہی وہ ہے جو بطور تلبیہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج میں عطا فرمایا۔ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے ساتھ ایمان لانے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے امر کا اقرار کرنے اور اس کی معرفت کا عہد و پیمان لیا(1)۔

امام جندی نے فضائل مکہ میں، ابوالحسن قطان نے الطوالات میں، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی معیت میں حج ادا کیا۔ جب آپ نے طواف شروع کیا تو حجر اسود کی طرف آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا: بلاشبہ میں یہ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی نفع۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر آپ نے اسے بوسہ دیا ''حَجَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا دَخَلَ الطَّوَافَ اسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ فَقَالَ: اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَاتَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ ثُمَّ قَبَّلَهٗ'' تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 137

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! بے شک یہ نفع اور نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: کتاب اللہ میں یہ کہاں ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کی پشت پر دست قدرت پھیرا اور ان سے یہ اقرار لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے عہد و پیمان لے لیا، اور اسے سفید کاغذ پر لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی۔ تو اسے فرمایا: اپنا منہ کھول۔ چنانچہ اس نے منہ کھولا اور اس کاغذ کو اپنا لقمہ بنا لیا اور کہا: میں قیامت کے دن اس کی شہادت دوں گا جس نے تیرے ساتھ کیے وعدے کو وفا کیا اور میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی زبان انتہا کی تیز ہوگی اور وہ اس آدمی کی توحید کے بارے شہادت دے گا جو اسے بوسہ دے گا۔ اے امیر المومنین! اس طرح یہ نفع اور نقصان دے گا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اس قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن تو نہ ہو۔ ''فَقَالَ عُمَرُ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَعِیْشَ فِیْ قَوْمٍ لَسْتَ فِیْهِمْ یَا اَبَا حَسَنٍ'' بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ کے ضمن میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (بنی آدم کو) ہتھیلی میں پکڑا۔ گویا کہ وہ اولین و آخرین کے گوشت کے ٹکڑے ہیں اور پھر دو یا تین مرتبہ انہیں دست قدرت میں الٹ پلٹ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا اپنے دست قدرت کو اوپر نیچے کرتا رہا پھر انہیں اپنے آباء کی صلبوں میں لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ انہیں قرناً بعد قرن نکالا۔ پھر اس کے بعد فرمایا وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ (الاعراف: 102) الآیہ۔ پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ (المائدہ: 7)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو انہیں توشہ دان کے جھاڑنے کی طرح جھاڑا۔ تو ان سے کیڑوں کی مثل (اولاد) نیچے گری۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دو قبضے بھرے جو دائیں ہتھیلی میں تھے ان کے لیے فرمایا یہ جنتی ہیں اور جو دوسری ہتھیلی میں تھے ان کے لیے فرمایا: یہ جہنم میں ہوں گے۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور آپ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کی پشت سے مخلوق کو نکالا اور فرمایا: یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اور یہ جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم عمل کس لیے کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کے مطابق (عمل کرتے ہیں) (2)

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 451 (4040)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ طبقات ابن سعد، جلد 7، صفحہ 417، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام احمد، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور جب انہیں تخلیق کیا تو ان کے دائیں کندھے پر ضرب لگائی۔ تو اس سے سفید اولاد باہر نکالی، وہ چیونٹیوں کی مثل تھے۔ پھر بائیں کندھے پر ضرب لگائی تو ان سے سیاہ اولاد باہر نکالی۔ وہ کوئلے کی مثل تھے۔ جو دائیں جانب تھے ان کے لیے فرمایا: یہ جنت کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اور جو بائیں جانب تھے ان کے لیے فرمایا یہ جہنم کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (1)۔

امام بزار، طبرانی، آجری اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل ذکرہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے دن ان کی صلب سے دو قبضے (مٹھیاں) بھرے۔ تمام پاک باز اور طیب دائیں دست قدرت میں تھے اور تمام ناپاک اور خبیث دوسرے میں اور ارشاد فرمایا: یہ اصحاب جنت ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ اصحاب نار ہیں، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ بعد از اں انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا اور وہ اس وقت سے اب تک پیدا ہوتے جا رہے ہیں (2)۔

امام بزار، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دو قبضوں (مٹھیوں) کے بارے فرمایا۔ یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (3)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دو قبضوں کے بارے فرمایا: یہ اس لیے ہیں اور یہ اس لیے ہیں (یعنی دائیں قبضہ میں اہل جنت ہیں اور دوسرے میں اہل نار ہیں) پس لوگ متفرق ہیں حالانکہ وہ تقدیر میں کوئی اختلاف نہیں رکھتے (4)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں اور آجری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو آدم علیہ السلام کی دائیں جانب پر اپنے دست قدرت سے ضرب لگائی اور اس سے چیونٹیوں کی مثل اولاد باہر نکالی اور فرمایا: اے آدم! یہ تیری اولاد اہل جنت میں سے ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب پر اپنے دست قدرت سے ضرب لگائی اور اس سے کوئلے کی مثل اولاد نکالی۔ پھر فرمایا۔ اے آدم! تیری یہ اولاد اہل نار میں سے ہے (5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابونضر رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک آدمی تھا جسے ابو عبداللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے دوست احباب بیمار پرسی کے لیے اس کے پاس گئے، تو دیکھا وہ رو رہا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا تجھے کون سی شے رلا رہی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت سے ایک مٹھ بھری اور دوسرے دست قدرت سے دوسری۔ اور فرمایا یہ اس کے لیے ہیں

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 385 (11777) دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، (11781) 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 386 (11782)

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 387 5۔ نوادر الاصول، صفحہ 8، بیروت

اور یہ اس کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (یعنی دائیں قبضہ والے اہل جنت ہیں اور دوسرے قبضہ والے اہل نار ہیں) اور میں نہیں جانتا کہ میں کون سے قبضہ میں ہوں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے ایک مٹھ خوب بھری اور فرمایا میری رحمت کے ساتھ یہ جنت کے لیے ہیں اور ایک مٹھ بھری تو فرمایا: یہ نار کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس دن حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا: اس دن آپ کی پشت سے آپ کی اس ساری اولاد کو نکالا جس نے یوم قیامت تک پیدا ہونا ہے اور انہیں چیونٹیوں کی مثل ظاہر کیا۔ پھر فرمایا ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' ''قَالُوْا بَلٰى'' ''ان سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ تو ملائکہ نے کہا: ہم گواہ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ ایک مٹھ بھری اور فرمایا: یہ سب جنت میں ہوں گے۔ پھر دوسری مٹھ بھری اور فرمایا یہ سب جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے اس ارشاد کے بارے فرمایا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ کہ یہ اس میثاق کے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے لیا اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ''یا وہ یہ نہ کہیں کہ (ہم سے) پہلے شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا''۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اولاد آدم میں سے کوئی بھی یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ ہمارے باپ دادا نے شرک کیا اور انہوں نے میثاق کو توڑ دیا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ تو کیا تو ہمیں ہمارے آباء کے گناہوں اور اس شرک کے سبب ہلاک کرتا ہے جو باطل پرستوں نے کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا لْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

''اور پڑھ سنایئے انہیں حال اس کا جسے دیا ہم نے (علم) اپنی آیتوں کا تو وہ کترا کر نکل گیا ان سے تب پیچھے لگ گیا اس کے شیطان تو ہو گیا وہ گمراہوں میں اور اگر ہم چاہتے تو بلند کر دیتے اس کا رتبہ ان آیتوں کے باعث لیکن

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 176، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ تو جھک گیا پستی کی طرف اور پیروی کرنے لگا اپنی خواہش کی۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے، اگر تو حملہ کرے اس پر تب بھی ہانپے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ آپ سنائیں (انہیں) یہ قصہ شاید وہ غور وفکر کرنے لگیں بہت بری کہاوت ہے اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (وہ) اپنی ہی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے''۔

امام فریابی، عبد الرزاق، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے بارے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں بنی اسرائیل کے اس آدمی کا ذکر ہے جسے بلعم بن ابر کہا جاتا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ آدمی بلعم بن باعوراء ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بلعام بن عامر وہ آدمی ہے جسے اسم اعظم عطا کیا گیا تھا اور وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا (2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا...... الآیہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شہر جبارین کا ایک آدمی تھا جسے بلعم کہا جاتا تھا۔ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں جا کر اترے۔ تو اس کے چچا کے بیٹے اور اس کی قوم کے افراد اس کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) ایک نیا آدمی ہے اور اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے۔ بلاشبہ اگر وہ ہم پر غالب آ گیا تو وہ ہمیں ہلاک کر دے گا۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے واپس لوٹا دے۔ اس نے جواب دیا: اگر میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے واپس لوٹا دے تو میری دنیا اور میری آخرت دونوں ختم ہو جائیں گی لیکن وہ اس سے مسلسل اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے خلاف دعا کر دی اور وہ اس حال اور کیفیت سے نکل گیا جس میں وہ تھا اور ارشاد باری تعالیٰ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ کے بارے فرمایا کہ اگر وہ حکمت کو اٹھائے تو اسے نہیں اٹھا سکتا اور اگر اسے چھوڑ دے تو خیر اور بھلائی کی طرف راہنمائی نہیں پا سکتا۔ جیسا کہ کتا کہ اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تب بھی ہانپتا ہے اور اگر بھاگے تب بھی ہانپتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا...... الآیہ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں ایک آدمی کا ذکر ہے جسے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ اس کی تین دعائیں قبول کی جائیں گی۔ اس کی ایک بیوی تھی جس سے اس کی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اس زوجہ نے اسے کہا: تین میں سے ایک دعا میرے لیے کر دو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے ایک دعا تیرے لیے ہو گی۔ بتا تو کیا چاہتی ہے؟ بیوی نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ مجھے بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر خوب صورت اور حسین عورت بنا دے۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 143، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 146

کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بنی اسرائیل کی خوب صورت ترین عورت بنا دیا، جب اس عورت نے یہ جان لیا کہ اس کی مثل حسین و جمیل ان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ تو اس عورت نے اس سے اعراض کر لیا اور دوسری شے کا ارادہ کرنے لگی یہ دیکھ کر اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ وہ اسے کتیا بنا دے۔ سو وہ کتیا بن گئی۔ اس طرح اس کی دو دعائیں پوری ہو گئیں اور ان کا حق اس سے ختم ہو گیا، پھر اس کے بیٹے اس کے پاس آئے اور کہا اس پر ہمیں کوئی قرار اور سکون نہیں کہ ہماری ماں کتیا بن گئی ہے۔ لوگ اس کے بارے ہمیں عار دلاتے ہیں اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اسے اپنی سابقہ حالت پر ہی لوٹا دے۔ چنانچہ اس نے دعا کی اور وہ اپنی اسی حالت پر لوٹ آئی جس پر وہ پہلے تھی۔ تو اس طرح اس کی تینوں دعائیں ختم ہو گئیں اور انہیں البسوس کا نام دیا گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ آدمی جسے بلعم کہا جاتا ہے وہ اہل یمن میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی آیات عطا کیں تو اس نے انہیں چھوڑ دیا (1)۔

امام عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی اتم، ابوالشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم الہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے بارے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ امیہ بن اب الصلت ثقفی ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ یہ آیت تمہارے ساتھی امیہ بن ابی الصلت کے بارے نازل ہوئی (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد امیہ بن ابی الصلت کی بہن فارعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: کیا تجھے اپنے بھائی کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں۔ اس نے عرض کی جی ہاں۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اے فارعہ! تیرے بھائی کی مثال اس آدمی کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے عطا فرمائیں اور وہ ان سے کھسک کر نکل گیا (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

اَلَا رَسُوْلٌ لَّنَا مِنَّا یُخْبِرُنَا　　مَابَعْدَ غَایَتِنَا مِنْ رَاْسِ نَجْرَانَا

"خبردار! ہمارا ایک رسول ہے جو ہمی میں سے ہے، وہ ہمیں ایسے امور کی خبر دیتا ہے جو ہماری موت کے بعد وقوع پذیر ہونے والے ہیں" وہ نجران کے سرداروں میں سے ایک ہے۔

فرمایا پھر امیہ بحرین کی طرف نکل گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعویٰ نبوت فرمایا۔ اور امیہ آٹھ سال تک بحرین میں مقیم رہا۔ پھر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات کی، جب کہ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے دعوت اسلام دی اور ان آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی: بسم اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 144　　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 145

3۔ تاریخ مدینہ دمشق، امیہ بن ابی الصلت، جلد 9، صفحہ 84-282، دار الفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

الرحمٰن الرحیم ٥ یٰسٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۙ (یٰس) جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو امیہ اچھلا اور اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے چل پڑا۔ قریش نے بھی اس کی اتباع کی اور کہنے لگے: اے امیہ! تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہے۔ قریش نے پوچھا: تو پھر کیا تو آپ کی اتباع کرے گا؟ اس نے کہا: یہاں تک کہ میں آپ کے معاملہ میں خوب غور وفکر کرلوں۔ پھر وہ شام کی طرف نکل گیا اور غزوہ بدر کے بعد اسلام لانے کے ارادہ سے واپس آیا، لیکن جب اسے مقتولین بدر کے بارے بتایا گیا۔ تو اس نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ ترک کردیا اور پھر طائف کی طرف لوٹ گیا اور وہیں مرگیا۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ (1)

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن عاصم بن عروہ بن مسعود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں ایک حلقہ میں تھا جس میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ تو ایک آدمی نے سورۂ اعراف کی یہ آیت پڑھی وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ تو بعض نے کہا: وہ صیفی بن راہب ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد بلعم ہے جو بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ تو اہل مجلس نے استفسار کیا۔ پھر کون مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد امیہ بن ابی صلت ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے پوچھا۔ تو آپ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا جسے بلعم بن باعورا کہا جاتا تھا اور انصاری کہا کرتے تھے کہ اس سے مراد ابن الراہب ہے جس نے اپنے لیے مسجد الشقاق بنائی۔ اور ثقیف کہتے تھے کہ اس سے مراد امیہ بن ابی صلت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد صیفی بن راہب ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: اس میں بنی اسرائیل کے ایک نبی یعنی بلعم کا ذکر ہے۔ اسے نبوت عطا کی گئی۔ تو قوم نے اس شرط پر اسے رشوت دی کہ وہ خاموش رہیں گے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا اور قوم کو اس حال پر چھوڑ دیا جس پر وہ پہلے تھے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَانْسَلَخَ مِنْهَا کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس سے علم چھین لیا گیا اور وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا کے بارے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو علم کے ساتھ اس کا رتبہ بالیقین بلند کردیتا (4)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مالک بن دینار سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلعام بن باعوراء کو شاہ مدین کی طرف بھیجا، تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ بلعام مستجاب الدعوات تھا اور علمائے بنی اسرائیل میں سے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شدائد اور تکالیف میں اسے آگے کرتے تھے۔ تو شاہ مدین نے اسے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، امیہ بن ابی الصلت، جلد 9، صفحہ 87-86-285، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 265
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 146
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 151

WWW.NAFSEISLAM.COM

30B

لاجواب کر کے خاموش کر دیا اور اسے عطیہ دے کر خوش کر دیا۔ چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین چھوڑ دیا اور اس کا دین اختیار کر لیا۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جانتا تھا کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے ہی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے لیے بیان فرمائی ہے کہ جسے اس کا علم ہدایت پیش کرے اور وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے اور اسے چھوڑ دے۔ اور ارشاد خداوندی وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا کے بارے حضرت قتادہ نے کہا: کہ اگر ہم چاہتے تو ہم اسے ہدایت عطا فرما کر اس کا رتبہ بلند فرما دیتے اور شیطان اس پر قطعاً راہ نہ پا سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس نے ہدایت کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ...... الآیہ (تو اس کی مثال کتے جیسی ہے) اس کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کافر کی مثال ہے جن کے دل اسی طرح مردہ ہیں جیسے کتوں کے دل مردہ ہوتے ہیں (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے ضمن میں کہا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ اور حنفاء میں سے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اور کتاب کا علم عطا فرمایا اور وہ اس سے کترا کر نکل گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کتے کی مثل بنا دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر اس طرح بیان کی ہے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا اگر ہم چاہتے تو ہم اس سے اسے دور کر دیتے وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ لیکن وہ تو پستی کی جانب ٹھہر گیا اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ اگر تو اسے اپنی سواری اور اپنی ٹانگوں کے ساتھ بھگائے (تو وہ ہانپنے لگے) یہ مثل اس آدمی کی ہے جو کتاب پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: لیکن وہ پستی کی جانب جھک گیا تو اسے نکال دیا گیا (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ کا معنی حضرت حسن رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے: اگر تو اس پر وسعت (طاقت) پالے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کتا منقطع الفواد ہوتا ہے اس کی عقل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو ہدایت چھوڑ دیتا ہے اس کی بھی عقل نہیں ہوتی۔ اور جس کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 154
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 151,52,53
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 152

WWW.NAFSEISLAM.COM

عقل منقطع ہوتی ہے وہ پہلے بھی اور بعد بھی گمراہ ہوتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے ابوالمعتمر سے نقل کیا ہے کہ ان سے اس آیت کریمہ کے بارے پوچھا گیا وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا تو انہوں نے سیار کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ ایک آدمی تھا جسے بلعام کہا جاتا تھا۔ اسے نبوت عطا کی گئی تھی اور وہ مستجاب الدعوات تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لائے تو آپ نے اس سرزمین کا ارادہ فرمایا جہاں بلعام سکونت پذیر تھا۔ تو یہ خبر سن کر لوگ سخت خوف زدہ اور مرعوب ہو گئے۔ چنانچہ وہ بلعام کے پاس آئے اور کہا: اس آدمی کے خلاف آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ اس نے کہا: کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں؟ چنانچہ اس نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی۔ تو اسے کہا گیا: تو ان کے خلاف دعا نہ کرنا، کیونکہ ان میں میرے بندے ہیں اور ان میں ان کا نبی بھی ہے۔ تو اس نے اپنی قوم سے کہا میں نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی ہے لیکن مجھے منع کر دیا گیا ہے۔ راوی نے کہا: قوم نے اسے ہدیہ اور تحائف پیش کیے۔ اس نے انہیں قبول کرلیا۔ پھر وہ اس سے واپس لوٹے اور پھر کہا۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا مانگنا، تو اس نے کہا: کہ میں مشورہ کروں گا۔ پھر اس نے اجازت طلب کی۔ تو اسے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ تو اس نے کہا: میں نے مشاورت طلب کی ہے لیکن مجھے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ تو قوم نے کہا: اگر تمہارا رب ان کے خلاف تمہاری دعا کو ناپسند کرتا تو بالیقین تمہیں منع فرما دیتا جیسا کہ اس نے پہلی بار منع کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ ان کے خلاف دعا کرنے لگا۔ تو جب وہ دعا میں شروع ہوا تو اس کی زبان پر اپنی ہی قوم کے خلاف دعا جاری ہوگئی اور جب اسے رسول بنایا جائے تو اسے اپنی قوم پر فتح عطا فرمائے تو اس مقام پر اس کی زبان پر یہ جاری ہوا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے لشکر کو فتح عطا فرمائے۔ تو قوم نے کہا: ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے ہی خلاف دعا کر رہے ہو......! اس نے جواب دیا: میری زبان پر یہی جاری ہوتا ہے۔ اگر میں ان کے خلاف دعا کروں تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ لیکن میں تمہیں اس امر پر آگاہ کر رہا ہوں کہ عنقریب ان کی ہلاکت اس جگہ میں ہوگی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ زنا کو مبغوض اور ناپسند کرتا ہے۔ اگر وہ زنا میں واقع ہو جائیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ انہیں عورتوں سے دور نکال لایا گیا اور وہ تو مسافر لوگ ہیں۔ عنقریب وہ زنا کے مرتکب ہوں گے اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ انہیں عورتوں سے دور نکال دیا گیا، وہ ان کے پاس آتیں تو وہ زنا کا ارتکاب کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون مسلط کر دیا جس کے سبب ستر ہزار افراد موت کی نذر ہو گئے (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن جبیر سے مذکورہ آیت کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا نام بلعم تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر ہزار افراد کے ساتھ اس کی قوم سے جنگ کرنے کا قصد کیا۔ تو اس کی قوم اس کے پاس آئی اور کہا: اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا کیجئے۔ جب بھی ان پر کوئی حملہ کرتا تھا، تو وہ ان کے لیے بددعا کرتا اور وہ ہلاک ہو جاتے۔ وہ دعا کرنے سے پہلے سو جاتا اور خواب میں وہ کچھ دیکھ لیتا جو اسے حکم دیا جاتا۔ چنانچہ وہ سویا، تو اسے کہا گیا: ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، ان کے لیے بددعا نہ کرنا۔ وہ بیدار ہوا، تو اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 148

نے ان کے خلاف دعا کرنے سے انکار کر دیا، راپنی قوم سے کہا: تم ان کے لیے عورتوں کو مزین اور آراستہ کرو۔ بے شک جب وہ انہیں دیکھیں گے، تو وہ صبر نہیں کر سکیں گے، یہاں تک کہ وہ گناہ (زنا) میں واقع ہو جائیں گے اور تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

"جسے ہدایت بخشے اللہ تعالیٰ سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جنہیں گمراہ کردے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں یہ کہا کرتے تھے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَاهَادِیَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

امام مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے "نَحْمَدُ لِلّٰهِ وَنُثْنِیْ عَلَیْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ، پھر فرماتے "مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ، اَصْدَقُ الْحَدِیْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ" پھر فرماتے بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَیْنِ۔ "ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ایسے کرتے ہیں جو اس کی شایان شان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ سب سے زیادہ سچی کلام کتاب اللہ ہے۔ اور سب سے زیادہ حسین ہدایت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ اور تمام امور میں سے سب سے زیادہ نقصان دہ وہ نئے امور ہیں جن کی اصل نہ کتاب میں ہو اور نہ ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ ہی وہ شے اجماع امت سے ثابت ہو۔ اور اس طرح کا ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر قسم کی گمراہی جہنم میں ہے۔ پھر فرمایا مجھے مبعوث کیا گیا، میں اور قیامت دونوں اس طرح ہیں"۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو انگلیوں سے اشارہ کر کے یہ فرماتے کہ میرے اور قیامت کے درمیان صرف ان انگلیوں کا سا فاصلہ ہے)(1)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت اور تاریکی میں پیدا کیا ہے۔ پھر ان پر اپنے نور کی تجلی ڈالی۔ پس اس دن جس پر اس نور میں سے کچھ پڑا وہ ہدایت پا گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہو گیا۔ "جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰهِ"

وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۚ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، جلد 1، صفحہ 85-284، قدیمی کتب خانہ کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِهَا ۡ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ۝۱۷۹

''اور بے شک ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان۔ ان کے دل (تو) ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ سنتے نہیں ان سے۔ وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ تو غافل (و بے خبر) ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا'' ولقد ذرانا'' کا معنی ہے بے شک ہم نے پیدا کیا (1)۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن نے کہا وَ لَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ بے شک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جب جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں جنہیں پیدا کیا ہے۔ زنا سے پیدا ہونے والے ان میں سے ہیں جنہیں جہنم کے لیے پیدا کیا ہے (3)۔

امام حکیم ترمذی، ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں، ابویعلی، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنات کو تین قسموں میں پیدا کیا ہے۔ ایک قسم سانپوں، بچھوؤں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی صورت میں ہے۔ ایک قسم فضاء میں ہوا کی مثل ہے اور ایک قسم ہے جن پر حساب وعقاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بھی تین صنفوں میں پیدا فرمایا ہے۔ ایک صنف چوپاؤں کی طرح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اور ایک جنس ہے جن کے جسم تو بنی آدم کے جسم ہیں لیکن ان کی ارواح شیاطین کی ارواح ہیں۔ اور ایک صنف ایسی ہے جو اس دن اللہ تعالیٰ (کے عرش کے) سایہ میں ہوگی جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا) (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ لَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ کا معنی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے۔ تحقیق ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں۔ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا فرمایا: ان کے دل تو ہیں لیکن وہ امور آخرت میں سے کوئی شے سمجھتے نہیں۔ وَ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ ہدایت کو دیکھتے نہیں۔ وَ لَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ حق بات سنتے نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں چوپاؤں کی طرح بنا دیا۔ پھر انہیں چوپاؤں سے بڑھ کر شریر بنا دیا اور فرمایا بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ پھر بتلا دیا کہ بے شک وہی لوگ بہت زیادہ غافل اور شریر ہیں (5)۔ واللہ اعلم۔

وَ لِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى فَادۡعُوۡهُ بِهَا ۡ وَ ذَرُوا الَّذِيۡنَ يُلۡحِدُوۡنَ فِيۡۤ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 157، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 156 3۔ ایضاً

4۔ نوادر الاصول، صفحہ 51-50، بیروت 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 158

اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

’’اور اللہ ہی کے لیے ہیں نام اچھے اچھے سو پکارو اسے انہیں ناموں سے اور چھوڑ دو انہیں جو کجروی کرتے ہیں اس کے ناموں میں۔ انہیں سزا دی جائے گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے‘‘۔

امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوعبد اللہ بن مندہ نے التوحید میں، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ’’کتاب الاسماء والصفات‘‘ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں۔ یعنی ایک کم سو ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا جنت میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وہ وتر (طاق) کو ہی پسند کرتا ہے (1)۔

امام ابونعیم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو اسماء ہیں۔ جس کسی نے ان کے واسطہ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے الغرائب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میرے ننانوے اسماء ہیں جو انہیں پڑھتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں یعنی ایک کم سو ہیں۔ جو انہیں پڑھتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن حبان، ابن مندہ، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ یعنی ایک کم سو ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا بے شک وہ وتر ہے اور وتر (طاق) کو پسند کرتا ہے (اسماء گرامی یہ ہیں)

هو الله الذی لا اله الا هو (وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) الرحمن (بہت ہی مہربان) الرحیم (ہمیشہ رحم فرمانے والا) الملك (بادشاہ حقیقی) القدوس (ہر عیب سے پاک) السلام (سلامت رکھنے والا) المومن (امن دینے والا) المهيمن (نگہبان) العزیز (سب سے غالب) الجبار (ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا) المتكبر (متکبر) الخالق (پیدا کرنے والا) المصور (تصویر بنانے والا) الغفار (بخشنے والا) القهار (سب سے طاقت ور) الوهاب (بے حساب دینے والا) الرزاق (رزق دینے والا) الفتاح (کھولنے والا) العليم (سب کچھ جاننے والا) القابض (بند کرنے والا) الباسط (کشادہ کرنے والا) الخافض (پست کرنے والا) الرافع (بلند کرنے والا) المعز (عزت دینے والا) المذل (ذلیل کرنے والا) السميع (خوب سننے والا) البصير (خوب دیکھنے والا) الحكم (فیصلہ کرنے والا) العدل (عدل کرنے والا) اللطيف (بڑا مہربان) الخبير (ہر چیز سے خبردار) الحليم (بردبار) العظيم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 159، بیروت

(بہت بڑا) الغفور (بہت بخشنے والا) الشکور (بڑا قدردان) العلی (بلند مرتبہ) الکبیر (سب سے بڑا) الحفیظ (سب کا محافظ) المقیت (قوت دینے والا) الحسیب (کفایت کرنے والا) الجلیل (بزرگ) الحکیم (بہت دانا) الودود (محبت کرنے والا) المجید (بزرگ) الباعث (بھیجنے والا رسولوں کا) الشہید (ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا) الحق (حق) الوکیل (کارساز) القوی (توانا) المتین (مضبوط) الولی (دوست) الحمید (جس کی حمد کی گئی) المحصی (گننے والا) المبدی (آغاز کرنے والا) المعید (دوبارہ لوٹانے والا) المحی (زندہ کرنے والا) الممیت (مارنے والا) الحی (زندہ) القیوم (دوسروں کو زندہ رکھنے والا) الواجد (پانے والا) الماجد (بزرگی والا) الواحد (اکیلا) الاحد (یکتا) الصمد (بے نیاز) القادر (قدرت والا) المقتدر (قوت والا) المقدم (آگے کرنے والا) الموخر (پیچھے کرنے والا) الاول (سب سے پہلے) الاخر (سب سے پیچھے) الظاھر (آشکارا) الباطن (پوشیدہ) البر (احسان کرنے والا) التواب (توبہ قبول کرنے والا) المنتقم (بدلہ لینے والا) العفو (معاف فرمانے والا) الرئوف (بہت مہربان) مالك الملك (سارے ملکوں کا مالک) ذوالجلال والاکرام (بزرگی اور انعام والا) الوالی (ملک) المتعال (سب سے بلند) المقسط (انصاف کرنے والا) الجامع (جمع کرنے والا) الغنی (غنی) المغنی (غنی کرنے والا) المانع (باز رکھنے والا) الضار (ضرر پہنچانے والا) النافع (نفع دینے والا) النور (روشنی والا) الھادی (راہ دکھانے والا) البدیع (نیا پیدا کرنے والا) الباقی (ہمیشہ رہنے والا) الوارث (مالک) الرشید (سب کی رہنمائی کرنے والا) الصبور (بڑا تحمل کرنے والا)۔(1)

امام ابن ابی الدنیا نے الدعا میں، طبرانی، ابوالشیخ، الحاکم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ننانوے ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں دامن طلب پھیلاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو اَلرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِیْمُ، اَلْاِلٰهُ الرَّبُّ، اَلْمَلِكُ، اَلْقُدُّوْسُ، اَلسَّلَامُ، اَلْمُؤْمِنُ، اَلْمُهَيْمِنُ، اَلْعَزِيْزُ، اَلْجَبَّارُ، اَلْمُتَكَبِّرُ، اَلْخَالِقُ، اَلْبَارِئُ، اَلْمُصَوِّرُ، اَلْحَلِيْمُ، اَلْعَلِيْمُ، اَلسَّمِيْعُ، اَلْبَصِيْرُ، اَلْحَيُّ، اَلْقَيُّوْمُ، اَلْوَاسِعُ، اَللَّطِيْفُ، اَلْخَبِيْرُ، اَلْحَنَّانُ، اَلْمَنَّانُ، اَلْبَدِيْعُ، اَلْغَفُوْرُ، اَلْوَدُوْدُ، اَلشَّكُوْرُ، اَلْمَجِيْدُ، اَلْمُبْدِئُ، اَلْمُعِيْدُ، اَلنُّوْرُ، اَلْبَادِئُ، ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اَلْقَائِمُ، اَلْاَوَّلُ، اَلْاٰخِرُ، اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ، اَلْعَفُوُّ، اَلْغَفَّارُ، اَلْوَهَّابُ اور اَلْفَرْدُ۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اَلْقَادِرُ، اَلْاَحَدُ، اَلصَّمَدُ، اَلْوَكِيْلُ، اَلْكَافِيْ، اَلْبَاقِيْ، اَلْمُغِيْثُ، اَلدَّائِمُ، اَلْمُتَعَالِيْ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، اَلْمَوْلٰى، اَلنَّصِيْرُ، اَلْحَقُّ، اَلْمُبِيْنُ، اَلْوَارِثُ، اَلْمُنِيْرُ، اَلْبَاعِثُ، اَلْقَدِيْرُ، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اَلْمُجِيْبُ، اَلْمُحْيِيْ، اَلْمُمِيْتُ، اَلْحَمِيْدُ۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اَلْجَلِيْلُ، اَلصَّادِقُ، اَلْحَفِيْظُ، اَلْمُحِيْطُ، اَلْكَبِيْرُ، اَلْقَرِيْبُ، اَلرَّقِيْبُ، اَلْفَتَّاحُ، اَلتَّوَّابُ، اَلْقَدِيْمُ، اَلْوِتْرُ، اَلْفَاطِرُ، اَلرَّزَّاقُ، اَلْعَلَّامُ، اَلْعَلِيُّ، اَلْعَظِيْمُ، اَلْغَنِيُّ، اَلْمَلِيْكُ، اَلْمُقْتَدِرُ،

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 62 (41)، دارالکتب العلمیہ بیروت

اَلْاِکْرَامُ، اَلرَّؤُوْفُ، اَلْمُدَبِّرُ، اَلْمَالِكُ، اَلْقَاهِرُ، اَلْهَادِیُ، اَلشَّاکِرُ، اَلْکَرِیْمُ، اَلرَّفِیْعُ، اَلشَّهِیْدُ، اَلْوَاحِدُ، ذَا الطَّوْلِ، ذَا الْمَعَارِجِ، ذَا الْفَضْلِ، اَلْکَفِیْلُ، اَلْجَلِیْلُ۔(1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ قرآن پاک میں موجود ہیں۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے ابوجعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ سے ان ننانوے اسماء حسنیٰ کے بارے سوال کیا کہ انہیں جس نے پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قرآن کریم میں ہیں۔ پانچ اسمائے گرامی سورۂ فاتحہ میں ہیں۔ یا الله، یا رب، یا رحمن، یا رحیم اور یا مالك۔ سورۃ البقرہ میں تینتیس اسماء ہیں۔ یا محیط، یا قدیر، یا علیم، یا حکیم، یا علی، یا عظیم، یا تواب، یا بصیر، یا ولی، یا واسع، یا کافی، یارء وف، یا بدیع، یا شاکر، یا واحد، یا سمیع، یا قابض، یا باسط، یا حی، یا قیوم، یاغنی، یا حمید، یا غفور، یا حلیم، یا اله، یا قریب، یا مجیب، یا عزیز، یا نصیر، یا قوی، یا شدید، یا سریع، یا خبیر، سورۂ آل عمران میں یہ ہیں: یا وهاب، یا قائم، یا صادق، یا باعث، یا منعم اور یا متفضل۔ سورۃ النساء میں یہ اسماء ہیں۔ یا رقیب، یا حسیب، یا شهید، یا مقیت، یا وکیل، یا علی، یا کبیر۔ اور سورۃ الانعام میں یہ ہیں۔ یافاطر، یا قاهر، یا لطیف، یا برهان اور سورۃ الاعراف میں یا محیی اور یا ممیت ہیں۔ سورۃ الانفال میں یا نعم المولی اور یا نعم النصیر ہیں۔ سورۂ ہود میں یہ اسماء ہیں۔ یا حفیظ، یا مجید، یا ودود اور یا فعال لما یرید ہیں اور سورۂ الرعد میں یہ اسماء ہیں۔ یاکبیر اور یا متعال، سورۂ ابراہیم میں یا منان اور یاوارث ہیں۔ اور سورۃ الحجر میں یا خلاق، سورۂ مریم میں یافرد، سورۂ طٰہٰ میں یا غفار، قد افلح میں یا کریم، سورۂ نور میں یا حق اور یا مبین۔ سورۂ فرقان میں یا هادی، سورۂ سبا میں یا فتاح، سورۂ زمر میں یا عالم، سورۂ غافر میں یا غافر، یا قابل التوبة، یا ذا الطول، یا رفیع، سورۃ الذاریات میں یا رزاق، یا ذا القوة، یا متین۔ سورۃ الطور میں یابر، سورۂ اقتربت میں یا ملیك، یا مقتدر۔ سورۃ الرحمٰن میں یا ذاالجلال والا کرام، یا رب المشرقین، یا رب المغربین، یا باقی، یا مهیمن۔ سورۃ الحدید میں یا اول، یا آخر، یا ظاهر، یا باطن۔ سورۃ الحشر میں یا ملك، یا قدوس، یا سلام، یا مؤمن، یا مهیمن، یا عزیز، یا جبار، یا متکبر، یا خالق، یا باریٔ، یا مصور، سورۂ البروج میں یا مبدیٔ، یا معید، سورۃ الفجر میں یا وتر اور سورۃ الاخلاص میں یا احد اور یا صمد موجود ہیں۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے کوئی غم واندوہ یا حزن وملال لاحق ہو تو اسے اس طرح التجا کرنی چاہیے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِیَتِیْ فِیْ یَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ، اَسْاَلُكَ بِکُلِّ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 63 (42) دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

اسْمٍ هُوَلَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ، وَ نُوْرَ بَصَرِيْ، وَذِهَابَ هَمِّيْ وَجِلَاءَ حُزْنِيْ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی بھی کسی پریشان حال اور غم زدہ آدمی نے یہ کلمات کہے اللہ تعالیٰ اس سے غم اور پریشانی دور فرما دے گا اور اس کے غم کو فرحت و وسعت میں بدل دے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم یہ کلمات سیکھ نہ لیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں، تم خود بھی انہیں سیکھو اور یہ کلمات دوسروں کو بھی سکھاؤ۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ کا وہ اسم مبارک سکھا دیجئے کہ جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو وہ اسے قبول فرمالے۔ تو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اٹھو اور وضو کرو۔ پھر مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر دعا مانگو یہاں تک کہ میں اسے سنوں۔ چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا۔ جب دعا کے لیے بیٹھیں تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اے اللہ! اسے توفیق عطا فرما۔ تو پھر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس طرح دعا کی ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِجَمِيْعِ اَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْنَا مِنْهَا وَ مَالَمْ نَعْلَمْ، وَاَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ الْكَبِيْرِ الْاَكْبَرِ الَّذِيْ مَنْ دَعَاكَ بِهٖ اَجَبْتَهٗ، وَمَنْ سَاَلَكَ بِهٖ اَعْطَيْتَهٗ'' یہ سن کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے صحیح کہا، تو نے صحیح کہا۔

رہا ارشاد خداوندی وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ تو اس کے بارے ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الالحاد کا معنی تکذیب (جھٹلانا) ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ارشاد کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ انہوں نے العزیز سے عزیٰ مشتق کیا اور لفظ اللہ سے اللات مشتق کرلیا۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت عطا نے کہا: الحاد کا معنی مضاھاۃ (نقل اتارنا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اعمش رحمہ اللہ نے يُلْحِدُوْنَ کو يَلْحَدُوْنَ پڑھا ہے اور یہ لحد سے ماخوذ ہے۔ اور اس کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ اس میں وہ کچھ داخل کرتے ہیں جو اس میں سے نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایسے الفاظ داخل کرتے ہیں جو اس کے اسماء میں سے نہیں ہیں)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے يُلْحِدُوْنَ کا معنی يُشْرِكُوْنَ کیا ہے (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شریک کرتے ہیں) (2)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ کا معنی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تکذیب کرتے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 159، بیروت 2۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

''اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ایک امت ہے جو راہ دکھاتی ہے حق کے ساتھ اور حق کے ساتھ ہی عدل وانصاف کرتی ہے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ کے متعلق ابن جریج نے کہا: ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت ہے جو حق کے ساتھ حکم لگاتے ہیں، فیصلہ کرتے ہیں اور (حق کے ساتھ ہی) لیتے ہیں اور عطا کرتے ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب یہ آیت کریمہ پڑھتے تو یہ فرمایا کرتے تھے: یہ آیت تمہارے ہی لیے ہے۔ اسی کی مثل تم سے پہلے ایک قوم کو عطا کیا گیا اور فرمایا وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ (الاعراف) (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے جب بھی ان کا نزول ہوگا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک فرقہ کے سوا سب جہنم میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ یہی وہ فرقہ ہے جو اس امت میں سے نجات پائے گا۔

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾

''اور جنہوں نے تکذیب کی ہماری آیتوں کی تو ہم آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے انہیں اس طرح کہ انہیں علم تک نہ ہوگا اور میں مہلت دیتا ہوں انہیں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں سَنَسْتَدْرِجُهُمْ کا معنی ہے عنقریب ہم انہیں پکڑ لیں گے اور کہا کہ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ سے مراد عذاب بدر ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن مثنیٰ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ کے بارے کہا: کہ جب بھی وہ نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم انہیں ایک نئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں جو انہیں استغفار بھلا دیتی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 160، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 161

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں اسی آیت کے بارے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم انہیں نعمتیں وافر اور کامل عطا کریں گے اور ان کا شکر ادا کرنے سے انہیں روک دیں گے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان سے (عذاب کو) روک لیا گیا ہے اور انہیں ان کے رسولوں کے خلاف مہلت دی گئی ہے۔ بے شک میری تدبیر انتہائی شدید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دی اور یہ آیت نازل فرمائی "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ...... الایہ" (توبہ:5) (سو تم مشرکین کو قتل کر دو، جہاں بھی تم انہیں پاؤ)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کید اللہ (اللہ تعالیٰ کی تدبیر) سے مراد عذاب اور سخت سزا ہے۔

اَوَ لَمْ یَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸۴﴾

"کیا اب تک نہیں غور و فکر کیا انہوں نے۔ ان کے صاحب پر تو جنون کا ذرا اثر نہیں۔ نہیں ہے وہ مگر کھلم کھلا ڈرانے والا"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر کھڑے ہوئے اور قریش کو ان کے خاندانوں کے نام لے کر بلایا: اے بنی فلاں، اے بنی فلاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی جانب سے نازل ہونے والے تصادم سے ڈراتے رہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک نے کہا: بلاشبہ تمہارے یہ صاحب تو مجنون ہیں، چیختے چلاتے اور شور مچاتے رات گزار دی یہاں تک کہ صبح کر دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَوَ لَمْ یَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ (1)

اَوَ لَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

"کیا انہوں نے غور سے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں اور (اس میں) جو چیز پیدا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس میں کہ شاید نزدیک آ گئی ہو ان کی مقررہ میعاد۔ تو کس بات پر وہ اس (قرآن) کے بعد ایمان لے آئیں گے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 162، بیروت

امام احمد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے المصنف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر پر لے جایا گیا (یعنی شب معراج) میں نے دیکھا کہ جب ہم ساتویں آسمان کے آخر تک پہنچے تو میں نے اوپر کی جانب نظر اٹھائی۔ تو اچانک میں نے گرج، چمک اور عذاب کی بجلی گرتی دیکھی۔ فرمایا کہ میں ایک قوم کے پاس جن کے پیٹ ان مکانوں کی طرح تھے جن میں سانپ ہوں۔ وہ ان کے پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے۔ تو میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔ پھر جب میں آسمان دنیا کی طرف اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف دیکھا تو وہاں شور و شغب، دھواں اور مختلف آوازیں دیکھیں۔ تو میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: شیاطین ہیں جو بنی آدم کی آنکھوں کو بند کر رہے ہیں تاکہ وہ آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں غور و فکر نہ کرنے لگیں اور اگر اس طرح نہ ہو تو یقیناً وہ عجائبات قدرت کا مشاہدہ کریں (1)۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۸۶

"جسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ تو نہیں کوئی ہدایت دینے والا اسے۔ وہ رہنے دیتا ہے انہیں کہ اپنی گمراہی میں بھٹکتے رہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر کہا: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ تو آپ کے سامنے ایک نوجوان تھا جس نے غیر عربی زبان میں کوئی بات کہی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے کہا: کہ اس کی بات کے بارے بتائے وہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: کہ اس کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرے گا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تجھے گمراہ کر دے اور تجھے جہنم میں داخل کر دے۔ اگر معاہدہ میں خیانت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا، پس لوگ منتشر ہوئے اس حال میں کہ ان کے مابین مسئلہ تقدیر میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ واللہ اعلم۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۷

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 353، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

''وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے قیامت کے متعلق کہ کب ہوگا اس کا وقوع۔ آپ کہیے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، نہیں ظاہر کرے گا اسے اپنے وقت پر مگر وہی، یہ (حادثہ) بہت گراں ہے آسمانوں اور زمین میں۔ نہ آئے گی تم پر مگر اچانک۔ وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق۔ آپ فرمایئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حمل بن ابی قشیر اور سمول بن زید نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ہمیں بتایئے قیامت کب آئے گی؟ اگر آپ نبی ہیں جیسا کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (1)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا کا معنی ہے قیامت کب قائم ہوگی۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ۔ فرمایا قریش نے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے قیامت کی علامت بیان کیجئے کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان قرابت کا رشتہ موجود ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق۔ آپ فرمایئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے)۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرمایا کرتے تھے ''قیامت لوگوں کو گرادے گی، درآنحالیکہ ایک آدمی اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا ہوگا، ایک آدمی اپنے حوض کی اصلاح کر رہا ہوگا، ایک آدمی اپنے ترازو کو اوپر نیچے کر رہا ہوگا اور ایک آدمی اپنا سازو سامان منڈی میں رکھ رہا ہوگا کہ اچانک تم پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا (یعنی قیامت قائم ہو جائے گی) (2)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَیَّانَ مُرْسٰىهَا کا معنی ہے قیامت کی انتہا کب ہوگی۔ یعنی مُرْسٰىهَا کا معنی مُنْتَهَاهَا ہے (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ لیکن میں تمہیں اس کی علامات بتاتا ہوں اور وہ کچھ جو اس سے پہلے وقوع پذیر ہوگا۔ بے شک اس سے پہلے فتنہ اور قتل (ہرج) عام ہوگا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنہ کا مفہوم تو ہم جانتے ہیں لیکن ہرج کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرج حبشی زبان میں قتل کو کہتے ہیں۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے پوچھا گیا۔ اس وقت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَا یَعْلَمُهَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 163، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 164 3۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

اِلَّا اللّٰهُ وَلَا يُجَلِّيۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ'' اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے بارے کوئی نہیں جانتا اور وہی اسے اپنے وقت پر ظاہر کرے گا (الف)۔ البتہ میں تمہیں اس کی علامات کے بارے بتاتا ہوں: کہ اس سے پہلے فتنے اور ہرج برپا ہوگا۔ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرج کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حبشی زبان میں ہرج سے مراد قتل ہے۔ لوگوں کے دل خشک ہو جائیں گے۔ ان کے درمیان منافرت پیدا ہو جائے گی اور کوئی کسی کو نہیں پہچانتا ہوگا۔ صاحب عقل اٹھ جائیں گے اور کم عقل لوگ باقی رہ جائیں گے۔ نہ وہ نیکی کو پہچانتے ہوں گے اور نہ ہی وہ منکر کا انکار کریں گے (1)۔

امام مسلم، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اور آپ نے اپنے وصال سے ایک مہینہ پہلے یہ فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے بارے پوچھتے ہو۔ بے شک اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو نوزائیدہ بچہ آج سطح زمین پر موجود ہے اس پر سو سال گزریں گے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے کہا: السلام علیک یا روح اللہ۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ وعلیک یا روح اللہ۔ اے روح اللہ! آپ پر بھی سلام ہو۔ پھر آپ نے کہا: اے جبرئیل! قیامت کب آئے گی؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پروں کو جھاڑا۔ پھر کہا: مسئوول عنہا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں انتہائی ثقیل اور بھاری ہے، وہ اچانک ہی تم پر آئے گی۔ یا یہ کہا لَا يُجَلِّيۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے اپنے وقت پر ظاہر کرے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَا يُجَلِّيۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ کا مفہوم حضرت مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اسے اللہ تعالیٰ ہی لائے گا (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: وہ اسے اپنے وقت پر ظاہر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا (4)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 602 (12368) دارالفکر بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب فضائل الصحابۃ، جلد 16، صفحہ 74 (2538) دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 164، بیروت 4۔ ایضاً

(الف) کیا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقوع قیامت کے وقت کا علم عطا فرمایا گیا یا نہیں؟ تو اس کے بارے علامہ زرقانی شرح المواہب میں رقمطراز ہیں ''علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا ذکر سورہ لقمان کی آخری آیت میں ہے علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا''۔ (شرح المواہب، جلد 1، صفحہ 265) اور تفسیر کبیر میں ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، البتہ ان کو عطا فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں، (جلد 10، صفحہ 678) اور علامہ بیجوری شرح قصیدہ بردہ شریف صفحہ 74 پر فرماتے ہیں۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچوں غیبوں کا علم عطا فرما دیا۔ اور شیخ عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب اس کے بارے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ان پانچوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے جب کہ ایک صاحب تصرف امتی کے لیے ان پانچوں کے علم کے بغیر تصرف ممکن نہیں۔ صفحہ 158۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ آپ کو وصال سے قبل ان کا علم عطا فرما دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ (الکلمۃ العلیاء صفحہ 92)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی وضاحت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مخلوق میں سے کوئی شے بھی نہیں ہے مگر اسے قیامت کے دن ضرور ضرر اور تکلیف پہنچے گی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ اسی کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس کا عمل (قیامت کا وقوع) زمین و آسمان کے باسیوں پر انتہائی ثقیل اور گراں ہے۔ بلاشبہ وہ اس کے بارے نہیں جانتے۔ اور حسن نے کہا: کہ جب قیامت قائم ہوگی تو وہ زمین و آسمان کے باسیوں پر انتہائی ثقیل ہوگی۔ وہ کہتے ہیں: وہ ان پر انتہائی گراں ہوگی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے یہ کہا: کہ جب قیامت قائم ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے، سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، پہاڑ اڑا دیے جائیں گے اور ہر شے اڑا دی جائے گی جو زمین پر ہوگی۔ اور یہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ قیامت کا ثقل اور شدت زمین و آسمان دونوں پر ہوگی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً کا معنی ہے کہ وہ اچانک آجائے گی حالانکہ تم ابھی امن میں ہوگے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی پر قیامت قائم ہو جائے گی اس حال میں کہ لقمہ اس کے منہ میں ہوگا اور وہ اسے نہ چبا سکے گا، نہ نگل سکے گا اور نہ ہی باہر پھینک سکے گا اور دو آدمیوں پر اس طرح قائم ہوگی کہ وہ اپنے درمیان خرید و فروخت کے لیے کپڑا پھیلائے ہوئے ہوں گے۔ پس نہ تو وہ اسے لپیٹ سکیں گے اور نہ ہی اس کی باہمی بیع کی فرصت پا سکیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ منادی یہ اعلان کرے گا: اے لوگو! تم پر قیامت آچکی ہے، تم پر قیامت آچکی ہے۔ وہ یہ اعلان تین بار کرے گا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ کا مفہوم حضرت سدی رحمہ اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے اپنے وقت مقررہ پر بھیجے گا۔ اور ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی ہے۔ اور کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل نہیں جانتا کہ وہ کب قائم ہوگی۔ اور لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً کے بارے کہا: کہ وہ اچانک ناگاہ ان پر آجائے گی اور وہ اس سے غافل ہوں گے (3)۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ "كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ اس کے بارے سوال کر کے تحقیق کر چکے ہیں یہاں تک کہ آپ نے اس کے بارے جان لیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ "كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا" کے متعلق حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر میں سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 165، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 66-165

ایک نے کہا۔ کہ گویا آپ اس کے بارے جانتے ہیں۔ اور دوسرے نے کہا۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے بارے پوچھا جائے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ''کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْهَا'' کا مفہوم حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے گویا تم نے قیامت کے بارے بار بار سوال کیا ہے یہاں تک کہ تم نے اس کے بارے یقین حاصل کرلیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ''یَسْـَٔلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْهَا'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں گویا کہ آپ اس کے متعلق جانتے ہیں یعنی آپ تو اس کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: گویا آپ اسے گہرائی سے جاننے والے ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کے اور ان کے درمیان محبت ہے گویا آپ ان کے دوست ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب لوگوں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قوم کا سوال پوچھا۔ گویا کہ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک قیامت کا علم اس کے پاس ہے اور اس نے اس کا علم اپنے ساتھ خاص فرما رکھا ہے اور اس پر اس نے کسی فرشتے یا رسول کو مطلع نہیں کیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اس آیت کے متعلق حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے گویا کہ آپ ان کے دوست ہیں لہٰذا جب بھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے (اس کے بارے) سوال کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے گویا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ آپ سے قیامت کے بارے سوال کریں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح پڑھتے تھے کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْهَا۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے: گویا کہ قیامت کے متعلق ان کا آپ سے سوال کرنا آپ کو خوش کرتا ہے تاکہ اس کے متعلق ہم آپ کو آگاہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے آپ سے مخفی کردیا اور آپ کو مطلع نہ کیا اور فرمایا: فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؀ (النازعات) ''اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق''۔ اور فرمایا: اَكَادُ اُخْفِیْهَا (طہ:15) ''میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں''۔ اور حضرت ابی کی قرأت میں ہے ''اَكَادُ اُخْفِیْهَا مِنْ نَّفْسِیْ''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قریش نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہا: بلاشبہ ہمارے اور آپ کے مابین رشتہ داری اور قرابت ہے۔ لہٰذا ہمیں بتائیے قیامت کب آئے گی؟ تو اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 168، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 166

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعالیٰ نے فرمایا یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ” وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا کہ آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق “(1)۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ
اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۖۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا
اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۠﴿۱۸۸﴾

” آپ کہیے: نہیں مالک ہوں میں اپنے آپ کے لیے نفع کا اور نہ ضرر کا، مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ اور اگر میں (تعلیم الٰہی کے بغیر) جان لیتا غیب کو تو خود ہی بہت جمع کر لیتا خیر سے اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف۔ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا (نافرمانوں کو) اور خوش خبری سنانے والا اس قوم کو جو ایمان لائی ہے “۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں یقیناً جان لیتا جب میں کوئی چیز خریدتا کہ اس میں مجھے اتنا نفع ہوگا اور میں کوئی چیز نہ بیچتا مگر تب جب کہ مجھے اس میں نفع ہوتا۔ اور وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ کے بارے فرمایا ” اور مجھے فقر و افلاس نہ پہنچتا “۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا کا معنی ہے میں اپنے آپ کے لیے ہدایت اور گمراہی کا مالک نہیں ہوں۔ اور وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ کا مفہوم ہے۔ اگر میں جان لیتا کہ مجھے موت کب آئے گی اور لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ کا معنی ہے تو میں خود ہی بہت عمل صالح جمع کر لیتا۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے: میں بالیقین کسی شر اور تکلیف کے لاحق ہونے سے پہلے اس سے اجتناب کرتا(2)۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ
اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا
اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا
صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾
اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْــًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ۖ﴿۱۹۱﴾ وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا
وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ
سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 67-166، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 169

''وہ (خدا ہے) جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک نفس سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تاکہ اطمینان حاصل کرے اس (جوڑے) سے پھر جب مرد ڈھانپ لیتا ہے عورت کو تو حاملہ ہو جاتی ہے ہلکے سے حمل سے پھر چلتی پھرتی رہتی ہے اس کے ساتھ۔ پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے تو دعا مانگتے ہیں (میاں بیوی) اللہ سے جوان کا رب ہے کہ اگر تو عنایت فرمائے ہمیں تندرست لڑکا تو ہم ضرور ہو جائیں گے (تیرے) شکر گزار بندوں سے پس جب اللہ عطا کرتا ہے انہیں تندرست لڑکا تو دونوں بناتے ہیں اللہ کے ساتھ شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا۔ تو بلند و برتر ہے اللہ ان سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں کیا وہ شریک بناتے ہیں اسے جس نے پیدا نہیں کی کوئی چیز اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کو مدد پہنچانے کی اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں اور اگر تو بلائے انہیں ہدایت کی طرف تو نہ پیروی کریں گے تمہاری، یکساں ہے تمہارے لیے خواہ تم بلاؤ انہیں یا تم خاموش رہو''۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت حوا علیہا السلام کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے ان کے گرد چکر لگایا۔ ان کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ تو ابلیس نے کہا: بچے کا نام عبدالحارث رکھو، تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام عبدالحارث رکھا تو وہ زندہ رہا۔ پس یہ شیطان کے الہام اور اس کے حکم سے ایسا ہوا(1)۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے **فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ** کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے بچے کا نام عبدالحارث رکھا(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت حوا حاملہ ہوئیں حالانکہ ان کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا: تم دونوں اس بچے کا نام عبدالحارث رکھنا۔ یہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھا۔ اور یہ شیطان کے الہام اور اس کے امر سے ہوا۔ (الف)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 173، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

(الف) یہ روایات اہل کتاب کے آثار سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اہل کتاب تم سے حدیث بیان کریں تو تم ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب''۔ ان کی روایات کی تین قسمیں ہیں (۱) جن کی صحت کتاب و سنت سے ثابت ہے (۲) جن کا کذب ثابت ہے (۳) جن کا صدق و کذب متعین نہیں۔ ان روایات کا کذب ہمیں معلوم ہے کیونکہ اگر دونوں میاں بیوی سے مراد حضرت آدم اور حوا علیہما السلام ہوں تو لازم آئے گا کہ وہ دونوں مشرک ہوں کیونکہ مابعد آیت میں ہے کہ جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور معصوم ہیں ان کا شرک کرنا عادۃً محال ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 3، صفحہ 265، مطبوعہ بیروت) جن روایات میں حضرت آدم و حوا کی طرف شرک کی نسبت ہوتی ہے وہ باطل ہیں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ امام بغوی نے لکھا ہے کہ دعا کرنے والوں اور شریک ٹھہرانے والوں سے مراد بعض علماء نے یہود و نصاریٰ لیے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد عطا فرمائی تھی اور انہوں نے انہیں یہودی اور عیسائی بنا دیا تھا۔ ابن کیسان کہتے ہیں کہ ان سے مراد وہ کفار ہیں جو اپنی اولاد کے نام عبدالعزیٰ، عبد مناف، عبداللات اور عبدالشمس رکھتے تھے۔ اور حضرت عکرمہ اور حسن فرماتے ہیں۔ کہ مراد حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہے۔ یعنی کفار مکہ اور دوسرے لوگوں نے خدا کے شریک ٹھہرائے۔ یہاں دونوں جگہ مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت حوا حاملہ ہوئیں۔ تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا: کیا تو میری بات تسلیم کرے گی تیرا بچہ سلامت رہے گا؟ اس کا نام عبدالحارث رکھنا۔ تو انہوں نے اس طرح نہ کیا۔ چنانچہ بچہ پیدا ہوا اور مر گیا۔ پھر حاملہ ہوئیں تو شیطان نے پھر پہلے کی طرح کہا۔ مگر آپ نے اس کا کہنا نہ مانا۔ پھر جب تیسری بار حاملہ ہوئیں۔ تو وہ پھر آیا اور آکر کہا: اگر تو میری بات کی پیروی کرے گی تو وہ تیرے لیے سلامت رہے گا۔ ورنہ وہ چوپایہ ہو جائے گا۔ پس اس نے آپ کو خوف زدہ کیا، تو آپ نے اس کی بات مان لی۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بچے کی ولادت ہوئی تو آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر ابلیس دونوں کے پاس آیا اور کہا: تم نے اپنے اس بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: عبداللہ۔ اس سے پہلے بھی ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور انہوں نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ تو ابلیس نے کہا: کیا تم دونوں یہ گمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنا غلام (عبد) تم دونوں کے پاس چھوڑ دے گا؟ قسم بخدا! وہ اسے بھی اسی طرح لے جائے گا جیسے وہ دوسرے کو لے گیا۔ البتہ میں تمہاری رہنمائی ایک ایسے نام پر کرتا ہوں، جو تمہارے لیے باقی رہے گا جب تک تم باقی رہے، پس تم اس کا نام عبدشمس رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے یہی نام رکھ دیا۔ پس اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا سورج کسی شے کو تخلیق نہیں کر سکتا۔ بے شک وہ تو خود مخلوق ہے۔ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے انہیں دو بار دھوکہ دیا" حضرت زید نے کہا: ایک بار جنت میں اس نے دونوں کو دھوکہ دیا اور ایک بار زمین پر دھوکہ دیا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو زمین پر اتارا تو آپ کے نفس میں اپنی بیوی کی جانب شہوت و میلان بھی ڈال دیا۔ پس اس کے سبب آپ کے جذبات میں انگیخت پیدا ہوئی اور آپ نے ان سے تعلق زوجیت قائم کیا۔ پس آپ کے اس ملاپ سے وہ حاملہ ہو گئیں اور جب وہ حاملہ ہو گئیں تو بچے نے جب ان کے پیٹ میں حرکت کی۔ تو انہوں نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: بے شک تم حاملہ ہو اور بچے کو جنم دو گی۔ آپ نے کہا: کیا میں بچہ جنوں گی؟ اس نے کہا۔ کیا دیکھ نہیں رہی مگر یہ کہ اونٹنی، گائے، بھیڑ یا بکری وہ بھی اسی (عمل) کا بعض ہے اور وہ (بچہ) آپ کی ناک، آپ کی آنکھ یا آپ کے کان سے خارج ہو گا۔ آپ نے کہا: قسم بخدا! مجھ میں کوئی شے نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس سے تنگ ہو گی۔ اس نے کہا میری پیروی کرو اور اس کا نام عبدالحارث رکھو۔ ملائکہ میں اس کا نام حارث تھا۔ تم اپنی مثل جنم دو گی۔ آپ نے اس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا۔ تو انہوں نے کہا: وہ ہمارا وہ ساتھی ہے جسے میں جانتا ہوں۔ سو وہ بچہ مر گیا پھر آپ دوسرے

رکھا گیا ہے اس لیے اس قول کی تائید شرکاء کا لفظ بھی کرتا ہے جو جمع کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہے۔ (تفسیر مظہری، جلد 3، صفحہ 519) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیات حضرت آدم و حوا کے متعلق ہیں تو پھر یہ مشرکین کے رد میں نازل ہوئی ہیں اور اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام مقدر ہے یعنی أجعلا له شركاء اور ان کا معنی اس طرح ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا عطا کر دیا تو کیا انہوں نے اللہ کے شریک گھڑ لیے تھے؟ تو اے مشرکو! تم کیوں اللہ کے لیے شریک گھڑتے ہو؟ اور اللہ اس چیز سے بلند ہے جس میں یہ مشرک اللہ کے لیے شریک بناتے ہیں۔ (تبیان القرآن، جلد 4، صفحہ 491)

WWW.NAFSEISLAM.COM

بچے سے حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس آپ کے پاس آیا اور کہا: میری بات مانو ورنہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ کیونکہ پہلے کو بھی میں نے ہی مارا تھا۔ آپ نے پھر اس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا تو آپ نے پہلے کی طرح اب بھی کہا۔ پھر آپ تیسرے بچے سے حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس آپ کے پاس آیا۔ اور پہلے کی طرح اب بھی کیا۔ تو آپ نے اس کا تذکرہ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا۔ تو اس بار آپ نے اسے ناپسند نہ کیا۔ تو آپ نے بچے کا نام عبد الحارث رکھ دیا۔ تو اس کی متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت حوا علیہا السلام حاملہ تھیں۔ ان کے پاس ابلیس آیا اور کہا: میں تم دونوں کا وہ ساتھی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا، تا کہ تو میری پیروی کرے۔ یا اس لیے تا کہ میں اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کر دوں۔ پس وہ بچہ تیرے پیٹ سے نکلے گا اور اسے پھاڑ دے گا اور میں اس طرح کروں گا۔ چنانچہ اس نے دونوں کو خوب خوف زدہ کیا۔ تا کہ وہ اس کا نام عبد الحارث رکھیں۔ تو ان دونوں نے اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ تو مردہ بچہ باہر آیا۔ پھر آپ حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس دونوں کے پاس آیا اور پہلے کی مثل گفتگو کی۔ انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو پھر مردہ بچہ پیدا ہوا۔ پھر آپ حاملہ ہوئیں اور ابلیس دونوں کے پاس آیا اور پہلے کی طرح گفتگو کی اور دونوں کے دل میں بچے کی محبت کا ادراک کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے بچے کا نام عبد الحارث رکھا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا۔ (1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے بچے کا نام جو حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام نے رکھا، وہ عبد الرحمٰن ہے پھر وہ فوت ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک کا نام صالح رکھا اور وہ بھی فوت ہو گیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کے لیے بچے جنتی تھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ان کی خدمت کرتی تھیں اور ان کا نام عبد اللہ اور عبید اللہ رکھتیں۔ اسی طرح ہوتا یہاں تک کہ انہیں موت آ جاتی۔ پھر آپ کے پاس اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہا: بلاشبہ جو نام تم رکھتے ہو اگر ان کے علاوہ کوئی اور نام رکھو گے تو بچہ زندہ رہے گا، تو پھر آپ نے ایک بچہ کو جنم دیا اور اس کا نام عبد الحارث رکھا۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ الی آخر الآیہ (2)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ آیت بعض اہل ملل کے بارے نازل ہوئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے نہیں (3)۔

عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرأت اس طرح کی ہے: حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ۔

امام ابو الشیخ نے ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا کے متعلق حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 174، دار الصمیعی الریاض 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 173، بیروت

3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 175

خَفِيْفًا سے مراد ہے جب تک حمل ظاہر نہ ہوتا۔ اور فَمَرَّتْ بِهٖ سے مراد ہے جب آپ کا حمل ظاہر ہو جاتا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَمَرَّتْ بِهٖ کی تفسیر میں کہا۔ پس وہ شکایت کرتی ہے کیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟(1)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ایوب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ عورت شکایت کرتی ہے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں؟(2)

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ایوب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اگر میں عربی ہوتا تو میں اسے جانتا۔ بے شک وہ مسلسل حمل سے رہتی ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: وہ حاملہ ہوتی ہے نطفہ سے۔ اور فمرت به کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ پھر وہ مسلسل حمل کے ساتھ رہتی ہے(4)۔

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَمَرَّتْ بِهٖ کا معنی کرتے ہوئے فرمایا: پھر وہ مسلسل حمل کے ساتھ رہتی ہے(5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے یہی کہا کہ پھر وہ مسلسل اس حمل کے ساتھ رہتی ہے(6)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت میمون بن مہران سے فَمَرَّتْ بِهٖ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ اس حمل کو ہلکا محسوس کرتی ہے۔

ابوالشیخ نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ کی تفسیر میں کہا کہ جب بچہ اس کے پیٹ میں بڑا ہو جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوصالح رحمہ اللہ نے لَئِنْ اٰتَيْتَنَا کی تفسیر میں کہا وہ دونوں خوف زدہ ہوتے ہیں کہ کہیں وہ چوپایہ ہو۔ تو دونوں کہتے ہیں: اگر تو ہمیں تندرست انسان عطا فرمائے۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دونوں کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انسان ہی نہ ہو۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تو ہمیں تندرست لڑکا عنایت فرمائے(7)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کے بارے فرمایا: وہ اطاعت و پیروی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہیں حالانکہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں بناتے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے شُرَكَآءَ کی قرأت شین کے کسرہ کے ساتھ کی ہے یعنی جَعَلَا لَهٗ شِرْكًا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 171، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 170 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 171 5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 173، دار الصمیعی الریاض
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 170 7۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 108، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ سفیان نے جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ دونوں نام میں اس کا شریک بنالیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ابلیس کی کنیت ابوکدوس ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ موصل اور مفصول سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کی شان میں ہے کہ انہوں نے اسماء میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ اور آپ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ کے بارے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے ان سے جنہیں مشرکین شریک بناتے ہیں اور یہ ان دونوں کے لیے معین نہیں (1)۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شرک نہیں کیا۔ کیونکہ اس کا اول حصہ شکر ہے اور اس کا آخر ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آنے والوں کے لیے بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ کے بارے سدی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام سے متعلقہ آیت کے درمیان بطور فصل مذکور ہے اور یہ اہل عرب کے معبودان باطلہ کے ساتھ خاص ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو حاتم رحمہما اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت بطور فصل مذکور ہے کہ ان دونوں نے بچے کے سلسلے میں ابلیس کی اطاعت و پیروی کی۔ اور فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یہ آیت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قوم سے متعلق ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ شرک اس کی اطاعت و پیروی میں تھا۔ اس کی عبادت میں شرک نہیں تھا۔ اور انہوں نے کہا کہ حضرت حسن کہا کرتے تھے: وہ یہود و نصاریٰ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد عطا فرمائی، تو انہوں نے اسے یہودی اور عیسائی بنادیا (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ سے متعلقہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد اولاد آدم اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے بعد شرک کیا (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد پاکی بیان کرنا ہے۔ یعنی انکف نفسہ۔ اس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا۔ کہتے ہیں: اس نے اپنی عظمت بیان کی ہے اور ملائکہ نے اس کی پاکی بیان کی ہے اور ہر شے نے اس کی تسبیح بیان کی ہے۔

امام ابن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ اور جب وہ انہیں تندرست اولاد عطا فرمادیتا ہے تو وہ اسے یہودی اور نصرانی بنادیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ تو اس کے بارے آپ کہتے ہیں یعنی وہ اس کی پیروی کرتے ہیں جو کسی شے کو پیدا نہیں کرسکتا۔ اور یہ شیاطین کسی شے کو پیدا نہیں کرسکتے اور یہ خود پیدا کیے گئے ہیں بلکہ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا کے بارے کہتے ہیں۔ کہ جس کے لیے وہ انہیں پکارتے ہیں وہ ان کو مدد پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 177، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 176 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ
اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ
اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾
اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

”(اے کفار) بے شک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا بندے ہیں تمہاری طرح تو پکارو انہیں پس چاہیے کہ قبول کریں تمہاری پکار کو اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں چلتے ہیں وہ جن کے ساتھ یا کیا ان کے ہاتھ ہیں پکڑتے ہیں وہ جن کے ساتھ یا کیا ان کی آنکھیں ہیں دیکھتے ہیں جن سے یا کیا ان کے کان ہیں وہ سنتے ہیں جن کے ساتھ آپ کہیے پکارو اپنے شریکوں کو پھر سازش کرو میرے خلاف اور مت مہلت دو مجھے یقیناً میرا حمایتی اللہ ہے جس نے اتاری یہ کتاب۔ اور وہ حمایت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا وہ طاقت نہیں رکھتے تمہاری امداد کی اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورج اور چاند کو لایا جائے گا یہاں تک کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا جائے گا اور انہیں بھی لایا جائے گا جو ان کی عبادت اور پوجا کرتے تھے۔ انہیں کہا جائے گا فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ”پکارو انہیں پس چاہیے کہ قبول کریں تمہاری پکار کو اگر تم سچے ہو“۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ
هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

”اور اگر تم بلاؤ انہیں ہدایت کی طرف تو وہ نہ سنیں گے اور تو دیکھے گا انہیں کہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف حالانکہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا“۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ کی تفسیر میں سدی نے کہا کہ ان سے مراد مشرکین ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا اور تو دیکھے گا کہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف حالانکہ انہیں وہ نظر ہی نہیں آتا جس ہدایت کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾

"قبول کیجئے معذرت (خطا کاروں سے) اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ (انور) پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے"۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، نسائی، نحاس نے ناسخ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت لوگوں کے اخلاق کے بارے نازل ہوئی خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ اور ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کے اخلاق سے عفو و درگزر کو اپنا لیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو و درگزر کو اپنا لیں (2)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے مکارم اخلاق میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے اخلاق میں سے عفو و درگزر کو اپنا لوں۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نہیں جانتا یہاں تک کہ میں جاننے والے سے پوچھ لوں......! چنانچہ جبرئیل علیہ السلام واپس گئے اور لوٹ کر واپس آئے تو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ جو آپ کے ساتھ ظلم کرے آپ اسے معاف کر دیں جو تمہیں محروم رکھے آپ اسے عطا کرتے رہیں اور جو آپ کے ساتھ قطع تعلقی کرے آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! اس آیت کی تاویل کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اس کے بارے پوچھ لوں۔ چنانچہ وہ اوپر چڑھے اور پھر نیچے اترے تو کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ اس سے درگزر فرمائیں جو آپ کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے آپ اسے عطا کریں جو آپ کو محروم رکھے آپ اس سے صلہ رحمی کریں جو آپ سے قطع تعلقی کرے۔ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں دنیا اور آخرت کے اعلیٰ ترین اخلاق پر تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس سے درگزر کرے جو تیرے ساتھ ظلم کرے، اسے عطا کرے جو تجھے محروم رکھے اور اس سے صلہ رحمی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 182، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب العلم، جلد 1، صفحہ 430 (213) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 184

کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرلے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: قسم بخدا! میں ان (کفار) میں سے ستر افراد کا مثلہ کروں گا۔ تو اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہوئے: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا پھر وہ واپس لوٹ کر دوبارہ آئے تو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم ارشاد فرمارہا ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں جس نے آپ پر ظلم کیا اور اس سے صلہ رحمی کریں جس نے آپ سے قطع تعلقی کی اور اسے عطا کریں جس نے آپ کو محروم رکھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کے بارے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معافی اور درگزر آپ ﷺ کے مکارم اخلاق میں سے ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ لوگوں کے اخلاق اور بغیر تجسس وتفتیش کے ان کے اعمال میں سے ہے۔ اور ''وامر بالعرف'' کا معنی بیان فرمایا کہ آپ نیکی کا حکم دیں (1)۔

امام بخاری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن بن بدر آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آکر ٹھہرا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے قربت حاصل تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجالس اور آپ کی مشاورت کے ساتھی قراء کچھ بوڑھے تھے یا کچھ نوجوان تھے۔ تو عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھائی کے بیٹے! کیا تیرا اس امیر کے ساتھ کچھ تعلق ہے؟ مجھے اس سے ملاقات کی اجازت لے دو۔ انہوں نے جواب دیا: میں عنقریب تمہیں ان سے ملاقات کی اجازت لے دوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حر نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے اجازت مرحمت فرمادی۔ پس جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو کہا: یا ابن الخطاب! یہ کیا ہے؟ قسم بخدا! نہ تو آپ ہمیں عطیات عطا فرماتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل سے فیصلے کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت غصے میں آگئے۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے سخت سزا دینے کا ارادہ کرلیا۔ تو یہ دیکھ کر حر نے آپ کو کہا: اے امیر المومنین! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ سے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور بلاشبہ یہ جاہلین میں سے ہے۔ قسم بخدا! جونہی انہوں نے یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف آگے نہ بڑھے اور آپ کتاب اللہ کے اسی حکم پر ٹھہر گئے (2)۔

امام ابن ابی حاتم ابن وہب کی سند سے مالک بن انس سے اور انہوں نے عبداللہ بن نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 84-182 2۔ شعب الایمان، باب فی صلۃ الارحام، جلد 6، صفحہ 315 (8314) دار الکتب العلمیہ بیروت

سالم بن عبداللہ اہل شام کے اونٹوں کے پاس سے گزرے اوران میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔تو آپ نے فرمایا: ایسی گھنٹی سے منع کیا گیا ہے۔انہوں نے جواب دیا: ہم تمہاری نسبت زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ بڑی گھنٹی مکروہ ہے مگر اس قسم کی گھنٹی میں کوئی حرج نہیں...... پس حضرت سالم رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (اور رخ انور جاہلوں سے پھیر لیجئے)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ کے متعلق حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ وہ اخلاق ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا اور اس پر آپ کی رہنمائی فرمائی (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اولین وآخرین کے اچھے اخلاق پر تیری رہنمائی نہ کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جی ہاں ضرور فرمائیے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے، اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ زیادتی کرے اور اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے اہل دنیا اور اہل آخرت کے افضل ترین اخلاق کے بارے خبر نہ دوں؟ تو اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے، اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے اور اسے معاف کردے جو تیرے ساتھ ظلم کرے (3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے اور اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ زیادتی کرے (4)۔

بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلقی کرے اور اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ ظلم کرے (5)۔

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی دنیا اور آخرت کے خوبصورت اور اچھے اخلاق پر نہ کروں؟ (وہ یہ ہے) کہ تو اس سے صلہ رحمی کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرے اور تو اسے عطا کرے جو تجھے محروم کرے اور تو اس سے درگزر کرے جو تیرے ساتھ ظلم کرے (6)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی دنیا اور آخرت کے مکارم اخلاق پر نہ کروں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: جی ہاں ضرور یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرے، اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے اور اسے معاف کردے جو تیرے ساتھ زیادتی کرے (7)۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سند سے معمر سے، انہوں نے ابو اسحاق ہمدانی سے اور انہوں

1۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 185

2۔شعب الایمان، باب فی صلۃ الارحام، جلد 6، صفحہ 222 (7956) دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ایضاً

4۔ایضاً 5۔ایضاً 6۔ایضاً، جلد 6، صفحہ 261 (8080) 7۔ایضاً، (8081)

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے ابن ابی حسین سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی اہل دنیا اور آخرت کے اعلیٰ اخلاق پر نہ کروں؟ (پھر فرمایا) تو اس سے صلہ رحمی کرے جس نے تیرے ساتھ قطع تعلقی کی، اسے عطا کرے جس نے تجھے محروم رکھا اور اسے معاف کر دے جس نے تیرے ساتھ زیادتی کی۔ بیہقی نے کہا یہ حدیث مرسل حسن ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے مکارم اخلاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ صریح ایمان ہرگز نہیں پا سکے گا یہاں تک کہ وہ اس سے صلہ رحمی کرے جس نے اس سے قطع تعلقی کی، اسے معاف کر دے جس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اسے بخش دے جس نے اسے گالی گلوچ دی اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے جس نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ تو اسے معاف کر دے جو تیرے ساتھ زیادتی کرے، اس سے صلہ رحمی کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرے اور اسے عطا کرے جو تجھے محروم رکھے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔

ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عفو و درگزر کو پسند فرمایا اور اس کا حکم ارشاد فرمایا۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فضائل میں سے افضل ترین یہ ہے کہ تو اس سے صلہ رحمی کرے جس نے تیرے ساتھ قطع تعلقی کی، تو اسے عطا کرے جس نے تجھے محروم کیا اور تو اس سے درگزر کرے جس نے تجھے برا بھلا کہا (2)۔

امام سلفی رحمہ اللہ نے طیوریات میں حضرت نافع رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر پر جاتے تو اپنے ساتھ ایک احمق لے جاتے اور اس سے احمقوں کا احمقانہ پن دور فرماتے۔

امام ابن عدی اور بیہقی نے الشعب میں ابن شوذب رحمہم اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم مکحول کے پاس تھے اور ہمارے ساتھ سلیمان بن موسیٰ بھی تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے سلیمان پر بڑے فضل و احسان کا اظہار کیا اور سلیمان خاموش رہا کہ اتنے میں سلیمان کا بھائی آ گیا اور اس نے اسے جواب دے کر خاموش کرا دیا۔ تو حضرت مکحول نے کہا: وہ ذلیل و رسوا ہوا جس کے پاس کوئی سفیہ (بے وقوف) نہیں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے مالوں میں سے جتنے کی آپ کو اجازت دی گئی ہے وہ لے لو اور وہ جو شے بھی آپ کے پاس لے کر آئیں آپ اسے لے لو۔ یہ حکم سورہ برأت میں صدقات فرضیہ اور ان کی تفصیل نازل ہونے سے پہلے کا ہے (4)۔

1۔ شعب الایمان، باب فی حسن الاخلاق، جلد 6، صفحہ 312 (8300)
2۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 188 (413) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ شعب الایمان، باب فی رد الاسلام، جلد 6، صفحہ 526 (9160)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 183

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ خُذِالْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عفو یعنی فالتو مال لے لو اور اسے خرچ کردو اور وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عرف کا معنی معروف ہے۔ یعنی نیکی کا حکم دو۔

امام طستی رحمہ اللہ نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ سے کہا: کہ خُذِالْعَفْوَ کے بارے مجھے بتائیے تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے ان کے مالوں سے فضل (فالتو مال) لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ تیرے لیے لے لیں اس نے کہا: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے عبید بن ابرص کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

يَعْفُوْ عَنِ الْجَهْلِ وَالسَّوَآتِ كَمَا يُدْرِكُ غَيْثُ الرَّبِيْعِ ذُالطَّرِدِ

''وہ جہالت اور برے کاموں کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ موسم بہار کی موٹے قطروں والی بارش موسم خزاں کے اثرات کو مٹا دیتی ہے''۔

امام ابن جریر اور نحاس رحمہما اللہ نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ خُذِالْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: تم مال میں سے فالتو لے لو۔ پھر اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کردیا(1)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی نے کہا: خُذِالْعَفْوَ والی آیت نازل ہوئی تو ہر آدمی اپنے مال میں سے اتنا روک لیتا جو اس کے لیے کافی ہوجاتا اور فالتو مال صدقہ کردیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے ساتھ اسے منسوخ کردیا۔ اور وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ کے بارے فرمایا کہ عرف سے مراد معروف یعنی نیکی ہے (اور نیکی کا حکم دو) اور ''وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ'' کے متعلق فرمایا۔ یہ آیت نماز، زکوٰۃ اور قتال کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو رکنے (باز رہنے، اعراض کرنے) کا حکم دیا۔ اور پھر قتال نے اس حکم کو منسوخ کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا'' (الحج: 39) الآیہ ''اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا''۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۰۰

''اور اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ تو فوراً پناہ مانگیے اللہ سے۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے میرے رب! غضب کے ہوتے ہوئے ان کی بجا آوری کیسے ممکن ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ...... الآیہ (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے متعلق حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ دشمن (وسوسہ اندازی) کو چاہنے اور اس کا ارادہ کرنے والا ہے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 183 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 185 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْثِهٖ وَ نَفْخِهٖ'' آپ نے کہا ھمزہ سے مراد موت، نفثہ سے مراد شعر اور نفخہ سے مراد بڑائی اور تکبر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

''بے شک وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کیے ہیں جب چھوتا ہے انہیں کوئی خیال شیطان کی طرف سے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان کھینچ لے جاتے ہیں انہیں گمراہی میں، پھر (انہیں گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے اور (اے محبوب!) جب آپ نہیں لاتے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کیوں نہ بنالیا تم نے خود اسے۔ فرمایئے میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب سے۔ یہ روشن دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہیں اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا کے متعلق حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ ان سے مراد مومنین ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے ذم الغضب میں، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحہم الہ نے بیان کیا ہے کہ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس سے مراد غضب اور غصہ ہے (1)۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ الطیف سے مراد غضب ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیت میں طٰٓئِفٌ یعنی یہ لفظ الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور تَذَكَّرُوْا کی تفسیر میں کہا کہ وہ برائی اور گناہ کا قصد کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب وہ پھسلتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت وہب بن جریر رحمہ اللہ کی سند سے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حسن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا: اے ابوسعید! اس آدمی کے بارے میں کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 187، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہتے ہو جو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کی توبہ کے سبب اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: پھر اگر وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اس نے اپنی توبہ کے سبب اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف و کرامت میں اضافہ کر لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مجھے کہا: کیا تم نے وہ سنا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؟ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال گندم کی بالی (سٹے) کی طرح ہے، کبھی وہ جھکتا ہے اور کبھی سیدھا ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں تکبر ہوتا ہے۔ اور جب اس کے مالک نے اسے کاٹ دیا تو اس نے اپنے عمل کو قابل تعریف بنا لیا جیسا کہ بالی کا مالک اپنی گندم کے لائق ہو گیا پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔(1)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ مومن کو کافر کا نام نہیں دیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے عبد مومن کو کافر کا نام نہیں دیا۔ بلکہ اسے متقی کہا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پڑھتے سنا: اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىِٕفٌ یعنی آپ نے طٰٓىِٕفٌ کو الف کے ساتھ پڑھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے، انہوں نے حضرت ابراہیم اور یحییٰ بن وثاب رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے طٰٓىِٕفٌ اور دوسرے نے طیف پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے بھی طٰٓىِٕفٌ کو الف کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ الطائف سے مراد شیطان کی جانب سے آنے والا وسوسہ اور خیال ہے۔ اور تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ کی تفسیر میں کہتے ہیں جب وہ معصیت اور گناہ سے باز آ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور شیطان اور اس کے بھائیوں کی نافرمانی کرتے ہیں۔ فرمایا: جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور پھر انہیں گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ اس کے بارے کہا نہ ہی انسان برائی کے اعمال کرتے ہیں اور نہ ہی شیاطین انہیں روک سکتے ہیں۔ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اے محبوب! جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں: تم نے خود ہی اسے کیوں نہیں بنا لیا، تم نے خود ہی اسے کیوں نہیں گھڑ لیا اور اسے بنا لیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَاِخْوَانُهُمْ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ'' کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ جن ہیں جو انسانوں میں سے اپنے دوستوں کے

1۔ شعب الایمان، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، جلد 5، صفحہ 408، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ذہنوں میں باتیں ڈالتے ہیں۔ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ اس کے بارے کہتے ہیں پھر ان سے فخر میں مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں تم نے اپنی جانب سے ہی کیوں نہ بنالی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''وَاِخْوَانُهُمْ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ'' کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ شیطان کے بھائی انہیں جاہل اور حقیر سمجھ کر گمراہی میں کھینچ لاتے ہیں اور آپ نے لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کا معنی بیان کیا، کہ تم نے اسے خود ہی کیوں نہ بنالیا(1)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر حزن وملال کے آثار نمایاں دیکھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ریش مبارک کو پکڑا اور فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل امین آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں نے کہا۔ ہاں بالیقین ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو جبرئیل نے کہا: بے شک آپ کے بعد انتہائی قلیل مدت میں آپ کی امت فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی۔ میں نے کہا: کیا وہ کفر کا فتنہ ہوگا یا گمراہی کا؟ تو جبریل نے کہا: عنقریب سب کچھ ہوگا۔ میں نے کہا: وہ کہاں سے آئے گا حالانکہ میں ان میں کتاب اللہ چھوڑ کر جاؤں گا؟ تو جبرئیل نے کہا: وہ کتاب اللہ کے ساتھ گمراہ ہو جائیں گے اور اس کی ابتداء ان کے قراء اور امراء کی جانب سے ہوگی کہ امراء لوگوں کو اپنے حقوق سے منع کریں گے اور وہ حقوق انہیں نہیں دیں گے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور قراء امراء کی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ پس وہ انہیں گمراہی میں کھینچ لائیں گے اور پھر انہیں گمراہ کرنے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! جو ان میں سے محفوظ رہنا چاہے وہ کس طرح بچ سکے گا؟ تو جبرئیل نے کہا: رکنے اور صبر کرنے کے ساتھ کہ اگر وہ ان کو کچھ دے دیں تو وہ اسے لے لیں اور اگر وہ اسے روک لیں (یعنی دینے سے انکار کر دیں) تو یہ اسے چھوڑ دیں(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تو اسی قرآن کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ روشن دلائل ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔ پس تم اسے سمجھ لو۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ اور یہ ہدایت اور رحمت ہے اس کے لیے جو اس کے ساتھ ایمان لایا، اس کے مطابق عمل کیا اور پھر اسی پر فوت ہو گیا۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۲۰۴

''اور جب پڑھا جائے قرآن (مجید) تو کان لگا کر سنو اسے اور چپ ہو جاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے''۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ اِذَا قُرِئَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 189 2۔ نوادر الاصول، الاصل الثالث، جلد 1، صفحہ 210، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت آوازیں بلند کرنے کے بارے نازل ہوئی۔ دارآنحالیکہ وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہوں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا فرض نماز کے بارے میں ہے (یعنی جب فرض نماز کے دوران قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو) (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ تو قوم نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں قرأت کرتے تھے تو آپ کی اقتداء میں پڑھنے والے بھی اسی کی مثل پڑھتے۔ جب آپ ﷺ کہتے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تو وہ بھی آپ ﷺ کے کہنے کی طرح کہتے۔ یہاں تک کہ فاتحۃ الکتاب اور سورت مکمل ہو جاتی۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے اسے باقی رکھنا چاہا اسی طرح ہوتا رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا...... الآیہ۔ پھر آپ ﷺ قرأت کرتے اور وہ خاموش رہتے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے حضور نبی کریم علی الصلوٰۃ والتسلیم کے پیچھے نماز میں قرأت کی۔ تو یہ آیت نازل کی گئی۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا...... الآیہ (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا کیا: ہر وہ آدمی جو سنے کہ قرآن پڑھا جا رہا ہے، اس پر غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر کہا: کہ یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا امام کی قرآت کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب امام قرآن کریم پڑھے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور لوگوں کو سنا کہ وہ آپ کے پیچھے قرأت کر رہے ہیں۔ سو جب آپ (نماز سے فارغ ہو کر) پیچھے مڑے تو فرمایا: کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم سمجھو، کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس طرح اپنی عقل سے سمجھو جیسے تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ کہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا " جب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 193، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 194

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 181، دارالصمیعی الریاض 4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دارالفکر بیروت

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

3

قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو"(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابووائل سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق فرمایا: قرآن (سننے) کے لیے اس طرح خاموش رہ جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نماز میں مشغول ہونا ہے اور وہ امام تیرے لیے کافی ہوگا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت کو چھوڑ دیا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو "عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ، فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا، وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا"(5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جس کا امام ہے تو اس کی قرأت اس کی قرأت ہے "مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَ تُہٗ لَہٗ قِرَاءَ ۃٌ"(6)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے جس نئی چیز (بدعت) کا آغاز کیا وہ قرأت خلف الامام ہے۔ حالانکہ وہ پہلے قرأت نہیں کرتے تھے۔ "اَوَّلُ مَا اَحْدَثُوا الْقِرَاءَۃُ خَلْفَ الْاِمَامِ وَکَانُوْ لَا یَقْرَأُوْنَ"

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت انصار میں سے ایک نوجوان کے بارے نازل ہوئی۔ کیونکہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کوئی شے پڑھتے تو وہ بھی اسی طرح پڑھتا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔(7)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے تو جب آپ قرأت کرتے تو صحابہ کرام بھی آپ کے پیچھے قرأت کرتے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا پس قوم خاموش رہتی اور حضور نبی کریم ﷺ قرأت کرتے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے ائمہ جب قرأت کرتے تو وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 330 (3780)
3۔ ایضاً (3781)
4۔ ایضاً (3783)
5۔ ایضاً، باب من کرہ القراءۃ خلف الامام، جلد 1، صفحہ 331 (3799)
6۔ ایضاً، (3802)
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192

WWW.NAFSEISLAM.COM

بھی انہی کی مثل قرأت کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اسے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ قرأت کرتے تھے اور ایک آدمی بھی قرأت کرتا تھا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (1)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن پڑھنے والے وہ ائمہ نہیں ہیں جن کے لیے ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ نماز میں کلام کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا درآنحالیکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ اس سے پہلے ایک آدمی اپنی نماز میں گفتگو کرتا رہا اور اپنے کام کے بارے حکم دیتا رہا۔ تو جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم دوران نماز آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ تو پھر قرآن کریم کا یہ حکم نازل ہوا: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (3)

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ نماز کی حالت میں باہم گفتگو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز کے دوران گفتگو کرنے سے منع فرما دیا (4)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلمان نماز کی حالت میں باتیں کرتے تھے جیسے یہود و نصاریٰ باتیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (5)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مذکورہ آیت کے مطابق جب سب سے پہلے حکم دیا گیا اس وقت لوگ دوران نماز باتیں کرتے تھے حتی کہ ایک آدمی آتا تھا اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے، تو وہ اپنے ساتھی سے آکر کہتا: تم کتنی نماز پڑھ چکے ہو؟ وہ جواب دیتا، اتنی رکعتیں پڑھ چکے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192 3۔ ایضاً

4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دارالفکر بیروت 5۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 450، المجلس العلمی بیروت

www.NAFSEISLAM.COM

نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا تو اس کے ذریعے انہیں غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے تا کہ بندہ غور سے سنے اور اسے یاد اور حفظ کر سکے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ہرگز نہیں سمجھیں گے یہاں تک کہ وہ خاموشی اختیار کریں۔ خاموش رہنے کا تعلق زبان کے ساتھ ہے اور غور سے سننے کا تعلق کانوں کے ساتھ ہے (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت نماز جمعہ، نماز عیدین اور ان نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے (2)۔

امام ابن ابی اتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بندۂ مومن قرآن کریم کی طرف کان لگا کر سننے کی کوشش میں ہوتا ہے، خاص کر نماز جمعہ، نماز عیدین اور ان نمازوں میں جن میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز اور خطبہ میں آوازیں بلند کرنے کے سبب نازل ہوئی۔ کیونکہ خطبہ بھی نماز ہی ہے اور فرمایا: جس نے جمعہ کے دن گفتگو کی اس حال میں کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز نہیں ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں حکم نماز اور جمعہ کے دن خطبہ کے دوران گفتگو کرنے کے بارے ہے (3)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو صورتوں میں خاموشی اختیار کرنا واجب ہے: ایک نماز میں جب کہ امام قرأت کر رہا ہو اور دوسرا جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو (4)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا جمعہ کے دن خاموشی اختیار کرنا کس نے واجب کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (اعراف: 204) فرمایا کیا اس سے لوگوں کو نماز اور جمعہ میں خاموش رہنے کا گمان ہوا ہے؟ میں نے کہا: جمعہ کے دن خاموش رہنا اور قرأت کے دوران خاموش رہنا کیا برابر ہے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے قول باری تعالیٰ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 194 | 2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دار الفکر بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 195 | 4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 196

WWW.NAFSEISLAM.COM

اَنْصِتُوْا کے متعلق فرمایا کہ یہ حکم فرض نماز اور ذکر کے وقت ہے(1)۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ حالت نماز میں جب جنت اور دوزخ کا ذکر سنتے تھے تو اپنی آوازیں بلند کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ...... الآیہ(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے اور جب وحی نازل ہو رہی ہو (تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ ناپسند کرتے تھے کہ جب امام آیت خوف یا آیت رحمت پڑھے تو اس کے پیچھے سے کوئی آدمی کچھ کہے۔ آپ فرماتے خاموش رہو(3)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت عثمان بن زائدہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پر قرآن پڑھا جاتا تو وہ اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آپ اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیتے تھے۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا اور آپ ناپسند کرتے تھے کہ آپ اپنی آنکھ اور دیگر جوارح میں سے کسی کو قرآن کریم سننے کے سوا کسی اور کام میں مشغول رکھیں۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ میں کسی آیت کو خوب کان لگا کر سنا تو اس کے لیے دوگنا نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جس کسی نے اس کی تلاوت کی تو قیامت کے دن وہ اس کے لیے نور ہو گی(4)۔

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝۲۰۵

”اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے بھی چلائے بغیر (یوں یاد کرو) صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ (یاد الٰہی سے) غافل رہنے والوں سے“۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے یاد کرے اور اسے غفلت سے منع کیا ہے۔ چاہے صبح کا وقت ہو یعنی صبح کی نماز یا شام کا وقت ہو(5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو صخر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اَلْاٰصَالِ سے مراد ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: اس میں حکم یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھے تو قرأت کو غور سے سنو اور خاموش رہو اور وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225 (8329) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 107، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 194
4۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 341، دار صادر بیروت
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 198، دار احیاء التراث العربی بیروت

خاموش رہنے والے! اپنے رب کو یاد کر۔ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے بھی چلائے بغیر یعنی ذکر کے ساتھ آواز بلند نہ کر بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور نہ ہو جاؤ (یاد الٰہی سے) غافل رہنے والوں سے (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ کے ضمن میں حضرت عبید بن عمیر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، جب میرا بندہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں اور جب میرا بندہ جماعت میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی ایسی جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں جو ان کی نسبت احسن اور اکرم ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ آخر الفجر نماز صبح ہے اور آخر العشی نماز عصر ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے وقت ہے یعنی اول الفجر اور آخر الفجر۔ اور اسی کی مثل سورۂ آل عمران میں یہ ارشاد ہے۔ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿﴾ (آل عمران) اس میں عشی سے مراد سورج کا غیب (غروب) ہونے کی طرف جھکنا ہے۔ اور ابکار سے مراد فجر کا اول وقت ہے (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت معرف بن واصل رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابو وائل کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ سورج کے غروب ہونے کے وقت اپنے غلام کو کہتے آصلنا (ہمیں شام ہوگئی)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ کی تفسیر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غافل رہنے والوں میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں سے قتال کرنے والا ہوتا ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بکیر بن اخنس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جمعہ کا دن کسی پر اس حال میں آئے کہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ آج جمعہ کا دن ہے تو اس کا نام غافل رہنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفلت تین چیزوں میں پائی جاتی ہے ایک اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے، دوسرا صبح کی نماز پڑھنے کے وقت سے لے کر سورج طلوع ہونے تک اور تیسرا آدمی دین کے معاملہ میں اپنے نفس سے غافل رہے یہاں تک کہ خواہش نفس کا تابع ہو جائے (5)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 195,98 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 197 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 198

4۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 19 (9797)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 5۔ شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ عزوجل شکرہا، جلد 4، صفحہ 180، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

''بے شک جو مقرب ہیں تیرے رب کے وہ تکبر نہیں کیا کرتے اس کی عبادت سے اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اس کی اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں''۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو العریان مجاشعی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے سجدوں کا ذکر فرمایا اور کہا: سورۂ اعراف، رعد، نحل، بنو اسرائیل، مریم، سورۂ حج کا ایک سجدہ، نمل، فرقان، الٓمٓ تنزیل، حٰمٓ تنزیل، صٓ اور مفصل سورتوں میں کوئی سجدہ نہیں (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ علی بن عباس نے قرآن کریم میں دس سجدے شمار کیے ہیں: سورۂ اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، سورہ حج کا پہلا سجدہ، فرقان، نمل، تنزیل، السجدہ اور حم السجدہ۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیارہ سجدے کیے ہیں۔ ان میں مفصل میں سے کوئی شے نہیں ہے اور وہ یہ ہیں اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، سورۂ حج کا ایک سجدہ، فرقان، سلیمان، سورۂ نمل، السجدہ، صٓ اور حوامیم کا سجدہ (2)۔

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قرآن کریم میں پندرہ سجدے پڑھائے۔ ان میں سے تین مفصل سورتوں میں ہیں اور سورۂ حج میں دو سجدے ہیں (3)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر قرآن کریم پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سورۂ پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ پاتا (4)۔

امام مسلم، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی انسان آیت سجدہ پڑھے اور اس پر سجدہ کرے تو شیطان روتے ہوئے اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے۔ ہائے ہلاکت! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کر لیا لہٰذا اس کے لیے جنت ہے۔ اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا، تو میں نے انکار کر دیا۔ لہٰذا میرے لیے جہنم ہے (5)۔

امام بیہقی نے ابن سیرین سے یہ قول بیان کیا ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سجود القرآن کے بارے سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جسے وہ ادا کرتا ہے یا یہ تطوع ہے جسے تو تبرعاً ادا کرتا ہے۔ اور کوئی مسلمان نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کیا مگر اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک درجہ بلند فرما دیا، یا اس کے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب سجود القرآن، جلد 1، صفحہ 377 (4348) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 313، دار الفکر بیروت
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 314

4۔ صحیح مسلم، باب سجود التلاوۃ، جلد 1، صفحہ 215، قدیمی کتب خانہ کراچی
5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 312، دار الفکر بیروت

عوض اس کا ایک گناہ مٹا دیا، یا اس کے لیے ان دونوں کو ہی جمع کر دیا (یعنی ایک درجہ بھی بلند کر دیا اور ایک گناہ بھی مٹا دیا) (1)

امام بیہقی نے حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی آدمی آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے یہاں تک کہ وہ مکمل آیت پڑھ لے۔ اور جب وہ اس مقام پر آ جائے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے، تکبیر کہے اور سجدہ کر لے (2)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن کریم پڑھتے تھے۔ جب آیت سجدہ سے گزرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نسائی، دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سجود القرآن میں کہا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سجدہ میں بار بار یہ کہتے تھے میرے چہرے نے یہ سجدہ اس کے لیے کیا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اس کی آنکھ اور کان کی جگہوں کو اپنی قوت وطاقت کے ساتھ شق کیا ہے، پس اللہ تبارک وتعالیٰ احسن الخالقین ہے۔ ''سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ، فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ'' (4)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت قیس بن سکن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے ''سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ'' فرمایا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام یہ کہا کرتے تھے ''سَجَدَ وَجْهِيَ مُتَعَفِّرًا فِي التُّرَابِ لِخَالِقِيْ وَحَقَّ لَهُ'' (اپنے خالق کی رضا کے لیے خاک میں لتھڑے ہوئے میرے چہرے نے سجدہ کیا اور یہ اس کا حق ہے) پھر کہا۔ سبحان اللہ! انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا کلام آپ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ اپنے سجدوں میں کہا کرتے تھے۔ ''اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدَ سَوَادِيْ وَبِكَ آمَنَ فُؤَادِيْ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عِلْمًا يَنْفَعُنِيْ وَعِلْمًا يَرْفَعُنِيْ'' (اے اللہ! تیرے لیے میرے وجود نے سجدہ کیا اور میرا دل تیرے ساتھ ایمان لایا، اے اللہ! مجھے ایسا علم عطا فرما جو میرے لیے نفع بخش ہو، اور ایسا علم عطا فرما جو میرے لیے باعث رفعت وبلندی ہو) (6)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وہ جب آیت سجدہ پڑھتے تو، سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (ہمارا رب پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ بالیقین پورا ہونے والا ہے) اس کے بعد تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے (7)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی آدمی سجدہ نہ کرے مگر جب کہ وہ پاک ہو

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 322، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 325
3۔ ایضاً
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی سجود القرآن وما یقرأ فیہ، جلد 1، صفحہ 380 (4374)
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 380 (4376)
6۔ ایضاً (4373)
7۔ ایضاً (4378)

WWW.NAFSEISLAM.COM

(یعنی باوضو ہو)(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ مکروہ جانتے تھے کہ جب وہ آیت سجدہ پر پہنچیں تو اس سے آگے گزر جائیں۔ یہاں تک کہ وہ سجدہ کرلیں (یعنی سجدہ کئے بغیر آگے گزرنا ناپسند کرتے تھے)(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جمعۃ المبارک منبر پر سورۂ اعراف کی آخری آیات کی قرأت نہیں چھوڑتے تھے۔(3)

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ سنن کبری از بیہقی، باب لا یسجد الا طاھرا، جلد 2، صفحہ 325، دار الفکر بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب من کرہ از امر بسجدۃ ان یجاوزھا حتی یسجد، جلد 1، صفحہ 378 (4353)

3۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دار الکتب العلمیہ بیروت